تصوّف میں ایک معرکۃ الآرا کتاب

ایضاحِ حقیقت

ترجمہ

شرح حقیقتِ محمّدیہ

مُصنّف

علامہ شاہ شیخ وجیہ الدین احمد علوی گجراتی رحمہ اللہ

شارح

علامہ شیخ عبد العزیز خالدی رحمہ اللہ

مُترجم

مولانا نصر اللہ رضوی مصباحی

المجمع الإسلامی
ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی (الہند)

تصوّف میں ایک معرکۃ الآرا کتاب

ایضاحِ حقیقت

ترجمہ

شرح حقیقتِ محمّدیہ

مُصنّف

علامہ شاہ شیخ وجیہ الدین احمد علوی گجراتی رحمہ اللہ

شارح

علامہ شیخ عبد العزیز خالدی رحمہ اللہ

مُترجم

مولانا نصر اللہ رضوی مصباحی

المجمع الاسلامی

ملت نگر مبارکپور اعظم گڑھ ۲۷۶۴۰۴

سلسلۂ اشاعت نمبر............١٦٦

نام کتاب	:	ایضاحِ حقیقت
		ترجمۂ شرحِ حقیقت محمدیہ
مصنف	:	حضرت علامہ شاہ وجیہ الدین احمد علوی قدس سرہ (م ۹۹۸ھ)
شارح	:	علامہ شیخ عبدالعزیز خالدی (م ۱۰۳۰ھ)
ترجمہ وتقدیم	:	مولانا نصر اللہ رضوی مصباحی
		استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ
اصلاح ونظر ثانی	:	حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی
		صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
حسب فرمائش	:	مولانا نظام الدین مصباحی گجراتی۔ بولٹن۔ یو۔ کے۔
		ومولانا مقصود صاحب مصباحی (ڈیوزبری) یو۔ کے
سال اشاعت	:	ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ / اپریل ۲۰۱۰ء
صفحات	:	...... ۳۰۴ قیمت:

﴿ناشر اور ملنے کا پتہ﴾

المجمع الاسلامی ملّت نگر مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یو۔پی) انڈیا

پن کوڈ: ۲۷۶۴۰۴

A TOKEN OF GRATITUDE

Bibi Hajira generously provided us with the financial support,without which this book could not have been published.The book is published for the Isaal-e -Thawaab of her mother **Bibi Sakeenah** and her father **Yusuf Bhai Marhum.**

we supplicate to Allah the Most Exalted that He pardons them,grants them loftiest station in Jannah and forgives all of their relatives who have departed from this world...Ameen.

Furthermore, may Allah Most High also grant an immense reward to **Hadrat ' Allama Maqsood Sahib Misbahi,** [Dewsbury], as this financial support was a cause of his motivation.

Jama'at -e- Raza -e- Mustafa [U.K.]

پیش لفظ

کتاب ''حقیقت محمدیہ'' تصوف میں حضرت مولانا سید وجیہ الدین احمد علوی گجراتی علیہ الرحمہ (۹۱۱۔۹۹۸ھ) کی عربی تصنیف ہے۔اس کو انھوں نے ایک مقدمہ، دو مطلب اور ایک تکملہ پر تقسیم کیا ہے۔ مقدمہ: میں مطلوب سے متعلق امور، موضوع، مبادی، اور مسائل کا بیان ہے۔ مطلب اول میں: وجود حق تعالیٰ کے ظہور کی کیفت کا بیان، اور یہ کہ ظہور عالم کیسے ہوا؟ اور حقیقت محمدیہ کیا ہے؟۔ اور مطلب دوم: صوفیہ اور متکلمین کا اس بارے میں کیا مذہب ہے؟ اور ان دونوں مذہبوں کے درمیان تطبیق وتوفیق کی کیا صورت ہے؟ اور تکملہ میں انبیا، اولیا، اور مراتب اولیا کا بیان ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع اور مضامین کے لحاظ سے ایک بلند پایہ تصنیف اور اہل علم وعرفان کے لیے ایک بیش بہا خزانہ تھا۔افادۂ عام کے لیے ان کے تلمیذ جلیل القدر حضرت مولانا عبد العزیز خالدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فارسی زبان میں بسط وتفصیل کے ساتھ اس کی ایک شاندار، نفع بخش شرح تصنیف کی جس کے قلمی نسخے مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں۔حضرت مولانا نظام الدین صاحب مصباحی گجراتی مقیم انگلینڈ نے اس شرح کے دو نسخے لائبریریوں سے حاصل کر کے ادارۂ تصنیف وتالیف المجمع الاسلامی، مبارک پور، یوپی انڈیا کو بھیجے۔اور اس کی تحقیق وتعلیق اور اردو ترجمہ کی فرمائش کی۔ پھر یہ کام میرے سپرد ہوا۔

میں نے ان دونوں قلمی نسخوں کے فوٹو دیکھے:

(۱) ایک نسخہ جلی خط میں ہے۔ جو ۱۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں ۲۱ سطریں، اور ہر سطر میں کم وبیش آٹھ الفاظ ہیں۔ ہر صفحہ میں مکتوبہ حصے کا حوض ۲۷×۹ سینٹی میٹر ہے۔اس کے کاتب شیخ

مصطفیٰ ابن عبدالقائم ہیں۔ تاریخ تکمیل کتابت ۲؍شعبان ۱۰۶۹ھ روز جمعہ، وقت چاشت ہے۔ اس نسخے لیے ہم نے رمز (الف) استعمال کیا ہے۔ یہ نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ، بہار سے حاصل ہوا ہے۔ (اندراج نمبر 1346 فہرست مخطوطات جلد اول)

(۲) دوسرا نسخہ پیر محمد شاہ لائبریری/ احمد باد گجرات کا ہے (فہرست مخطوطات ج ۴/1799B) اس میں کل ۱۳۰ اصفحات ہیں۔ ہر صفحہ عموماً ۱۵ اسطروں پر مشتمل ہے۔ ہر سطر میں تخمیناً بارہ تا پندرہ الفاظ ہیں۔ خط ذرا باریک ہے کتابت شدہ حصے کا حوض ۱۱×۱/۲ /۵ سینٹی میٹر ہے۔ اس کے کاتب شیخ سیف الدین ابن مولانا شیخ سعد اللہ ہیں۔ تکمیل کتابت ماہ رمضان المبارک ۱۱۰۱ھ درج ہے۔ مقابلہ کی تاریخ روز عاشورا ۱۱۰۶ھ درج ہے۔

میں نے دونوں نسخوں کا آپس میں مقابلہ کیا تو جابجا دونوں میں اختلاف نکلا۔ کہیں صرف عبارتیں بدلی ہوئی ہیں، کہیں مطلب بھی بدل جاتا ہے، کہیں پوری حکایت اور مضمون ہی ایک نسخے سے غائب ہے اور دوسرے میں موجود۔ معلوم نہیں اضافہ ہے یا اصل کے مطابق ہے۔ کہیں جملوں کی تعبیرات میں الفاظ کا فرق ہے مگر دونوں کا مطلب ایک ہی نکلتا ہے۔ کہیں مطلب میں بھی فرق ہے، کہیں صرف بُود یا باشد جیسا فرق ہے۔ غرضیکہ اختلاف کی متعدد صورتیں ہیں۔ نسخوں کا اصل سے مقابلہ کس حد تک کیا گیا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ہر چند کہ ایک نسخے پر کاتب کے نام کے ساتھ مقابلہ کی بھی وضاحت ہے مگر نہیں معلوم کہ وہ مقابلہ مصنف کے نسخے سے کیا گیا یا کسی نقل در نقل سے۔

ہم نے اپنے عمل میں معمولی فرق تو نظر انداز کر دیا جیسے نبود یا نباشد، ایں کار، آں کار، ایشاں، اینہا، بایں ہمہ، باآں ہمہ وغیرہ۔ ایسی جگھوں پر اپنی صوابدید کے مطابق جو مناسب معلوم ہوا اس کو لے لیا اور دوسرے کو ترک کر دیا۔ بقیہ جگھوں پر نسخوں کے فرق کی وضاحت کے ساتھ عبارت درج کر دی۔

مخطوطہ نسخے پر کام کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ بہر حال اس وادی

میں قدم رکھا اور کرم نواز حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ و ڈائریکٹر المجمع الاسلامی مبارک پور سے اصلاحات لیتا رہا اور ان کی رہنمائی میں کام آگے بڑھتا رہا۔ اب ترجمہ، تعلیق، تحقیق، تقدیم، تحشیہ کے بعد کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اہل علم سے کریمانہ توقعات وابستہ ہیں۔

ترجمۂ کتاب کے ساتھ ہم نے جابجا کچھ مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے، بعض مقامات پر اصل مراجع کی طرف رجوع کر کے تصحیح کی گئی ہے۔ شرح میں مذکور کتاب اور مصنفین کا مختصر مختصر تعارف بھی لکھ دیا ہے۔ البتہ کمپوزنگ کی آسانی کے لیے حواشی کو کتاب کے اخیر میں کر دیا گیا ہے۔ متن و شرح کے مضامین کی ایک تفصیلی فہرست بھی بنا دی ہے۔ امید ہے اہل ذوق ان کاوشوں کو پسند فرمائیں گے اور اپنے تأثرات سے نوازیں گے۔

حالات مصنف مولانا نفیس احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے ملفوظات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے تفصیل سے تحریر کیے تھے اس کتاب کی اشاعت امام احمد رضا اکیڈمی بریلی سے ہوئی جس میں ۵۰ تصنیفات کے نام درج کیے ہیں۔ اور اس سے قبل مولانا موصوف حضرت شیخ علوی کی کتاب شرح نزہۃ النظر اشاعت مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے مقدمہ میں بھی حالات لکھ چکے تھے اس میں ۲۷ تصنیفات ذکر کی ہیں۔ میں نے ان دونوں اور کچھ دوسری جگہوں سے حالات لے کر کچھ اختصار کے ساتھ درج کر دیے۔

حالات شارح مولانا نظام الدین مصباحی گجراتی نے خود لکھ کر اس کتاب میں شمولیت کے لیے بھیجے، وہ بعینہ شامل کر دیے گئے۔

وما توفیقی الا باللہ ، علیہ توکلت و الیہ انیب . و صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیٰ حبیبہ الاکرم ، و علیٰ آلہ و صحبہ اولی المعارف و عوالی الھمم۔

نصر اللہ رضوی مصباحی

فیض العلوم محمد آباد گوہنہ
ضلع مئو، یو، پی

۱۲ر صفر ۱۴۳۱ھ
۲۸ر جنوری ۲۰۱۰ء۔ پنج شنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مُصَلِّیاً وّ مسلماً

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ شاہ وجیہ الدین احمد گجراتی قدس سرہ

حیات وخدمات، اوصاف اور کارنامے

﴿۹۱۱ھ۔۹۹۸ھ/۱۵۰۵ء۔۱۵۹۰ء﴾

دسویں صدی ہجری ہندوستان کی علمی و دینی اور سیاسی وسماجی تاریخ میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے، اس میں جہاں ایک طرف مغل بادشاہ ہمایوں اور شیر شاہ سوری کی حکومت واقتدار کے لیے رسّا کشی نظر آتی ہے، اور ہمایوں کے بیٹے جلال الدین محمد اکبر اور سلاطین گجرات کے درمیان اقتدار پر قبضہ جمانے کے لیے جنگ وجدال اور قتل وخوں ریزی کے واقعات تاریخ کے صفحات پر بکھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، وہیں دوسری طرف بلند پایہ اور جلیل القدر علماے کرام اور مشائخ اسلام اپنے علم و فضل، فکر وفن اور زبان وقلم سے دینی وعلمی خدمات کا ایک مربوط سلسلہ پیش کرتے نظر آتے ہیں۔، جن کے گوناگوں کارنامے تاریخ کے اوراق پر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

سرزمینِ گجرات جہاں بڑے بڑے قدآور محدثین ومفسرین علما اور صوفیاے کرام جلوہ گر ہوئے اور ایک زمانے تک علمی اور روحانی فیض تقسیم کرتے رہے، اور اکناف عالم سے طالبانِ علوم و فنون اور تشنگانِ روحانیت تشریف لاکر اپنی علمی اور روحانی تشنگی بجھاتے رہے۔ ان ہی قدسی صفات لوگوں میں استاذ الہند حضرت علامہ سید احمد وجیہ الدین علوی قدس سرہ کا نام نامی سرفہرست ہے۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں مگر آپ کی تصانیف اشاعت پذیر نہ ہوسکیں۔

حیاتِ مصنف: نام، نسب، سنہ پیدائش، وغیرہ

اسم گرامی احمد، اور لقب وجیہ الدین ہے۔ لقب ہی سے زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کا وجیہ الدین لقب اس لیے ہوا کہ آپ کو علوم شرعیہ میں کامل رسوخ، اور دین حنیف پر مضبوط تمسک، اور علوم اسلامیہ میں اجمالی و تفصیلی پختگی حاصل تھی۔ یہاں تک کہ آپ کو دین میں سچی وجاہت اور آبرومندی حاصل ہوگئی۔ اور وہ دین کی آبرو والے بن گئے۔

آپ سادات گھرانے کے ایک فرد ہیں۔ آپ کا نسب شہید کربلا امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہوا پچیس واسطوں سے مولائے کائنات شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک جاملتا ہے۔

آپ کے آباء واجداد میں بہت سے افراد مسند قضا کی زینت رہے۔ خاندان میں دینی علوم کا ہمیشہ غلغلہ رہا۔ اور آپ کو فقہ اور دیگر علوم میں رسوخ انھیں سے ورثہ میں ملا۔

نسبت علوی اختیار کرتے ہیں اور اسی نسبت سے مشہور ہیں۔ حالانکہ عجمیوں کے عرف میں علوی ان اولادِ علی کو کہتے ہیں جو خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا حضرت علی کی کسی اور زوجہ سے ہوں۔ جیسے محمد بن حنفیہ اور ان کی اولاد۔

آپ کے آباؤ اجداد اپنے کو علوی کہتے تھے۔ ان کو علوی کہے جانے کا ایک خاص واقعہ ہے۔

فقہائے کرام کی اصطلاح میں ''علوی'' سادات کرام کو کہا جاتا ہے: ''شرف السادات'' میں ہے:

" العلوی و هو الذی ینسب الی الحسن و الحسین عند الفقهاء "(بحوالہ تذکرۃ الوجیہ)

''فقہائے کرام کے نزدیک ''علوی'' وہ شخص ہے جس کا نسب امام حسن یا امام حسین سے ہو''

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کے آباواجداد میں بہت سے لوگ منصب قضا اور دیگر مناصب پر فائز رہے۔ گزشتہ سلاطین میں سے ایک بادشاہ کو یہ خیال ہوا کہ سادات کرام کو ملازمت میں نہ رکھنا چاہیے۔ کیونکہ حالات اتنے بدل چکے ہیں کہ عزت وشہرت کے لیے معمولی درجے کے لوگ اپنے آپ کو فخریہ ''سید'' بتاتے ہیں۔ اور ہم سے ان لوگوں کے سبب ان حضرات کی تعظیم وتکریم بھی فوت

ہوجاتی ہے جو واقعی نسبی سید ہیں۔انہیں ملازمت میں رکھ کر اگر ان کی شایانِ شان تعظیم نہ کی جائے تو یہ اچھی بات نہیں۔ان خیالات کا اظہار بادشاہ نے ایک دن یوں کیا کہ قاضی صاحب کو بلا کر باتوں باتوں میں ان سے سوال کیا کہ کیا آپ سید ہیں؟ قاضی صاحب نے معاملے کی نزاکت کے پیش نظر فقہائے کرام کی اصطلاح سامنے رکھتے ہوئے یہ جواب دیا: ''ما علوی ہستیم'' (ہم علوی ہیں) بادشاہ اس اصطلاح کو نہ سمجھ سکا اور خیال کیا کہ علوی کوئی اور خاندان ہوگا۔اس لیے قاضی صاحب اور خاندان والے بدستور اپنے مناصب پر قائم رہے۔اسی وقت سے آپ کا خاندان علوی کے نام سے مشہور ہوگیا۔(تلاشِ بسیار کے باوجود یہ متعین نہ ہوسکا کہ یہ واقعہ کس بادشاہ کا ہے،اور آپ کے آباء واجداد میں کس قاضی صاحب کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔)

خود حضرت کے ہم عصر علما و مشائخ و سادات سے آپ کے نسب کے بارے میں گفتگو ہوئی تو صوفی فیروز،صوفی شریف جھنجھانی،سید عثمان تارک،سید تاج الدین قادری،اور سید نور الدین خلوتی وغیرہ نے جواب دیا کہ آپ صحیح النسب بنی فاطمہ میں سے ہیں۔حضرت کے اجداد عرب سے ہند تشریف لائے اور فقہائے عرب کے محاورے کے مطابق خود کو ''علوی'' مشہور کیا۔

تاج الدین قادری فرماتے ہیں کہ میں مرشدی و مولائی حضرت شاہ وجیہ الدین گجراتی کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے لیے حاضر تھا۔دوسرے سادات و مشائخ بھی تشریف فرما تھے،جبھی دوران گفتگو کسی نے کہا کہ میاں وجیہ الدین علوی ہیں،حسینی نہیں۔ان میں سے ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا:حضرت علوی ہیں یا حسینی؟ آپ نے فرمایا:ایسا بھی کوئی ہے جو حسینی ہو اور علوی نہ ہو؟

(تذکرۃ الوجیہ ۳۵،۳۶)

ولادت:

شیخ احمد وجیہ الدین علوی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی ولادت ۲۲؍محرم الحرام ۹۱۰ یا ۹۱۱ھ/

۱۵۰۴ء/۱۵۰۵ء کو گجرات کے شہر احمد آباد کے قریب محمد آباد نامی ایک بستی میں ہوئی جو بعد میں چل کر ''چاپانیر'' گجرات کے نام سے معروف ومشہور ہوئی۔ یہ شہر احمد آباد کے قریب ہی ایک قدیم بستی ہے۔
(بیشتر تذکرہ نگاروں نے آپ کا سالِ ولادت ۹۱۰ھ لکھا ہے۔لیکن مولوی رحمٰن علی نے تذکرۂ علمائے ہند (فارسی) ص ۲۴۹ پر، اور میر غلام علی آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام (مطبوعہ آگرہ ۱۳۱۸ھ) میں سالِ ولادت ۹۱۱ھ لکھا ہے) واللہ اعلم بالصواب

آپ کی ولادت سلطان محمود بیگڑہ کے عہد سلطنت میں ہوئی۔ بچپن ہی سے آپ پاک باز تھے، صاحبِ تذکرہ نے لکھا ہے کہ جب تک آپ کی والدہ وضو نہ فرماتیں آپ دودھ نہ پیتے تھے۔آپ اپنے والد قاضی سید نصر اللہ (متوفی ۹۵۸ھ) کے فرزندوں میں سب سے بڑے تھے۔والد صاحب کی چاہت آپ کے ساتھ زیادہ تھی۔

پدر بزرگ وار قاضی سید نصر اللہ قدس سرہ:

شیخ، عالم، عارف، شریف قاضی نصر اللہ بن شریف عماد الدین رحمہما اللہ تعالیٰ۔ وہ اکابر مشائخ و مشاہیر ہند سے تھے، قرآن وسنت کے سخت پیروکار، اور زہد وتقویٰ کے آثار جبین اقدس سے ہویدا، اور انوار ولایت رونما تھے۔

آپ علم شریعت وطریقت کے جامع بزرگ تھے۔اپنے والد سے مغربی خانوادہ کی، اور حضرت شاہ قاضن چشتی سے سلسلۂ چشتیہ کی خلافت پائی۔سلطان محمود بیگڑہ انہیں اپنے ساتھ محمد آباد (معروف بہ چاپانیر) سے احمد آباد لے کر آیا۔وہ آپ کو اپنے بہت قریب رکھنا چاہتا تھا۔اس لیے اپنے محل سے قریب ہی آپ کی قیام گاہ رکھی اور اس کے عہد میں منصب قضا پر فائز رہے۔

آپ بڑے تقویٰ شعار، اور پرہیزگار بزرگ تھے۔منصبِ قضا پر فائز رہنے کے زمانے میں بھی آپ شریعت کی پوری پابندی کرتے، اور تقویٰ کا بھرپور خیال رکھتے۔جس چیز میں ذرا بھی شبہہ

ہوتا ترک فرما دیتے۔

فرزند کی یاد، ایک عجیب واقعہ

آپ کے والد ماجد شاہ عماد الدین علوی آپ کو بہت چاہتے تھے۔آپ کے بچپن کا زمانہ تھا۔ والد صاحب اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ قاضن رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گئے۔آپ کا معمول تھا کہ ہر ماہ چار پانچ دن اپنے پیر و مرشد کے یہاں گزارتے تھے۔اس بار جوں ہی وہاں پہونچے فرزند کی یاد آئی۔اس لئے شاہ قاضن سے واپسی کی اجازت مانگی۔حضرت نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ آج آتے ہی جانے کی اجازت چاہتے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ اس وقت مجھے اپنے لختِ جگر سید نصر اللہ کی یاد آرہی ہے۔طبیعت ملاقات کے لیے بے چین ہے،شاہ صاحب نے فرمایا:

صبر کرو! اور یہ کہہ کر وضو میں مصروف ہو گئے۔آپ نے دیکھا کہ حضرت شاہ قاضن کے حجرے سے آپ کے صاحب زادے نکل رہے ہیں۔آپ نے آگے بڑھ کر انھیں گود میں اٹھالیا۔اور شاہ صاحب سے عرض کیا کہ اب مجھے اور بھی جلد جانا چاہیے۔کیونکہ بچے کی ماں پریشان ہوں گی۔شاہ صاحب نے فرمایا: تم جاؤ گے تو دیر میں پہونچو گے لہذا اس کی فکر نہ کرو جس طرح یہ آئے ہیں چلے جائیں گے۔(تذکرۃ الوجیہ ص ۸۲،۹۲)

جب سید عماد الدین صاحب گھر واپس آئے تو اپنے فرزند (سید نصر اللہ) سے یہ واقعہ دریافت کیا انھوں نے بتایا کہ میں مکان سے باہر اپنے ہم عمر لڑکوں میں بیٹھا تھا کہ شاہ صاحب آئے اور حجرے میں لے جا کر مجھے مرید بنایا،اور حسب معمول شجرہ اور کلاہ (ٹوپی) عنایت فرمائی،اور پھر اسی طرح گھر پہونچا کر چلے گئے۔

حضرت شاہ نصر اللہ کی اہلیہ مولانا شہاب الدین بن مولانا محمود بن مخدوم علی شیر صدیقی کی دختر نیک اختر تھیں۔شاہ نصر اللہ صاحب کی وفات ۲۰ محرم الحرام ۹۵۸ھ میں ہوئی۔مزار احمد آباد نیلی گنبد میں ہے۔

آپ کے پانچ فرزند تھے۔(۱) سید نجم الدین (۲) سید ظفر الدین (۳) سید بہاء الدین (۴) سید برہان الدین (۵) حضرت شاہ وجیہ الدین علوی۔ آپ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔

(مصدر سابق ص ۳۰، ۳۱)

تعلیم وتربیت:

بچپن میں قرآن کریم حفظ کیا۔ابتدائی تعلیم سے لے کر اکثر علوم وفنون کی کتابیں اپنے چچا قاضی سید شمس الدین علوی سے پڑھیں۔اور حدیث کی کتابیں اپنے ماموں شاہ بڑا ابن شاہ ابو القاسم صدیقی سے پڑھیں۔اور چودہ پندرہ سال کی عمر میں ملک المحد ثین علامہ محمد بن محدث مالکی (م ۹۲۹ھ) تلمیذ حافظ شمس الدین سخاوی علیہما الرحمہ سے حدیث کا دور مکمل کیا۔اور شیخ ابو البرکات بنبانی عباسی کو بھی حدیث کی کتابیں سنائیں، اور ان سے بھی علم حدیث میں استفادہ کیا۔علوم عقلیہ کی تعلیم علامہ عماد الدین محمد بن محمود طارمی (م ۹۴۱ھ) شاگرد رشید علامہ جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی معروف بہ محقق دوّانی سے حاصل کی۔(نزہۃ الخواطر ص ۳۱۵ ج ۴)

محقق دوانی کے ایک دوسرے شاگرد علامہ ابو الفضل مظہر الدین گازروانی سے بھی مختلف علوم و فنون کا درس لیا۔ (تذکرۃ الوجیہ از سید حسینی پیر علوی ص ۳۹)

تبحر علمی:

آپ نے ایک مدت دراز تک مشغولِ تعلیم رہ کر کثیر علوم وفنون میں دست گاہ کامل حاصل کر لی۔ اور علم وفضل کی اس بلندی تک پہونچے کہ اس وقت علماے ہند میں آپ کا کوئی ہم پلّہ نہ تھا۔

مولانا محمد غوثی شطاری تلمیذ علامہ وجیہ الدین علوی لکھتے ہیں:

آپ ولادت کے بعد پانچویں سال کی ابتدا سے تینتیس ۳۳ رسال کے اخیر تک نوع بہ نوع علوم متداولہ غریبہ کی تحصیل میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ ساٹھ علوم سے زیادہ آپ کو حاصل

ہو گئے۔(اردو کی نشو ونما میں صوفیۂ کرام کا حصہ، از ڈاکٹر عبدالحق، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۳ء ص ۳۵)

جب کہ شاہ وجیہ الدین کے بھتیجے سید شاہ ہاشم علوی کے ملفوظات ''مقصود المراد'' میں ہے کہ بائیس سال کی عمر میں ایک سو بیس علوم وفنون حاصل ہو چکے تھے۔(منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی [مترجم اردو] مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۵۸۴)

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) کا بیان ہے کہ:

شیخ وجیہ الدین ایک محقق علی الاطلاق، جامع کمالات و برکات تھے۔عمر دراز، معمر، مرتاض، تدریس علوم میں مشغول، تصنیف وتالیف، طالبین کی ارشاد وتربیت میں مصروف رہتے۔اکثر کتابوں پر ان کے حواشی وشروح نیز ان کی تالیفات ہیں۔لباس میں اس دیار کی عوام کی وضع پر قناعت گزیں۔مرید اگر چہ کہیں اور کے تھے مگر تصوف میں شیخ محمد غوث (گوالیاری) سے انتساب وعقیدت رکھتے۔ان کی وفات ۹۹۷ھ میں ہوئی۔(سبع وتسعین تسع مأة) اپنی خانقاہ کے صحن (احمد آباد، گجرات) میں آسودۂ خاک ہیں۔کاتب سطور (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) جس وقت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے قصد سے اس دیار میں حاضر ہوا ان کی ملاقات سے شرف یاب ہوا اور کچھ اذکار واشغال سلسلۂ عالیہ قادریہ سے بھی انھوں نے مشرف کیا۔اب ان کے جانشین ان کے خلف صدق شیخ عبداللہ ہیں جو علم وحلم اور ریاضت وغربت اور ہمت وعفت اور دیگر تمام اخلاق درویشانہ سے موصوف ہیں۔

(اخبار الاخیار ص ۱۶۴ اشاعت فاروق اکیڈمی، گمبٹ، ضلع خیر پور پاکستان) [1]

آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا جس میں پوری جد وجہد، تن دہی، اور دل سوزی کے ساتھ تشنگان علوم کی علمی پیاس بجھانے میں مصروف ہو گئے۔ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ آپ کی درس گاہ کا

---

(۱) ﴿اور میر غلام علی آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں ان کی تاریخ وفات اس آیت کریمہ سے بتائی ہے:
"لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا" (۹۹۸)۔
مگر اسے اگر اس طرح لکھیں جیسا کہ رسم قرآنی بھی یہی ہے: "لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا" تو اس کا عدد ۹۹۷ ہوگا اور شیخ محدث دہلوی کے بیان کے مطابق ہوگا﴾

آوازہ ہر طرف پھیل گیا۔اس مدرسہ میں تمام علوم وفنون متداولہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔تفسیر،منطق، ریاضی،اور ہیئت وغیرہ علوم پڑھائے جاتے۔اس کے علاوہ طلبہ کی دینی وروحانی تربیت کا بھی اچھا نظم تھا۔

آپ کی بارگاہ سے فیض یاب ہوکر مشتاقان علم،اور طالبان علوم نبویہ نے اپنے انوار علوم و معارف سے ایک عالم روشن کیا۔آپ کی درسگاہ کے فارغ التحصیل بافیض تلامذہ بعض بلاد عرب میں درس دینے پر مامور تھے۔بہت سے شاگردوں نے فراغت کے بعد بلاد عجم میں مسند درس سجائی۔

آخری عمر میں آپ نے چاہا کہ درس دینا بند کردیں،مگر سرور دوجہاں ﷺ کی جانب سے غیبی اشارہ پاکر آپ نے درس جاری رکھا۔اوراس کا نام''درس محمدی'' رکھا۔اس طرح پورے چونسٹھ سال تک آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ''شیخ وجیہ'' سے آپ کے مدرسے کا سالِ تاسیس (۹۳۴) برآمد ہوتا ہے اور''دین'' سے درس وتدریس کی مدت (۶۴ سال) ظاہر ہوتی ہے۔

تلامذۂ اعلام

آپ کی درس گاہ فیض سے بے شمار علما وفضلا نے استفادہ کیا۔کچھ محدث،مفتی،اور مُلّا کے القاب سے مشہور ہوئے،بعض نے مسند قضا وافتا کو زینت بخشی،بعض نے درس گاہیں قائم کیں،کچھ نے خانقاہوں میں بیٹھ کر علمی وروحانی بزم آراستہ کی،ان میں اشرف العلماء والمشائخ حضرت سید صبغۃ اللہ حسینی بھڑوچی ثم مدنی (م ۱۰۱۵ھ) نہایت بابرکت شخصیت کے حامل تھے،جب وہ حجاز مقدس پہونچے تو علماے حرمین شریفین نے ان کی ذات بابرکات سے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔قاضی جلال الدین ملتانی (۹۹۹ھ)،ملاحسن فراغی محدث (۱۰۳۷ھ) اور ملا عبدالرحمٰن اپنے علم وفضل کے باعث اکبری اور جہاں گیری عہد کے باکمال علما میں شمار کیے گئے۔کچھ اور مشہور تلامذہ کے نام یہ ہیں:

(۱)۔شیخ فرید بن عزیز اللہ صدیقی احمد آبادی (م ۱۰۲۶ھ) (۲)۔عثمان بن عیسیٰ صدیقی

(شہادت ۱۰۰۸ھ) (۳) شیخ یوسف بن ابو یوسف بنگالی ثم برہان پوری (۴)۔ مولانا آیس بن ابو آیس حنفی شطاری سامانوی (۵)۔ سید ابوتراب معروف بہ شاہ گدا حسینی شطاری شیرازی ثم لاہوری (م ۱۰۱۷ھ) (۶)۔ سید شاہ عبدالغفور احمد آبادی (۷)۔ عبدالغنی عباسی جون پوری (م ۱۰۲۵ھ) (۸)۔ سید عبدالعزیز احمد آبادی (م ۱۰۳۰ھ) [شارح] (۹)۔ شیخ عبدالقادر بن ابو محمد بن احمد بغدادی (م ۱۰۲۱ھ) (۱۰)۔ عبداللہ عثمانی شطاری (م ۱۰۱۰ھ) (۱۱)۔ سید ضیاء الدین شطاری ملقب بہ ضیاء اللہ (م ۱۰۰۶ھ) (۱۲)۔ سید عبداللہ شطاری (م ۱۰۲۰ھ) یہ دونوں شیخ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہر خمسہ کے فرزند ہیں (۱۳)۔ محمد غوثی بن شیخ حسن بن شیخ موسیٰ صاحب گلزارِ ابرار۔ [۱]

اولادِ امجاد:

حضرت شیخ علوی کے نو فرزند تھے جن میں بوقت وصالِ شیخ پانچ بقید حیات تھے اور دو صاحب زادیاں تھیں۔

﴿۱﴾ حضرت سید شاہ محمد (ولادت ۹۲۸ــــ وفات ۹۹۱ھ) ﴿۲﴾ سید شاہ عبداللہ حسینی (ولادت ۹۳۰ــــ ۱۰۱۷ھ) ﴿۳﴾ سید شاہ حبیب اللہ (احمد آباد سے ہجرت کر کے برہان پور چلے گئے تھے) ﴿۴﴾ سید شاہ عبدالشکور حسینی (انتقال والد کی زندگی میں ہو گیا تھا) ﴿۵﴾ سید شاہ عبدالحق حسینی (متوفی ۲ ربیع الاول ۱۰۴۰ھ) ﴿۶﴾ سید شاہ عبدالواحد حسینی (''فخر اولاد علی'' آپ کا سن وصال ہے) ﴿۷﴾ سید شاہ غالب حسینی (۱۶ ربیع الاول ۱۰۳۳ھ کو وصال ہوا) ﴿۸﴾ سید شاہ حامد حسینی (بڑے خوش نویس اور حافظ قرآن تھے) ﴿۹﴾ سید غضنفر حسینی (بچپن ہی میں ان کا انتقال ہو گیا) صاحب زادیاں ﴿۱﴾ راجی پارسا ﴿۲﴾ امۃ الحبیب (مکہ مکرمہ میں ان کا انتقال ہوا اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب دفن کی گئیں)

---

(۱) ﴿[الف]: تذکرۃ الوجیہ ص ۱۱۳، ۱۳۰۔ [ب] خلاصۃ الوجیہ از شیخ احمد بن محمد فاروقی گجراتی ص ۹، ۱۰ (مخطوطہ) کتب خانہ پیر محمد شاہ، احمد آباد۔﴾

بیعت وارادت:

حضرت شیخ وجیہ الدین علوی نے چشتیہ اور مغربیہ سلسلہ کی تعلیم وتربیت اپنے والد سے پائی پھر شیخ قاضی خان چشتی نہروالی معروف بہ قاضن سے بیعت ہوئے، ان کی صحبت میں رہ کر فیض یاب ہوئے اور سلسلۂ چشتیہ کے مطابق خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔اور سہروردی سلسلے کی تربیت اپنے ماموں شیخ بدرالدین عرف شاہ بڑا ابن ابو القاسم سہروردی اور شیخ نجم الدین صدیقی سہروردی سے حاصل کی۔اور جب آپ پر جذبہ شوق کا غلبہ ہوتا تو سید کبیر الدین مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوتے،اور دردِ دل کی شکایت بتا کر علاج کی درخواست کرتے۔(مقدمہ تذکرۃ الوجیہ ص۱۰)

اور صاحبِ جواہر خمسہ سید شاہ محمد غوث شطاری گوالیاری (متوفی ۹۷۰ھ) کے دامنِ تربیت و ارشاد سے بھی وابستہ تھے، آدابِ طریقت میں ان ہی کے پیروکار رہے، سلوک کی تکمیل بھی ان ہی کے پاس کی۔ (اخبار الاخیار ص۱۶۳وسبحۃ المرجان ص ۲۸وغیرہ)

تصنیفات:

آپ مختلف علوم میں تحقیق وتدقیق، نشر وتالیف، تصنیف وتدوین سے حد درجہ شغف رکھتے۔ اپنی ساری زندگی درس وتدریس، جمع وتالیف، تصنیف وتدوین میں گزار دی۔علوم عقلیہ ونقلیہ پر قدرت وعبور حاصل تھا، مختلف علوم وفنون میں صاحبِ تصانیف کثیرہ ہیں۔تفسیر قرآن، اصولِ حدیث ،فقہ، اصول فقہ، عقیدۂ وکلام ،لغتِ عربی ،علوم لغت، منطق، حکمت، ہیئت، تصوف وتزکیہ کے فنون پر مشتمل کتابیں تصنیف فرمائیں۔انہیں حسن تصنیف وتالیف میں ید طولیٰ حاصل تھا۔عبارت کی عمدگی، ترتیب وتقسیم کی جودت ان کی امتیازی خصوصیات ہیں۔اپنے پیچھے انھوں نے گراں قدر علمی آثار چھوڑے جو ان کی رسوخ علم وفنون اور علوِ مرتبت کی دلیلیں ہیں۔ان کی تصانیف کی تعداد میں اختلاف ہے۔بعض نے ۲۳رکسی نے ۲۴ر بتائی بعض نے چالیس سے متجاوز لکھا، خود حضرت علوی کے جلیل

القدر شاگرد شیخ عبد العزیز خالدی (جن کی شرح آپ کے ہاتھ میں ہے) نے اپنی ایک منقبت میں چالیس سے متجاوز بتایا۔ منقبت کا شعر یہ ہے:

﴿ له فی کل علم اقتدار ☆ وتصنیف تجا وز اربعینا ﴾

''شیخ وجیہ کو ہر علم میں دست رس تھی اور ان کی تصانیف کی تعداد چالیس سے زائد ہیں''

(مقدمہ تذکرۃ الوجیہ)

اور تذکرۃ الوجیہ میں ۶۶ کتابوں کے نام شمار کرائے ہیں جب کہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب '' مآثر الکرام '' میں شروح وحواشی کی تعداد ایک سو ستانوے لکھی ہے۔ یہاں ان کی کچھ مشہور تصانیف کے نام ذکر کیے جاتے ہیں:

﴿ حقیقت محمدیہ ﴾ یہ عربی زبان میں تصوف کے مسائل پر ایک رسالہ ہے۔ یہ رسالہ متوسط سائز کے تیئیس صفحات پر مشتمل ہے، مختصر مگر نہایت جامع ہے۔ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ پیر محمد شاہ احمد آباد میں موجود ہے۔

(۲)۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی (۳)۔ شرح شرح نخبۃ الفکر فی اصول الحدیث (۴)۔ حاشیہ ہدایہ للمرغینانی (۵)۔ حاشیہ شرح وقایہ (۶)۔ حاشیہ شرح عقائد تفتازانی (۷)۔ حاشیہ شرح مواقف جرجانی (۸)۔ حاشیہ شرح مقاصد (۹)۔ حاشیہ تلویح فی اصول الفقہ الحنفی (۱۰)۔ حاشیہ مطول تفتازانی (۱۱)۔ حاشیہ مختصر تفتازانی (۱۲)۔ حاشیہ اصول بزدوی (۱۳)۔ حاشیہ شرح عضدی (مختصر ابن حاجب کی شرح) (۱۴)۔ حاشیہ شرح تجرید اصفہانی (۱۵)۔ حاشیہ بر حاشیہ قدیمہ للمحقق الدوانی (۱۶)۔ حاشیہ حکمۃ العین (۱۷)۔ حاشیہ شرح چغمینی (۱۸)۔ حاشیہ شرح شمسیہ للقطب الرازی (۱۹)۔ حاشیہ شرح کافیہ للجامی (۲۰)۔ شرح ارشاد النحو للقاضی شہاب الدین دولت آبادی (۲۱)۔ شرح ابیات منہل دمامینی (۲۲)۔ شرح جام جہاں نما (۲۳)۔ شرح کلید مخازن للشیخ محمد غوث گوالیاری (۲۴)۔ شرح رسالہ ملا علی قوشجی فی الہیئۃ (۲۵)۔ البسیط فی الفرائض (۲۶)۔ شرح لوائح جامی (۲۷)۔ شرح ابیات تسہیل (۲۸)۔ ترتیب ارکان الصلوۃ (۲۹)۔ حاشیہ شرح تہذیب (۳۰)۔ حاشیہ عین المفتاح (۳۱)۔ رسالہ ایمان (۳۲)۔ رسالہ فی تحقیق ابلیس (۳۳)۔ رسالہ فی اجوبۃ الاعتراضات علی الفاضل الہندی (۳۴)۔ رسالہ

طریقۂ بیعت (۳۵)۔رسالہ مختصر المولد للامام الجزری (۳۶)۔اورادو جیہ (۳۷)۔حاشیۂ ضریری (۳۸)۔رسالہ جنات عدن (۳۹)۔حاشیہ تفسیر رحمانی (۴۰)۔حاشیہ شفا للقاضی عیاض (۴۱)۔حاشیہ آصف خانی (۴۲)۔رسالہ الکلام (۴۳)۔حاشیہ شرح مطالع (۴۴)۔حاشیہ کافیہ لابن الحاجب (۴۵)۔وافیہ شرح کافیہ (۴۶)۔حاشیہ علی حاشیۃ الخیالی (۴۷)۔شرح تحفۂ شاہیہ (۴۸)۔مکتوبات

﴿یہ فہرست: تذکرۃ الوجیہ وخلاصۃ الوجیہ (شیخ احمد بن فاروقی) وتذکرۂ علمائے ہند (مولوی رحمٰن علی) وسبحۃ المرجان، شیخ غلام علی آزاد بلگرامی ص ۴۵، ابجد العلوم قنوجی ص ۶۹۷، الاعلام لخیر الدین الزرکلی ج ۹ ص ۱۲۵، گل زار ابرار شیخ محمد غوثی ص ۴۰۹، و شاہ محمد غوث گوالیاری [پروفیسر محمد مسعود احمد] ص ۱۴۰، وغیرہ کتابوں سے ماخوذ ہے۔﴾

وفات:

ستاسی سال کی عمر میں یک شنبہ کے دن صبح صادق کے وقت ۲۹ محرم الحرام ۹۹۸ھ کو اس دار فانی سے کوچ کیا۔اور شیخ محدث دہلوی نے ۹۹۷ھ لکھا ہے۔احمد آباد، گجرات میں آپ کا مزار مبارک مشہور و معروف اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

﴿میر غلام علی آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں ان کی تاریخ وفات اس آیت کریمہ سے بتائی ہے:

"لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا" (۹۹۸)۔

مگر اسے اگر اس طرح لکھیں جیسا کہ رسم قرآنی بھی یہی ہے: "لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا" تو اس کا عدد ۹۹۷ ہوگا اور شیخ محدث دہلوی کے بیان کے مطابق ہوگا۔

بہر حال علامہ شاہ وجیہ الدین علوی علیہ الرحمہ دسویں صدی ہجری میں علم ظاہر و باطن کے جامع اور ان بلند پایہ علمائے گجرات سے ہیں جن کے احسانات سے اہل ہند کبھی سبک دوش نہیں ہو سکتے۔

ابن یونس برکاتی رضوی حفظہ اللہ

استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ

مئو۔یو۔پی۔انڈیا

شرح حقیقتِ محمدیہ فارسی کے مصنف

از: مولانا نظام الدین مصباحی گجراتی

شیخ عبد العزیز بن ولی محمد الخالدی قدس سرہ

ہندوستان کا صوبۂ گجرات جو ماضی میں علوم وفنون کا مرکز تھا۔ جہاں بے شمار محدثین، مفسرین علما، فقہا اور صوفیاے کرام جلوہ گر ہوئے۔ مگر افسوس ان میں بہت سے وہ ہیں کہ جن کے بارے میں کتبِ تاریخ وسیر تفصیلی معلومات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ان میں سے شیخ عبد العزیز قدس سرہ ایک ہیں۔ آپ گجرات کے پایۂ تخت پٹن کے باشندہ تھے۔ چنانچہ آپ کی کتاب شرح مختصر مواد وملا ما جزری قدس سرہ قلمی کے سرورق پر تحریر ہے: اعلم العلماء، افضل الفضلاء، استاذ الاساتذہ الشیخ عبد العزیزبن ولی محمد الخالدی الفتنی الاصل، الاحمد آبادی المسکن المشهد۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ گجرات کے علاقۂ پٹن کے رہنے والے تھے (الفتنی: پٹن کا معرب اسم منسوب ہے)۔ بعد میں احمد آباد کو اپنا وطن بنایا۔ آپ نے اپنی علمی اور روحانی تشنگی بجھانے کے لیے مدرسہ عالیہ علویہ میں جو احمد آباد میں اپنا ایک مقام رکھتا تھا، داخلہ لیا۔ اور استاذ الہند حضرت علامہ شاہ وجیہ الدین علوی قدس سرہ العزیز سے مختلف علوم وفنون کی تحصیل کی۔ معقول ومنقول میں کامل دستگاہ حاصل کی۔ جس کے نتیجہ میں مدرسہ عالیہ علویہ میں درس وتدریس اور افتا کی ذمہ داری سے نوازے گئے ۔اور طویل مدت تک تدریس اور فتوی نویسی کی ذمہ داری کو نبھایا۔ آپ سے بے شمار لوگوں نے فیض پایا۔ آپ نے درس وتدریس اور افتا کے ساتھ تصنیف وتالیف کو بھی اپنی زندگی کا مشغلہ بنایا۔ چنانچہ آپ نے درسی کتابوں پر حواشی وشروح کے ساتھ مختلف دیگر موضوعات پر بھی کتابیں لکھیں۔ آپ کثیر التصانیف تھے۔ چنانچہ علامہ احمد بن محمد الفاروقی اپنے رسالہ خلاصۃ الوجیہ قلمی میں رقم طراز ہیں:

"له تاليفات كثيرة"

آپ کی مصنفات میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) شرح فتوح الغیب، مخطوطہ حضرت پیر محمد شاہ لائبریری احمد آباد ۔ (۲) آداب اللحیة، مخطوطه (۳) عربی اشعار پر مشتمل دیوان۔ مخطوطہ۔ (٤)شرح حقیقة محمدیة، تصوف، مخطوطه (٥) الفتوحات العزیز یة فی شرح الآداب الحنفیة فی المناظرة ، مخطوطه (٦) شرح مختصر مولود للامام الجزری ، مخطوطه (٧) ذریعة المقبول فی بیان صلوة حضرة الرسول صلی الله تعالیٰ علیه وسلم (٨) رساله تفسیر جنات عدن کی شرح ۔ یہ دونوں کتابیں احمد آباد کے قاضی رضاء الحق کے کتب خانہ میں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ آپ حضرت استاذ الہند علامہ سید احمد وجیہ الدین علوی قدس سرہ کے ان تلامذۂ خاص سے ہیں جو باعتبار تصنیف وتالیف دوسروں سے ممتاز تھے۔

آپ نے ۸ر شعبان المعظم ۱۰۳۰ھ کو اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ ”عالم دہر رفت“ (۱۰۳۰) سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔

﴿مراجع﴾

(۱) تذکرۃ الوجیہ۔ ص ۱۲۳

(۲) خلاصۃ الوجیہ۔ ص ۵

(۳) گجرات کے مشاہیر علماء ص ۵۵

محمد نظام الدین المصباحی

خطیب مکہ مسجد بولٹن، یوکے

بسم الله الرحمن الرحیم و به نستعین

و منه البدایة و الیه النهایة علیه توکلت و الیه انیب

بثنای پروردگار رسید که حقیقت محمد را مسطره اشعه لمعات جمال جمیع احدی ساخت و از انجا پر توی بر حقایق سایر خلایق عالم انداخت

در جانها و تباین طبقات بهم انداخت غایة کمالات در این آئینه

و ابدایات پسندیده ایکه هر شکسته زبانی بر اوج امکان زبان گشاد

و هر آشفته دلی را چه یارای سحر آرائی که حمدی که سزاوار

بارگاه کبریائی او بود و ثنای که شایان درگاه اوی تواند کرد

بلکه اینجا اظهار اعتراف بعجز و قصور عین قصور است و از حسن ادب دور

شعر

حمدی که هیچ گوهر بحر گران بود ۰ حمدی که شکر نعمت هر دو جهان بود

حمدی که در تصور او کائنات ۰ چندانکه مستزاد کنی بیش از آن بود

حمدی بدان مشابه که ادراک کنان ۰ بر تر ز پایهٔ خرد خود و دان بود

حمدی که عقل را فلک ادراک نیست ۰ بر مسند معاصر خود کامران بود

حمدی که چون ز حیطهٔ جان سر برون کند ۰ هر ذره موی در سر او صد زبان بود

حمدی که چون قدم کشد از تنگنای فکر ۰ جولان گهش بیابان لامکان بود

حمدی که چون زبان ذهن زینت بیان ۰ تحسین قدسیان همه نعم البیان بود

حمدی که در هوایش ملایک فکنده پر ۰ تا خود چه جای حوصلهٔ انس و جان بود

حمدی که نه ملک نه انسان نه از وی خبر ۰ یا خود بدان خود مقصد آن بود

با دا ثنا و مدح که قدس کبریا ۰ کو مصدر حامد و فدوی بود

از حمد با حضی که بگوید بندگان ۰ کی در خور خدای حق عز شان بود

لا احصی است ختم خطاب در این ثنا ۰ این گفت و گو چه لایق آن آستان بود

در اوج کبریایش فلک است بال تحیر ۰ این شاه باز قدسی که عرش آشیان بود

و آنگاه خطاب بنگر سلطان عرشش بکمال رحمت خلیل

کرد الود عاشقان درد آلود را در چمن زاری خاک خوار

شفقت پروردگاری پرورد داشته و باغبان محبتش در گلستان جان

عارفان بر کنار جویبار ولم مخافة مقام ربه جنتان در انهار

هل جزاء الاحسان الا الاحسان تخم سعادت عرفان و نهال کرامت

ایمان کاشته لیکن برابر باب فطرت پیدا است و اصحاب خبرت هو


احادیثے کہ جماعۃ از ائمہ حدیث روایت کردہ اند باسناد ہاء خویش تا
یا فیہ اقتصار بر ہمین کردہ ابدال اللہ و سکانہ رضی اللہ عنہم البلاد عن ہمہ
الامۃ و قید نمود کہ بعضی ائمہ مکان صوب ابراہیم و مکان ابراہیم جبرئیل
و مکان جبرئیل میکائیل و مکان میکائیل اسرافیل و مکان اسرافیل
عزرائیل صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین افزودہ و نیز جمع
کردہ اند کہ مذکور ہست در ہمین حدیث شمس قطب ہست و ہم غوث
و مرتبہ او در اولیا مجموع مرتبہ نقطہ از دایرہ ہست و نیز ابن ابی
عساکر رحمہ اللہ نقل فرمودہ انہ قال البدلاء بالشام والنجباء بمصر والعصب
بالعراق و النقباء بخراسان والاوتاد بسائر الارض و الخضر علیہ السلام
سید القوم و نیز از خضر علیہ السلام نقل فرمودہ انہ قال ثلثمائۃ ہم
الاولیاء و سبعون ہم النجباء و اربعون ہم اوتاد الارض و
عشر ہم النقباء و سبعۃ ہم العرفاء و ثلثۃ ہم
ہم المختارون و واحد ہو
الغوث ۵ ۵
الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

بلغ المقابلہ

عکس صفحہ آخر نسخہ پیر محمد شاہ لائبریری احمد آباد

بسم الله الرحمن الرحیم

و منه البدایة و الیه النهایة علیه توکلت و الیه
انیب ابتدای کتاب ثنای پروردگاری نیز لیا
که حقیقت محمدی را مطرح و اشعهٔ لمعات جمالش
جمع احمدی ساخت و از اظهار توی بر حقایق
سایر خلایق هیچ تفاوت در جهات هم و تباین طبقات
هم ابداخت غایة کمالات را در آن آینه دید و از
آنکه بستود لیکن هر شکسته زبان را چه امکان
زبان کشایی و هر آشفته رای را چه یارای
ادایی که حمد یکه سزاوار بارگاه کبریاء او بود
و ثنایی که شایان درگاه او تواند کرد بلکه اکتفا
اظهار اعتراف بعجز و قصور عین قصور است
و از حسن ادب دور است حمدی که همچو بحر کرم
بیکران بود حمدی که شکر نعمت هر دو جهان بود
حمدی که در تضاعف ذرات کائنات چندانکه
مستزاد کنی بیش لسان بود حمدی که از آن متشابه که
ادراک کند او بر تر زپایه خرد و خورده دان بود
حمدی که ظل رایتش ار بر کسی فتد بر مسند
مقاصد خود کامران بود حمد یکه چون ز حیطهٔ
حیطه جان سر برون کند هر تار موی بر سر او
صد زبان بود حمدی که چون قدم کشد از ضیق کن
فکان نه چو لانه گهش بساحت لامکان بود حمدیکه
چون زبان دهد ش زینت بیان تحسین قدسیان
همه نعم البیان بود حمدی که در هواش ملایک فکنده پر
تا خود چه جای حوصلهٔ انس و جان بود حمد یکه نی
ملک کند انشا نه انس و جن بل خود بذات خود
متصدی آن بود تا دانشا ربار که قهر کبریا
که مصعد معاند قته و سبان بود آن حمد با قصی
بگویند بندگان کی در حمد خدای حق عزشان بود
لا احصی است تحفهٔ خاصان در آن جناب این گفتها
جلایق آن آستان بود در اوج کبریاش فکنده است
[illegible] آن شاه باز قدس که عرش آشیان بود
و افتتاح خطاب بشکر منعمی سزد که سلطان غرتش
بکمال مرحمت رخسارهٔ گرد آلودهٔ عاشقان در دیالو
را در جنین زار بجا از خاک خواری بدست شفقت
پروردگاری برداشته و باغبان در محبتش
در گلستان جان عارفان بر کنار جوی بار و لمن
خاف مقام ربه جنتان در انهار هل جزاء الاحسان
الا الاحسان تخم سعادت عرفان و نهال کرامت
ایمان کاشته لیکن برار باب فطرت پیدا است و بر

عکس صفحہ اول نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ

عليه السلام نقل فى مودة القربى انه قال ثلثمائة
هم الاولياء والسبعون هم النجباء واربعون
هم اوتاد الارض وعشرة هم النقباء وسبعة هم
العرفاء وثلاثة هم المختار و واحد هو الغوث
تم المتن مع الشرح لكن التركيب لشرح هكذا
من غير علامة التمام قد وقع الفراغ من
النسخة الميمونة المباركة المسماة بالحقيقة المحمدية
صلى الله عليه وسلم فى علم التصوف من تصنيف شيخ
المحقق والحبر المدقق العارف بالله الواصل الى الله
الهادي للسالكين الى الله امام الواصلين بندگی حضرت
شاه وجيه الحق والدين الرضوي العلوي
المخاطب بخطاب سبحانى خاتم المحققين حيدر على
الثانى طاب الله ثراه وجعل الجنة مثواه بالشرح
ميان عبد العزيز كه خليفه حضرت ايشان بودند مين
باينان رحمة الله عليه وقت الضحى يوم الجمعة لاثنين
من شهر الشعبان المنظوم فى سلك سنة تسع وستين
بعد الف من هجرة سيد الاولين والآخرين عليه
افضل الصلوة والسلام وعلى آله واصحابه بيد
الفقير الى رحمة الله الغنى مصطفى بن عبد القايم
غفر الله له ولوالديه واحسن اليهما واليه محض
منه وكرمه بحرمت سيد المرسلين صلى الله عليه

عکس صفحہ آخر   نسخہ خدابخش لائبریری پٹنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصوف میں ایک معرکۃ الآرا کتاب

ایضاحِ حقیقت

ترجمۂ شرحِ حقیقتِ محمدیہ

مصنف: علامہ شاہ شیخ وجیہ الدین احمد علوی گجراتی رحمہ اللہ

شارح: علامہ شیخ عبد العزیز خالدی رحمہ اللہ

مترجم: مولانا نصر اللہ رضوی مصباحی حفظہ اللہ

اهتمام

المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ (یو پی) انڈیا

بسم الله الرحمن الرحيم

ومنه البداية واليه النهاية عليه توكلت واليه انيب

ابتدائے کتاب بہ ثنائے پروردگارے زیبد کہ حقیقت محمدی را مطرح اشعۂ لمعات جمال جمع احدی ساخت۔ وازاں جا پرتوے بر حقائق سائر خلائق علی تفاوت درجاتہم وتباین طبقاتہم انداخت۔ غایت کمالات را دراں آئینہ دید وآن را بہ آئینگی پسندید۔ لیکن ہر شکستہ زباں را چہ امکانِ زبان کشائی، وہر آشفتہ رائے را چہ یارائے سخن آرائی کہ حمدے کہ سزاوار بارگاہ کبریائے او بود۔ وثنائے کہ شایانِ درگاہ او تواند کرد، بلکہ ایں جا اظہار اعتراف بعجز وقصور عین قصور است، واز حسنِ ادب دور۔

۱۔ حمدے کہ ہمچو بحر کرم بیکر اں بود	حمدے کہ شکر نعمت ہر دو جہاں بود
۲۔ حمدے کہ در تضاعف ذرات کائنات	چنداں کہ مستزاد کنی بیش ازاں بود
۳۔ حمدے بداں مشابہ کہ ادراک کنہ او	برتر زپایۂ خر د و خوردہ داں بود
۴۔ حمدے کہ ظل رایتش ار برکسے فتد	بر مسندِ مقاصدِ خود کامراں بود
۵۔ حمدے کہ چوں زحیطۂ جا ن سر بروں کند	ہر تارِ مو ے برسراو صدزباں بود
۶۔ حمدے کہ چوں قدم کشد ازضیق کن فکاں	جولاں گہش بناحیت لامکاں بود
۷۔ حمدے کہ چوں زباں دہدش زینت بیاں	تحسین قدسیاں ہمہ نعم البیاں بود
۸۔ حمدے کہ درہواش ملائک فگند ہ پر	تا خود چہ جائے حوصلۂ انس و جاں بود
۹۔ حمدے کہ نہ ملک کند انشا نہ جن و انس	بل خود بذات خود متصدی آں بود

(۱) ب: ''درحنینِ زاری''

بسم الله الرحمن الرحيم۔

اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا۔

اور اسی سے ابتدااور اسی کی جانب انتہا ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیااور اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں۔
آغازِ کتاب اسی پروردگار کی حمد وثنا سے زیبا ہے جس نے حقیقتِ محمدی کو جمالِ جمع احدی کی نورانی کرنوں کی جلوہ گاہ بنایا۔ اور وہاں سے ساری حقایقِ خلایق پر ان کے تفاوتِ درجات اور تباینِ طبقات کے مطابق ایک پرتو ڈالا۔ انتہائے کمالات کو اس آئینہ میں دیکھااور آئینہ ہونے کے لیے اسے پسند کیا۔

لیکن ہر شکستہ زبان کو لب کشائی کی سکت کہاں؟ اور ہر آشفتہ رائے کو سخن آرائی کی مجال کہاں؟ کہ ایسی حمد بجالا سکے جو بارگاہ کبریائی کے لائق ہو۔ اور ایسی ثنا کر سکے جو اس کی درگاہ کے شایانِ شان ہو۔ بلکہ اس مقام پر عاجزی اور کوتاہی کے اعتراف کا اظہار عین قصور اور حسن ادب سے دور ہے۔

۱۔ ایسی حمد جو بحر کرم کی طرح بیکراں ہو۔ ایسی حمد جو دونوں جہان کی نعمتوں کا شکریہ ہو۔

۲۔ ایسی حمد کہ کائنات کے ذروں کو دونادون کرتے ہوئے جس قدر بھی بڑھاؤ وہ حمد اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔

۳۔ اس درجے کی حمد جس کی حقیقت کا ادراک عقل کی رسائی اور باریک بینوں کے مقام سے برتر ہو۔

۴۔ ایسی حمد کہ اس کے پرچم کا سایہ اگر کسی شخص پر پڑ جائے تو وہ اپنے مقاصد کی مسند پر کامراں ہو جائے۔

۵۔ ایسی حمد کہ جب احاطۂ جان سے سر نکالے تو ہر تارِ مو اس کے سر پر سوز بان ہو جائے۔

۶۔ ایسی حمد کہ جب کن فکان کی تنگی سے قدم کھینچے تو گوشۂ لامکاں اس کی جولان گاہ ہو۔

۷۔ ایسی حمد کہ جب زبان اس کو زینتِ بیان بخشے تو سارے مقرب فرشتے تحسین وآفرین کہتے ہوئے بول پڑیں: کیا خوب بیان ہے!۔

۸۔ ایسی حمد کہ جس کی فضا میں طائرانِ قدس بھی اپنے پر جھکا دیں پھر بھلا انسانوں اور جنوں کے حوصلوں کا کیا مقام رہ جاتا ہے۔

۹۔ ایسی حمد کہ نہ کوئی فرشتہ اسے انشا کرے نہ کوئی جن وانس۔ بلکہ وہ بذاتِ خود وہ حمد کرنے والا ہو۔

۱۰۔ بادا نثار بارگہِ قدس کبریا | کو مصعد محامد قُدوسیاں بود

۱۱۔ آں حمد ناقصے کہ بگویند بندگاں | کے درخورِ خدائے حق عز شاں بود

۱۲۔ لااحصی است تحفۂ خاصاں دراں جناب | ایں گفت ہا چہ لائقِ آں آستاں بود

۱۳۔ دراوجِ کبریاش فگندہ است بالِ عجز | آں شاہ بازِ قدس کہ عرش آشیاں بود

وافتتاحِ خطاب بہ شکرِ منعمے سزد کہ سلطانِ عزتش بکمال مرحمت رخسارۂ گردآلودۂ عاشقانِ در آلودہ رادرچنیں زاری از خاک خواری بدستِ شفقتِ پروردگاری برداشتہ وباغبانِ محبتش درگلستانِ جان عارفاں برکنار جوے بار ولمن خاف مقام ربہ جنتان درانہارِ بہار[1] هل جزاء الاحسان الا الاحسان تخم سعادت عرفان ونہالِ کرامتِ ایمان کاشتہ۔ لیکن برارباب فطرت پیداست و اصحاب خبرت ہویدا کہ ادائے چنیں شکرے کہ موازی این نعمتِ عظمیٰ ومقابل ایں احسان کبریٰ بود اززبانِ انسانِ ضعیف البیان[2] وبیان خامۂ مکسور اللسان کے بظہور انجامد باوجود آں کہ[3] بااو نعمتہائے غیرمتناہیہ منظّم باشد۔ چنانچہ حق عزشانہ خود فرمودہ کہ " وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها" شعر:

اگر ہر موئے من گردد زبانے | بود ہریک ترا تسبیح خوانے

ہنوز از بے زبانی خفتہ باشم | زصد شکرت یکے ناگفتہ باشم

وبصلواتِ نامیات وتحیاتِ زاکیات بارواحِ مطہرۂ انبیاورسل خصوصاً بروحِ مقدسۂ ہادیِ سبل، خاتم النبیین، سیدالمرسلین، رحمۃ للعالمین، شعر: ؎

(۱) الف: درانہارِ هل۔ (۲) الف: "البیان"۔ (۳) ب: باوجودے کہ۔

۱۰۔ یہ حمد خدائے کبریا کی بارگاہ قدس میں شمار ہو کیوں کہ وہی بارگاہ قدوسیوں کے محامد کی صعود گاہ ہے اور ان کی حمدیں اسی بارگاہ تک عروج وارتقا پاتی ہیں۔

۱۱۔ وہ حمد ناقص جو بندوں کی زبان سے ادا ہو خدائے حق عزّ شانہ کے شایانِ شان کیا ہوگی؟۔

۱۲۔ لا اُحصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ "(میں تیری ثنا کا شمار نہیں کر سکتا) اس بارگاہ میں خاص بندوں کی عرض ہے۔ پھر یہ باتیں اس آستانۂ بلند کے لائق کیا ہوں گی؟۔

۱۳۔ اس کی کبریائی کی بلندی میں اس شاہ بازِ قدس نے عاجزی کے پروبال جھکا دیئے ہیں جو عرش آشیاں ہوا کرتا ہے۔

اور بیان کا آغاز اس مُنعم جلیل کے شکر کے ساتھ مناسب ہے جس کے سلطانِ عزت نے بکمالِ رحمت، درد بھرے عاشقوں کا گرد آلود چہرہ بے چارگی کی حالت میں مربّیانہ دستِ شفقت سے خاکِ ذلت سے اٹھایا۔ اور جس کے باغبانِ محبت نے جانِ عارفاں کے گلستاں میں دریائے "ولمن خاف مقام ربه جنتان"[۱] کے کنارے "هل جزاء الاحسان الا الاحسان"[۲] کے دریاؤں میں سعادتِ عرفان کی تخم ریزی کی اور کرامتِ ایمان کا پودہ اگایا۔

لیکن اربابِ فطرت پر ظاہر اور اصحاب علم و دانش پر آشکارا ہے کہ ایسا شکر جو اس نعمت عظمٰی کے ہم پلہ اور اس منّتِ کبریٰ کے مقابل ہو، وہ انسان ضعیف البیان کی زبان اور خامۂ شکستہ زبان کے بیان سے کب ادا ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ غیر متناہی نعمتیں بھی نہایت حسنِ انتظام کے ساتھ پیہم ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ عزّ شانہ خود ارشاد فرماتا ہے: " وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا "[۳] اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔ شعر:

اگر میرے ہر ہر بال کو زبان مل جائے پھر ہر ایک تیرا تسبیح خواں ہو جب بھی میں اپنی بے زبانی سے خوابیدہ رہوں گا۔ اور ہزار میں سے ایک شکر بھی ادا نہ ہو سکے گا۔

اور مناسب ہے کہ ابتدائے کتاب و آغاز خطاب آراستہ ہو دم بدم بڑھنے والے درودوں اور پاکیزہ تحیتوں سے جو انبیا و رسل کی پاک روحوں کو پیش ہوں خصوصاً ہادی سُبُل، خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین کی روح مقدس کو،

(۱) سورہ رحمٰن ر آیت ۴۶۔ (۲) سورہ رحمٰن آیت ۶۰۔ (۳) سورہ ابراہیم آیت ۳۴۔

محمد شہِ لاجوردی سریر کزو گشت ہستی عمارت پذیر

زدروازۂ شرعِ رایت فراز زکنجِ فلک گوہرآمائے راز

مزین کردہ می آید کہ عالم و عالمیاں، وآدم وآدمیاں بطفیل وجودِ او موجود گشتہ چنانچہ ایں دا

حدیثِ قدسی "لولاك لما خلقت الافلاك ـ ولو لا ك لما اظهرت ربوبيتى" دوشاہدِ صادق

عادل ایں دعوی است[1] وزبانِ مقالِ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز بداں ناطق کہ "آد

و من دونه تحت لوائى ولافخر" ولسانِ حالِ آں خلاصۂ موجودات بآں مترنم کہ: شعر:۔

۱۔ فانى وان كنت ابن آدم صورة فلى فيه[2] معنى شاهد بابوتى

۲۔ گفتا بصورت ارچہ زاولاد آدم از روے مرتبہ بہمہ حال برترم

۳۔ چوں بنگرم درآئینہ عکسِ جمالِ خویش گردد ہمہ جہاں بحقیقت مصورم

۴۔ خورشیدآسماں ظہورم عجب مدار ذراتِ کائنات اگر گشت مظہرم

۵۔ ارواحِ قدس چیست نمودار معنیم اشباحِ انس[3] چیست نمودار پیکرم

۶۔ بحرِ محیط رشحۂ از فیض فائضم نورِ بسیط لمعۂ از نورِ ازہرم

۷۔ از عرش تا بفرش ہمہ ذرۂ بود از نورِ[4] آفتاب ضمیر منورم

۸۔ روشن شود زروشنیِ ذاتِ من جہاں گر پردۂ صفاتِ خود از ہم فرو درم

---

(۱) الف میں یہ عبارت حدیث کے پہلے ہے۔ (۲) ب: " فلی فیّ "۔ (۳) الف: "اشباحِ نفس"۔ (۴) نسخہ ب: درنورآفتاب ضمیر منورم

جن کا اسم گرامی محمد، تختِ لاجوردی کے شہ نشین شہنشاہ، جن سے وجود وہستی کی عمارت تعمیر ہوئی۔ جو شریعت کے دروازے سے پرچم بلند کرنے والے، آسمان کے گوشوں سے راز کے موتی پرونے والے، سارا جہان اور جہان والے، آدم اور سارے آدمی انہیں کے وجود کے طفیل موجود ہوئے۔ چنانچہ یہ دونوں حدیث قدسی اس دعوے پر دو شاہدِ صادق وعادل ہیں۔

(نمبر۱) لولاك لما خلقت الافلاك۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

(نمبر۲) لولاك لما اظهرت ربوبيتي : اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔[۱] اور اس دعوے پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقال بھی ناطق ہے۔ فرماتے ہیں:

"آدم و من دونه تحت لوائي ولا فخر" آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سارے لوگ (انبیائے کرام، رسولانِ عظام، باقی خواص وعوام) میرے لواء الحمد کے سایہ تلے ہوں گے، اور یہ اظہار بطور فخر نہیں۔

اور اس خلاصۂ موجودات کی زبانِ حال یوں ترنم سنج ہے: (ترجمۂ شعر)

میں صورت میں اگرچہ آدم کا فرزند ہوں مگر ان کی ذات میں میری ایک ایسی حقیقت موجود ہے جو میری اُبُوَّت پر شاہد ہے۔

۲۔ شعر بزبانِ حال فرمایا: میں صورت میں اگرچہ اولاد آدم سے ہوں مگر مرتبہ کے لحاظ سے بہر حال برتر ہوں۔

۳۔ میں جب آئینے میں اپنا عکسِ جمال دیکھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارا جہان حقیقت میں میری صورت ہے۔

۴۔ اے خورشید آسمان! اگر کائنات کا ذرہ ذرہ میرا مظہر بن گیا تو تو میرے ظہور پر تعجب مت کر۔

۵۔ ارواحِ قدس کیا ہیں؟ میرے معنی کا نمود! جانوں سے متعلق اجسام کے ہیکل کیا ہیں؟ میرے پیکر کا ظہور!

۶۔ بحر محیط میرے فیضِ بیکراں کا ایک قطرہ ہے۔ اور نور بسیط میرے نورِ تاباں کی ایک جھلک۔

۷۔ عرش سے فرش تک ہر ذرّہ میرے ضمیرِ منور کے آفتاب سے رونما ہے۔

۸۔ میری ذات کی روشنی سے سارا جہان روشن ہو جائے اگر میں اپنی صفات کا پردہ چاک کر دوں۔

(۱) ص ۲۴۴ دیکھیں۔

۹۔ آبے کہ زندہ گشت ازو خضر جاوداں | آں آب چیست قطرۂ از حوضِ کوثرم

۱۰۔ واں دم کزو مسیح ہمی مردہ زندہ کرد | یک نفخۂ بود از نفسِ روحِ پرورم

۱۱۔ فی الجملہ مظہر ہمہ اشیااست ذاتِ من | بل اسمِ اعظمم بحقیقت چو بنگرم

ورافت ورضوان ورحمت وغفران برآل واصحاب وخیل واحزاب وبرمتابعان واحباب اوازارباب علم وعرفان واصحابِ استدلال ووجدان خواستہ می آید کہ ہادیِ شریعت اندوراہ نمائے طریقت وحقیقت[1]

اما بعد! چنیں گوید ذرّۂ ناچیز عَبْدُ الْعَزِیْز رزقہ اللہ تعالیٰ الرضا وشرفہ اللقاء مع الاسلاف والاحباء کہ اشارت نمود بلکہ امر فرمود کسے کہ واجب است دردین طریقت طاعتِ او ، ودرشریعت وحقیقت اجابتِ او۔ کہ رسالۂ نفیسہ متبرکہ حضرت[2] شیخی واستاذی، العارف باللہ، المحیی سنۃ رسول اللہ، ہادی المسلمین، مقتدی العارفین، الشیخ وجیہ الحق والدین قدس اللّٰہُ سِرّہ ورفع فی الملأ الاعلیٰ ذکرہ و نفعنا من برکاتہ ورزقنامن فتوحاتہ کہ مسمیٰ است بہ ''حقیقتِ محمدی'' باصغرِ حجم واختصارِ عبارت ، مبین حقائق الٰہیہ است کہ مقصد اقصیٰ طائفۂ صوفیہ است ، وکاشفِ اسرارِ شریعت رسالت پناہ است[3] کہ مقصد اعلیٰ زمرۂ علمائے علیہ است۔ ومشتمل است برتطبیق کلامِ فریقین با توفیق مطلبین ۔ شعر:

سالہا در کمالِ[4] ایں نسخہ | شرح و بسط ار دہم سزاوار است

کہ درو ایں قدر مقاصد را | دادہ اند انتظام بسیار است

---

(۱) الف میں ہے: ''برآل واصحاب وخیل واحزاب او، وبرمتابعان واحباب او، وبرارباب علم وعرفانِ او، وبراہلِ استدلال ووجدانِ او کہ ہادیانِ شریعت وراہ نمایانِ طریقت وحقیقت اندخواستہ می آید مستجاب وعطاباد۔ آمین!''۔ (۲) حضرت۔ (۳) رسالت پناہی است۔ (۴) ب: کلام۔

۹۔ جس پانی سے حضرت خضر نے حیاتِ جاوداں پائی وہ پانی کیا ہے؟ میرے حوضِ کوثر کا ایک قطرہ۔

۱۰۔ وہ پھونک جس سے حضرت مسیح علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ میرے روح پرور سانس کی ایک ہوا تھی۔

۱۱۔ مختصر یہ کہ تمام چیزوں کی مظہر میری ذاتِ عالی ہے۔ بلکہ جب میں نگاہِ غور سے دیکھتا ہوں تو حقیقت میں میں اسم اعظم ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے رافت ورضوان، رحمت وغفران اور بخشش کا نزول مطلوب ہے۔ سرور عالم کے آل واصحاب، لشکر وجماعات، متبعین واحباب، اربابِ علم وعرفان اور اصحابِ استدلال ووجدان پر کہ وہ شریعت کے ہادی اور طریقت وحقیقت کے راہ نما ہیں۔ یہ طلب مقبول ہو، اور یہ مطلوب عطا ہو۔

امابعد:۔ ذرۂ ناچیز عبدالعزیز (اللہ تعالیٰ اسے اپنی خوشنودی عطا فرمائے اور احباب واسلاف کے ساتھ اپنی ملاقات سے مشرف فرمائے) یوں عرض کرتا ہے کہ اس ذات گرامی نے کہ دین طریقت میں جس کی اطاعت اور شریعت وحقیقت میں جس کا قول قبول کرنا واجب ہے، اشارہ کیا بلکہ حکم دیا کہ حضور پیر طریقت، استاذ گرامی، عارف باللہ، رسول اللہ کی سنت زندہ کرنے والے، مسلمانوں کے ہادی، عارفوں کے مقتدا، شیخ وجیہ الحق والدین (اللہ تعالیٰ ان کے باطن کو مقدس بنائے اور ملأ اعلیٰ میں ان کا ذکر بلند فرمائے، اور ہمیں ان کی برکات سے نفع اندوز، اور ان کی فتوحات ونوازشات سے بہرہ ور بنائے) کا رسالہ موسومہ بہ ''حقیقتِ محمدیہ'' جو اپنے حجم میں کم اور عبارت میں مختصر ہونے کے باوجود حقائق الٰہیہ کو واضح کرنے والا ہے۔ جو گروہِ صوفیہ کا مقصدِ بلند ہے۔ اور شریعتِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار کو اجاگر کرنے والا ہے، جو زمرۂ علمائے اعلام کا مطلب بلند ہے۔

اس طرح یہ رسالہ فریقین کے کلام اور دونوں کے مطالب میں توفیق وتطبیق پر مشتمل ہے۔ شعر: ؎

اگر سالہا سال تک اس نسخے کا کمال شرح وبسط سے بیان کروں تو بھی مناسب ہے۔ کیونکہ اس کتاب کے اندر جس قدر جواہر مقاصد کو پرویا ہے وہ بہت ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحیم

وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ رَبِّ يَسِّرْ وَ تَمِّمْ بِالْخَيْرِ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ

لیکن از جہت غریب[1] بودنِ او[2] مفہوم ہر فہمِ قاصر، و مدرک ہر ذہنِ فاتر نمی تواند شد اگر ترجمۂ او

بہ زبانِ فارسی کردہ آید ہر آئینہ[3] نفعِ عام، و فائدۂ تمام حصول انجامد۔

وچوں ایں فقیر خود را لائقِ ایں امرِ خطیر نمی دید از اقدام بریں مرام خود را می کشید۔ ہر چند ازیں

جانب تباعد و تقاعد می شد، اہتمام و اجتہاد ازاں جانب در تزاید می بود۔ آخر الامر بہ ہیچ وجہ چوں خود را مخلص

نیافتم لاجرم سوے ایں خدمت شتافتم۔

وگرنہ از منِ مسکین چہ[4] آید کہ بابِ ایں خزائن را کشاید۔ وبعد از استخارہ بہ جنابِ اقدس حضرت

باری جل ذکرہ وتوجہ بروح مقدس حضرت رسالت پناہی رفع فی الملأ الاعلیٰ ذکرہ وبروح حضرت

شیخی واستاذی قدس سرہ شروع نمود۔

بسم الله الرحمن الرحیم

شروع می کنم ایں کتاب را بنامِ خداے یگانہ کہ روزی دہندۂ مومنان و کافران و مطیعان و عاصیان

است در دنیا، و بخشندۂ مومنان است در آخرت۔

وبہ نستعین وہم بداں خداے یاری می خواہیم ما: رب یسر و تمم بالخیر پروردگارا! آسان

بکن تو ہمہ کارہاے ما را، خصوصاً ایں کتاب را و تمام بکن خاتمۂ احوالِ ما را، خصوصاً ایں کتاب را بہ نیکوئی۔

وما توفیقی الا باللہ ونیست توفیقِ من بر خیرات مگر بخدا عز شانہ و قوی سلطانہ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

براں خدا توکل کردم من در ہمہ کارہا وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ وسوے او رجوع می کنم من از ماسواے او. اَلْحَمْدُ

لِلّٰهِ ای جمیع محامد از ازل تا ابد ثابت است مر خدا را و خاص است باو تعالیٰ وتقدس کہ مستجمع جمیع صفات

(۱) ب میں ہے: از جہتِ عربیتِ او۔ (۲) الف: مفہومِ ہر فہم نمی شود۔ (۳) الف: شاید کہ قاصد ایں مقصد را۔ (۴) ب میں ہے: چہ لائق۔

لیکن عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے ہر فہم قاصر، اور ہر ذہن فاتر کے بس میں نہیں کہ اس کا مفہوم سمجھ سکے۔ اگر فارسی زبان میں اس کا ترجمہ ہو جائے تو یقیناً اس کا نفع عام ہو اور پورا فائدہ حاصل ہو۔

چونکہ یہ فقیر خود کو اس کارِ عظیم کے لائق نہیں سمجھتا تھا اس لیے اس مقصد کی جانب پیش قدمی سے پہلو تہی کرتا رہا۔ ہر چند کہ اس جانب سے گریز، سستی، اور کوتاہی ہوتی رہی پھر بھی اس جانب سے اہتمام و توجہ اور کوشش برابر بڑھتی رہی۔ بالآخر جب اپنے لیے رہائی کی کوئی صورت میں نے نہیں پائی۔ مجبورانہ اس خدمت کی جانب تیز گامی اپنائی۔ ؎ ورنہ مجھ مسکین کی کیا بساط کہ ان خزانوں کے دروازے کھولے۔

باری تعالیٰ جل ذکرہ کی بارگاہ میں استخارہ، اور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ اقدس کی جانب، اور مرشد گرامی استاذ محترم کی روح پرفتوح کی جانب توجہ کے بعد اس کام کا آغاز کر دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں اس کتاب کا آغاز اس خدائے یگانہ کے نام سے کرتا ہوں جو مومنوں اور کافروں، فرماں برداروں اور نافرمانوں کو دنیا میں روزی عطا فرمانے والا اور آخرت میں مومنوں کو بخشنے والا ہے۔ (بہ نستعین) ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں (رب یسر و تمم بالخیر) اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے سارے کاموں کو ہمارے لیے آسان بنا! خاص طور پر اس کتاب کو، اور ہمارے تمام احوال کا خاتمہ نیکی کے ساتھ فرما۔ (وما تو فیقی الا باللہ) اور مجھے بھلائیوں کی توفیق نہیں مگر صرف خدا سے عَزَّشَانُہٗ وَ قَوِیَ سُلْطَانُہٗ (اس کی شان غالب ہے اس کی سلطنت قوی ہے) (علیہ تو کلت) میں نے اپنے تمام کاموں میں اسی پر بھروسہ اور تکیہ کیا (والیہ انیب) اور اس کے ماسوا سے رخ موڑ کر صرف اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔

(الحمد للہ) ازل سے ابد تک ساری خوبیاں صرف اس خدا کے لیے ثابت اور خاص ہیں جو تمام صفات کمالیہ عظمیٰ کا جامع اور جمیع اسماء حسنیٰ سے موسوم ہے (رب العالمین) ایسا خدا جو سارے

رب العالمین.................................

عظمٰی است و مسمیٰ بجمیع اسمائے حسنٰی۔ رب العالمین ایں چنیں خدائے کہ پرورندۂ عالمیان و عالمہا است چہ عالمِ سفلی و علوی، وچہ عالمِ روحی و مثالی، وچہ عالمِ غیبی و حسی، وچہ جامعِ ایں ہمہ کہ ہر یک ازیں ہا از تنزلات حضرت ذات است کما صرح فی الرباعیات المحقق الجامی قدس سرہ السامی۔

واجب چوکند تنزل از حضرت ذات پنج است تنزلات او را درجات

غیب است و شہادت بوسط روح و مثال والخامس جمعیۃ تلک الحضرات

بترتیبِ خاصے کہ مناسبے ہر یک ازیں ہا است

فائدہ: حضرت مولوی مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی در اَشِعَّۃُ اللَّمعات نقل فرمود کہ حمد در عرفِ طائفۂ صوفیہ قدس اللہ اسرارھم و افاض علینا انوارھم عبارت است از اظہار کمال محمود بہ صفات جمال و نعوتِ جلال بر سبیل تعظیم و اجلال، و مراد از و اگر مرتبۂ جمع است بر جمع (++) پس مراد از اظہارِ کمالاتِ حضرت حق تعالیٰ است مر خود را بتعین و تجلی اول و ثانی و آں چہ درو مندرج است از شیون و اعتبارات اولاً و حقائق الٰہی و کونی ثانیاً۔ رباعی:۔

وے عشق نشان بے نشانی می گفت اسرارِ کمالِ جاودانی می گفت

اوصافِ کمالِ خویش بے من و تو با خود بزبانِ بے زبانی می گفت

واگر از مرتبۂ فرق است بر فرق (--) پس مراد از اظہار مذکور اظہار مظاہر خلقیہ و مجالیِ کونیہ بالسنہ اقوال و افعال و احوال کمال و جمال یک دیگر را۔ وآں بالحقیقۃ حمد حق است سبحانہ و تعالیٰ مر خویش را بواسطۂ تنزل بحضرات وجود و مراتب شہود۔ رباعی:

جہانوں اور جہان والوں کا پروردگار ہے خواہ وہ عالمِ سفلی ہو یا علوی، خواہ عالمِ روحی ہو یا عالم مثالی، خواہ وہ عالم غیبی ہو یا حسّی، اور خواہ ان سب کا جامع، کہ ان میں سے ہر ایک اس حضرتِ ذات کے تنزلات سے ہے۔ جیسا کہ محقق جامیؔ قدس سرہ السامی [1] نے اپنی رباعیات میں اس کی تصریح کی ہے۔

(رباعی) ؎

واجب الوجود جب حضرتِ ذات سے تنزل کرتا ہے۔ اس کے تنزلات کے پانچ درجے ہوتے ہیں۔ غیب، شہادت، وسط میں روح ومثال، اور پانچویں ان حضرات کا مجموعہ۔ ایک ایسی خاص ترتیب کے ساتھ جو ان میں سے ہر ایک کے مناسب ہو۔

(فائدہ)۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ قدس سرہ السامی نے اشعة اللمعات میں نقل فرمایا ہے کہ حمد گروہِ صوفیہ قدس الله اسرارهم وافاض علينا انوارهم کے عرف میں تعظیم واجلال کے طور پر صفات جمال ونعوت جلال میں کمال محمود کے اظہار سے عبارت ہے۔ اوراس سے مراد اگر مرتبۂ جمع بر جمع ہے تو مراد حضرت حق تعالیٰ کا تعین وتجلی اول وثانی کے ساتھ اپنے کمالات کا اظہار، اوران شئون واعتبارات کا اظہار جو اولاً اس تعین میں مندرج ہیں۔ اور ان حقایق الٰہیہ وکونیہ کا اظہار جو ثانیاً اس میں مندرج ہیں۔

رباعی: ؎

وہ عشق نشانِ بےنشانی بیان کررہا تھا۔ کمال جاودانی کے اسرار بتارہا تھا۔ وہ اپنے اوصافِ کمال من وتو کے بغیر اپنی ہی ذات سے بیان کررہا تھا۔

اوراگر مرتبۂ فرق برفرق سے عبارت ہے تو اظہار مذکور سے مراد: خلق کے مظاہراور وجود کی جلوہ گاہوں کا ایک دوسرے کے کمال وجمال کو بزبانِ قول وفعل وحال ظاہر کرنا۔ حضرات وجوداور مراتبِ شہود میں تنزل کے واسطے سے یہ بھی حقیقت میں حق تعالیٰ کی خود اپنی حمد ہے۔ رباعی: ؎

(۱) حضرت جامی کے حالات ص ۲۴۴ پر دیکھیں۔

(وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ)......

هر صبح که می زنند مرغان چمن | گل بانگ جمالِ صوری سرو وسمن
باشد همه وصف شاه خوبان زمن | کاید ز زبانِ او بگوشِ دلِ من

واگراز مرتبۂ جمع است برفرق (+-) پس مراداز اظہار افاضۂ استعدادات وقابلیات حقائق واعیانِ موجودات مردجود وکمالات تابعہ آن راکہ از مقتضیاتِ فیضِ اقدس است۔ رباعی:

عشق است غنی ز بوده نابوده | جاوید به مستقر عز آسوده
عکسِ رخِ خود از این و آں نموده | وان گه به جمال وحسنِ شاں بستوده

واگراز مرتبۂ فرق است برجمع (-+) پس مراداز اظہارِ جمیع مراتب وجودروحی ومثالی، حسی بجمیع السنۂ قولی وفعلی وحالی حمد حضرت ذی الجلال والاکرام است۔ رباعی:

خو باں که فریبِ عقل وجانند همه | در عشقِ تو شهره جهانند همه
هر چند بحسن داستانند همه | اوصافِ شمائلِ تو خوانند همه

انتہیٰ کلامہ:

وبعید نیست کہ مراد جمیع ایں مراتب باشند زیراکہ فروگذاشتِ یکے از۔نہا لائق مقامِ حمد نیست۔، موافقتِ علماے ظاہر نیز مقتضی آن ست کہ ایشاں نیز مراداز جمیع محامد ہر چہار مرتبہ داشتہ اند کہ عبارت از حمدِ حق مرحق راعز شانہ، وحمدِ حق مرخلق را، وحمدِ خلق مرحق را، وحمدِ خلق مرخلق را۔ وہر یکے از جمیع ایں محامد راجع بحق فرمودہ اند تعالیٰ وتقدس۔ زیراکہ الف لام تعریف استغراقی یا جنسی کہ معروف است بلام اختصاص مقتضی آن ست۔ بدیہی است کہ ثبوت فردی از ومرغیرحق راسبحانہ منافی اختصاص است۔ (وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ) ودرود نازل باد بر بہترینِ خلق اوتعالیٰ وتقدس کہ مظہر انوارِ الٰہی است ومُظہر اسرار نامتناہی، چنانچہ لسانِ منقبتش بدیں ترانہ درترنم سراید۔ کہ:

ہر صبح کو جب کہ چمن کے پرندے درخت سرو وسمن کے جمالِ صوری کی آواز دیتے ہیں یہ سب شاہِ خوباں کی توصیف ہوتی ہے جو اس کی عبارت میں میرے گوشِ دل کو سنائی دیتی ہے۔

اور اگر مراد مرتبۂ جمع بر فرق ہے تو اظہار سے مراد موجودات کے اعیان وحقایق اور خاص کر وجود اور اس کے تابع کمالات کو استعداد وقابلیات کا فیض پہونچانا ہے۔ کیونکہ وہ فیض اقدس کے مقتضیات میں سے ہے۔۔

عشق بود ونابود سے بے نیاز ہے۔ یہ عزت وشان کی قرارگاہ میں ہمیشہ آسودہ ہے۔ اپنا عکسِ رخ این وآں سے دکھایا۔ جب ایسا ہے تو وہی ہے جس کی ان سب کے حسن وجمال سے ستائش کی جاتی ہے۔

اور اگر مرتبۂ فرق بر جمع سے عبارت ہے تو اظہار سے مراد وجودِ روحی ومثالی وحسی کے تمام مراتب کا اظہار کرتے ہوئے قول، فعل، اور حال کی تمام زبانوں سے اظہار ہے جو حضرت ذوالجلال والاکرام کی حمد ہے۔

رباعی:۔

حسن والے جو فریبِ عقل وجان ہیں سب کے سب تیرے عشق میں مشہورِ جہاں ہیں۔ ہر چند کہ سب کے سب حسن کی ایک داستان ہیں لیکن دراصل سب تیرے اوصاف وکمالات کے مدح خواں ہیں۔ انتہیٰ کلامہ۔

اور بعید نہیں ہے کہ یہ سارے مراتب مراد ہوں اس لیے کہ ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ دینا مقام حمد کے مناسب نہیں ہے۔ اور علمائے ظاہر کی موافقت بھی اس کی مقتضی ہے، کیونکہ انھوں نے بھی جمیع محامد سے چاروں مراتب کو مراد لیا ہے۔ یعنی حق کی حمد حق عز شانہ کے لیے، حق کی حمد مخلوق کے لیے، خلق کی حمد حق کے لیے، مخلوق کی حمد مخلوق کے لیے۔

اور انھوں نے ان سارے محامد میں سے ہر ایک کو حق تعالیٰ وتقدس کی جانب راجع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ تعریف کا الف لام استغراقی یا جنسی جو لام اختصاص سے مشہور ہے اسی کا مقتضی ہے۔ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ غیر حق سبحانہ تعالیٰ کے لیے کسی فرد حمد کا ثبوت حق تعالیٰ کے لیے اختصاصِ حمد کے منافی ہے۔ (الصلوٰۃ علیٰ خیر خلقہ) اور درود نازل ہو، اللہ تعالیٰ وتقدس کی مخلوق میں سب سے بہتر ذات پر جو کہ مظہر انوار الٰہی

(مُحَمَّدٍ)..

احکامِ شریعت ہمہ اقوالِ من ست اسرار طریقت ہمہ احوالِ من ست
بیروں از من حقیقتے دیگر نیست عالم تفصیل و آدم اجمالِ من ست

(مُحَمَّدٍ) نام پاک آں سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات است۔

لطیفہ:

باید دانست کہ قاضی عیاض اعطاہ اللہ فی الجنۃ الریاض در شفائے خود روایت فرمودہ کہ ہیچ احدے از افرادِ انسانی پیش از وجودِ آں سرور صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیٰ آلہ علی قدر مقامہ العظیم لدیہ بایں اسم شریف مسمّیٰ نشدہ بود۔ وچوں سالِ ولادتِ آں خلاصۂ موجودات برسید، منجمان وکاہنان خبر کردند کہ دریں سال ولادتِ نبیِ آخر الزماں خواہد شد۔ ونامِ وے مُحَمّد خواہد بود۔ شش کس بامید آں کہ نبوت دراولادِ ایشاں ظہور گیرد و بیاید۔ بدیں موجب پسرانِ خود را بایں اسم شریف تسمیہ کردند و لٰکِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔

ودیگر ایں اسم شریف آں خلاصۂ موجودات صیغۂ مبالغہ است از حمد، بہ معنی کمالِ محمودیہ، (پس مسمّی بہ محمد شدہ) چنانچہ از کمالِ حامدیہ مسمّی باحمد شد ہم چناں از کمالِ محمودیہ مسمّی بمحمد شدہ۔ پس ہم او حامد است وہم محمود۔

وایں اسم شریف نظر باسرار علم معما اشارت بہ نبوت نیز می کند چنانچہ بعضے از فضلا گفتہ:

از بس کہ در راہ دین شتافتہ ام از محمد نبی شگافتہ ام

وطریقِ شگافتن این است کہ محمد بقانونِ ابجد نود و دو است۔ نونِ مفتوحہ کہ اولِ حرف نبی است در عدد پنجاہ است۔ وبا کہ دومی حرف است کہ در عدد دو است۔ جملہ پنجاہ و دو شد ند چہل ماند، وآں از یائے نبی حاصل می شود۔ کہ حرفِ یا در عدد دہ است ودہ، دال وہا است، دال بحساب لفظ سہ

(۱) نسخہ ب میں ہے: ''محمد است''۔

اور مُظہرِ اسرارِ نامتناہی ہیں۔ چنانچہ ان کی منقبت کی زبان اس ترانے کے ساتھ ترنم ریز ہوتی ہے ؎

شریعت کے سارے احکام میرے اقوال ہیں۔ طریقت کے جملہ اسرار میرے احوال ہیں۔ مجھ سے باہر کوئی حقیقت نہیں۔ عالم میری تفصیل اور آدم میرا اجمال ہیں۔ (مُحَمَّد) یہ اس سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا نام پاک ہے۔

نکتہ: جاننا چاہیے کہ حضرت قاضی عیاض[1] (اللہ تعالیٰ انھیں ریاض جنت عطا فرمائے) نے اپنی کتاب شفا شریف[2] میں روایت فرمایا کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے پہلے افرادِ انسانی میں سے کوئی شخص بھی اس اسم شریف سے نامزد نہ ہوا تھا جب اس خلاصۂ موجودات ﷺ کی ولادت کا زمانہ قریب آپہونچا تو نجومیوں اور کاہنوں نے خبر دی کہ اس سال نبی آخر الزماں کی ولادت ہوگی۔ اور ان کا نام محمد ہوگا۔ چھ شخصوں نے اس امید میں کہ نبوت ان کی اولاد میں ظہور پائے اپنے لڑکوں کا نام اسی اسم شریف پر محمد رکھا، ولکن الله أعلم حيث يجعل رسالته۔ (آیت ۱۲۴/سورہ انعام ۶) لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اپنی نبوت ورسالت کس جگہ رکھے۔

دوسرا نکتہ: اس خلاصہ موجودات کا یہ اسم شریف حمد سے صیغۂ مبالغہ ہے۔ کمالِ محمودیت کے معنی میں۔ جس طرح کمالِ حامدیت کی بنا پر احمد سے موسوم ہوئے اسی طرح کمالِ محمودیت کے باعث محمد سے موسوم ہوئے۔ تو وہ حامد بھی ہیں اور محمود بھی۔ اور یہ اسم شریف اسرار علم معما کی طرف نظر کرتے ہوئے نبوت کا اشارہ بھی کرتا ہے۔ جیسا کہ بعض فضلا نے کہا ہے: میں نے دین کے راستے میں بہت زیادہ دوڑ لگائی۔ تو محمد سے میں نے نبی کو مشتق کیا ہے۔

اس کے اشتقاق کا طریقہ یہ ہے کہ محمد قانونِ ابجد کے مطابق ۹۲ ہے۔ لفظ نبی کا پہلا حرف نون ہم نے لیا جس کا عدد ۵۰ ہے اور اس کا دوسرا حرف ب ہے جس کا عدد ۲ ہے۔ مجموعہ ۵۲ ہوا۔ ۴۰ کی کمی ہے وہ نبی کے آخری حرف یا سے حاصل ہوگا اس طرح کہ یا کا عدد فارسی میں دَہ ہے اس میں دال اور ہ

(۱) قاضی عیاض کا تعارف ص ۲۴۵ پر دیکھیں۔ (۲) تعارف ص ۲۴۷ پر دیکھیں۔

حرف است ۔ یکے دال، دوئم الف، سیوم لام ۔ دال در عدد چہار است والف یک ولام سی، جملہ سی و
پنج شد ۔ وھا در عدد پنج است، سی با پنج، پنج و چہل شد ۔ و پنجاہ ودو، نود ودو، حاصل آمد نبی از محمد شگافتہ شد ۔
(ذیل کی سطریں صرف نسخہ الف میں ہیں) (ونیز شگافتہ می شود بدیں طریق کہ عدد اسم محمد صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ وسلم کہ نود ودو است ونونِ نود ونونِ نبی شمارد، وواو، ودال نود کہ دو حرف اند، ازیں دو دو مسمّی عدد کرد
تا ازیں دو ب حاصل شود ایں ب را بعد نون نبی نہد تا نب حاصل شود دو کہ در عدد نود ودو است ازیں
یای نبی حاصل کند کہ یا در عدد دہ است ۔)۔

ونیز دریابد کہ شیخ ابن حجر مکی نقل فرمودہ کہ چنانچہ ذات آں خلاصۂ موجودات جامع جمیع کمالات
مرسلاں ست علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ہم چناں اسم شریف آں سرور کائنات باعتبار عدد ابجدی شامل
اعداد جمیع رسل است کہ سہ صد و چہاردہ اند بروایت ابی ذر غفاری از اں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وطریق بیانش آن ست کہ اسم شریف سہ میم، ویک حا، ویک دال ۔ وازیں حروف حروف اسمی مراد
است، میم ودال سہ حرفی باشد، وحا دو حرفی، پس از سہ میم دو صد ہفتاد شدہ اند ودال سی و پنج، سہ صد و پنج
شد، وحا نُہ است ۔ مجموع سہ صد و چہاردہ شد ۔ (۳۱۴=۹+۳۰۵=۳۵+۲۷۰=۳×۹۰)

ونیز باید دانست کہ چنانچہ ایں اسم شریف اشارت دارد، اسم شریف احمد نیز اشارہ بجامعیت جمیع
تنزلات حق عز شانہ ومراتب موجودات دارد ۔ وایں معنی را بعضے فضلائے کبار وعرفائے باعتبار تصرف
نمودہ: ۔

زاحمد تا احد یک میم فرق است ہمہ عالم دراں یک میم غرق است

وطریق بیانش شیخ عارف سید محمد لاہ جی در شرح گلشنِ راز چناں بیان فرمود:

کہ "مراتب تنزلات حضرت حق سبحانہ اگر چہ باعتبار جزئیت لایعد ولایحصی است اما باعتبار
کلیت منحصر در چہل مراتب اند کہ آں عدد میم است بقانون ابجد ۔ وآں چہل مراتب این است:

(۱) اور نسخہ ب میں یوں ہے: نونِ مفتوحہ را از اول گرفتم واز دو اول حرف گرفتم کہ ب است، نب شدہ، از دو دیگر عدد مراد است، کہ
باشد، از دال چہار واز واو شش واز دہ حرف مراد است کہ منقوط بنقطتین تحتیہ باشد نبی شد۔

ہے اور دال کا عدد زبر و بینہ میں ۳۵ ہے۔ اور ہ کا پانچ مجموعہ ۴۰ ہوا، اسے ۵۲ میں جوڑا، کل ۹۲ ہوا، اس طرح نبی لفظ محمد سے مشتق ہوا۔

نیز جاننا چاہیے کہ علامہ شیخ ابن حجر مکی[1] نے نقل فرمایا ہے کہ جس طرح اس خلاصۂ موجودات کی ذات شریف رسولوں کے تمام کمالات کی جامع ہے (عليه و عليهم الصلاة و السلام) اسی طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف بھی ابجدی عدد کے اعتبار سے جمیع رسل کے اعداد کو شامل ہے۔ جن کی تعداد ۳۱۴ ہے جیسا کہ حضرت ابوذر غفاری[2] رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس کا طریقۂ بیان یہ ہے کہ سرکار کائنات کے اسم شریف میں تین میم ایک حا اور ایک دال ہے۔ اور ان حروف سے حروف اسمی مراد ہیں میم اور دال تین حرفی ہیں، اور حا دو حرفی۔ لہذا تین میم سے ۲۷۰ حاصل ہوئے۔ کیونکہ ہر میم کا عدد ۹۰ ہوتا ہے، اور دال سے ۳۵ حاصل ہوئے۔ اور حا کا عدد ۹ ہے۔ مجموعہ ۲۷۰+۳۵+۹=۳۱۴ ہوا۔

نیز جاننا چاہیے کہ جس طرح یہ اسم شریف (محمد) اشارہ رکھتا ہے اسی طرح ان کا اسم شریف احمد بھی حق عز شانہ کے جمیع تنزلات کی جامعیت اور مراتب موجودات کی طرف اشارہ رکھتا ہے۔ اس معنی کی بعض بزرگ فضلا، اور معتبر عرفا نے تصریح فرمائی ہے۔

احمد سے احد تک ایک میم کا فرق ہے سارا عالم اسی ایک میم میں غرق ہے۔

اس کا طریقۂ بیان شیخ عارف باللہ، سید محمد لاہجی نے گلشن راز کی شرح میں اس طرح فرمایا ہے کہ حق سبحانہ کے تنزلات کے مراتب اگر چہ جزئیات کے اعتبار سے لا تعداد اور بے شمار ہیں لیکن کلیت کے اعتبار سے چالیس مراتب میں منحصر ہیں۔ اور وہی قانونِ ابجد کے مطابق میم کا عدد ہے۔ اور وہ چالیس مراتب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تعارف ابن حجر مکی ص ۲۴۷ پر دیکھیں۔ (۲) تعارف حضرت ابوذر غفاری ص ۲۴۷ پر دیکھیں۔

(۱) عقل کل کہ روح اعظم و تعین اول می خوانند (۲) نفس کل کہ لوح محفوظ و کتاب مبین می گویند (۳) جوہر ہبا کہ ہیولی اول می نامند (۴) طبیعت کل کہ مبدأ آثار و اسما و افعال دانند (۵) فلک اطلس کہ عرش است (۶) کرسی کہ فلک ثوابت است (۷) فلک ہفتم (۸) فلک ششم (۹) فلک پنجم (۱۰) فلک چہارم (۱۱) فلک سیوم (۱۲) فلک دوم (۱۳) فلک اول (۱۴) زحل (۱۵) مشتری (۱۶) مریخ (۱۷) آفتاب (۱۸) زہرہ (۱۹) عطارد (۲۰) قمر (۲۱) حمل (۲۲) ثور (۲۳) جوزا (۲۴) سرطان (۲۵) اسد (۲۶) سنبلہ (۲۷) میزان (۲۸) عقرب (۲۹) قوس (۳۰) جدی (۳۱) دلو (۳۲) حوت (۳۳) کرۂ نار (۳۴) کرۂ ہوا (۳۵) کرۂ آب (۳۶) کرۂ خاک (۳۷) مرتبۂ جماد (۳۸) مرتبۂ نبات (۳۹) مرتبۂ حیوانات (۴۰) مرتبۂ انسان۔

ازاں جہت بلسانِ حال فرمود: رباعی:

جامے کہ ہر دو کون را جام است منم   واں قطرہ کہ صد ہزار دریا است منم
منم حرفے کہ زسر نکتہ او گر پرسی   دروے کہ ہمہ کتاب پیدا ست منم

لیکن بر اصحاب خبرت مخفی نماند در بودنِ بعضے از مراتب کلیہ خالی از شائبۂ نظر و تامل نیست۔ واز شیخ مجد الدین محمد الفیر وزآبادی مروی است باسناد صحیح از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر بندۂ کہ نامش محمد یا احمد، چوں او بمیر د بحضور حق حاضر کنند، حق سبحانہ تعالیٰ فرماید کہ بجنت برید! گویند کہ اے غفور! اے رحیم! ایں بندہ ہیچ عمل شائستہ ندارد کہ در بہشت در آرند۔ حق جل وعلا فرماید، کہ من سوگند خوردہ ام بایں کہ بندۂ کہ نامش محمد باشد یا احمد من اورا در دوزخ دہم یا در دوزخ در آرم، ایں نہ شود مگر کہ در بہشت در آرم در بہشت ببرم

چو نام این ست نام او راچہ باشد   مکرم تر بود از ہرچہ باشد
مکرم شد زعالم نسلِ آدم   مکرم تر وے ست از ہر مکرم

(۱) نسخہ الف: بر اصحاب فطنۃ وذکا از عرفا۔ (۲) نسخہ الف: در بودن کلیہ بعضے ازیں مراتب۔

(۱) عقلِ کل جسے روح اعظم اور تعین اول کہتے ہیں (۲) نفسِ کل جسے لوح محفوظ اور کتاب مبین کہتے ہیں ۔ (۳) جوہر ہبا جسے ہیولائے اول کا نام دیتے ہیں (۴) طبیعتِ کل جسے آثار واسما اور افعال کا مبدا سمجھتے ہیں ۔ (۵) فلک اطلس کہ عرش ہے (۶) فلکِ ثوابت جو کرسی ہے ۔ (۷) فلک ہفتم (۸) فلک ششم (۹) فلک پنجم (۱۰) فلک چہارم (۱۱) فلکِ سوم (۱۲) فلک دوم (۱۳) فلک اول (۱۴) زحل (۱۵) مشتری (۱۶) مریخ (۱۷) آفتاب (۱۸) زہرہ (۱۹) عطارد (۲۰) قمر (۲۱) حمل (۲۲) ثور (۲۳) جوزا (۲۴) سرطان (۲۵) اسد (۲۶) سنبلہ (۲۷) میزان (۲۸) عقرب (۲۹) قوس (۳۰) جدی (۳۱) دلو (۳۲) حوت (۳۳) کرۂ نار (۳۴) کرۂ ہوا (۳۵) کرۂ آب (۳۶) کرۂ خاک (۳۷) مرتبہ جماد (۳۸) مرتبہ نبات (۳۹) مرتبہ حیوان (۴۰) مرتبۂ انسان ۔

اسی وجہ سے زبانِ حال سے فرمایا کہ :۔

وہ جام جس کے اندر دونوں جہان ہیں ، میں ہوں ۔ اور وہ قطرہ جس میں لاکھوں دریا ہیں وہ میں ہوں ۔ وہ حرف جس کے سر نکتہ سے ساری کتابیں رونما ہیں ، وہ میں ہی ہوں ۔

لیکن تیز خاطر و تیز ذہن عرفا پر پوشیدہ نہ ہوگا کہ ان میں سے بعض کا مراتب کلیہ سے ہونا نظر و تأمل کے شائبہ سے خالی نہیں ۔

اور شیخ مجدالدین فیروز آبادی[۱] نے اسناد صحیح کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جس بندے کا نام محمد یا احمد ہو جب وہ مرے گا حق تعالیٰ کے حضور حاضر کریں گے حق سبحانہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جنت میں لے جاؤ ! ۔ فرشتے کہیں گے کہ اے غفور ! اے رحیم ! یہ بندہ اس لائق کوئی عمل نہیں رکھتا کہ بہشت میں داخل کریں ۔ حق جل وعلا فرمائے گا کہ میں نے اس بات کی قسم یاد فرمائی ہے کہ جس بندے کا نام محمد یا احمد ہو اسے دوزخ کا عذاب دوں یا دوزخ میں داخل کروں ۔ یہ نہ ہو سکے گا مگر یہ کہ میں اسے بہشت میں داخل کروں اور بہشت میں لے جاؤں ۔

جب نام یہ ہے اس نام کا کیا ہوگا ۔ ہر چیز سے بڑھ کر عزت دار ہوگا ۔ ان کے طفیل نسلِ آدم عالم سے

(۱) شیخ مجدالدین فیروز آبادی کا تعارف ص ۲۴۸ پر دیکھیں ۔

و آله و صحبه وتابعیه فی الظاهر والباطن اجمعینوبعد فهذه رسالة فی التصوف......

و آله و صحبه و بر آلِ او و بر یارانِ او کہ مقتبسانِ انوارِ جمال و بے انداز مشکاۃ کمالِ و ے وتابعیه فی الظاهر ومتابعانِ او در ظاہر یعنی فرقۂ علما کہ آثارِ ظاہری آں سرورِ کائنات بر ایشاں پیدا است۔ والباطن ومتابعان او در باطن یعنی زمرۂ عرفا کہ انوارِ باطن آں خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم در ایشاں ہویدا است۔ اجمعین بر ہمہ ایشاں وبعد فهذه رسالة فی التصوف وبعد از حمد وصلوۃ پس می گویم من کہ ایں رسالۂ ایست در علم تصوف۔

وتصوف علمے ست کہ بیان کند دریافت حقائق موجودات کہ اصل ایشاناں چہ است، وچہ سال ظہور گرفتہ۔ وتصوف را تفسیر بسیار ومعانی بے شمار از مشائخ کبار منقول است۔ واوضح ترین آنہا قول شیخ محقق عارف باللہ، سرحلقۂ سلسلۂ صوفیہ حضرت ابو القاسم خواجہ جنید بغدادی است قدس الله تعالی روحه، و اوصل الینا فتوحه۔ فرمود کہ: التصوف هو ان یمیتك الحق عنك و یحییك به. یعنی تصوف آن است کہ بمیراند حق تعالیٰ ترا از تو و بزیاند ترا بخود بقطع النظر عن الغیر۔ ودر بعضے رسائل مسطور است کہ التصوف حیوٰة القلب مع الله تعالی یعنی [تصوف] زندگی دل است با حق تعالیٰ وتقدس از یں جا معنی صوفی نیز مفہوم گشت۔ مراد اعلامات وآثار نیز بیان فرمودہ اند۔ چنانچہ از عالم معالم ربانی وعارف معارف سبحانی شیخ عبد اللہ بن مبارک قدس الله تعالیٰ سره، واوصل الینا بره کہ یکے از شاگردانِ کبار شیخ مقتدائے علمائے عالم حضرت امام اعظم افیضت علیه سحا بة الرافة والراحة والرضوان و الرحمة والغفران من حضرة الرحیم الرحمن منقول است کہ از خواجہ جنید پرسید کہ یا شیخ ما الصوفی؟ جواب فرمود کہ هو الذی یکون فی وجهه حیاء وفی عینه بکاء وفی قلبه صفاء وفی لسانه ثناء وفی یده عطاء وفی وعده وفاء وفی نطقه شفاء.

ودر رسالۂ آداب المریدین مسطور است کہ: اخلاق اصحابِ تصوف حلم است وتواضع ونصیحت

زیادہ مکرم ہوگئی۔اور وہ ہر مکرم سے زیادہ مکرم ہیں۔(وآلہ و صحبہ) اوران کی آل اور اصحاب پر جو کہ ان کے مشکاۃِ کمال سے ان کے انوارِ جمال چننے والے ہیں۔(و تابعیہ فی الظاھر) اور ظاہر امور میں ان کی اتباع کرنے والوں پر یعنی گروہِ علما جن پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری آثار ہویدا ہیں۔(والباطن) اور باطن میں ان کی پیروی کرنے والوں پر یعنی جماعتِ عرفا جن کے اندر اس خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارِ باطن جلوہ نما ہیں۔(اجمعین) ان تمام پر۔

(وبعد فھذہ رسالۃ فی التصوف) اور حمد و درود کے بعد اب میں کہتا ہوں کہ یہ علم تصوف میں ایک رسالہ ہے۔اور علم تصوف ایسا علم ہے جو موجودات کے حقایق دریافت کرائے۔کہ ان کی اصل کیا ہے؟ اور کس طرح انہوں نے ظہور پایا؟

مشائخِ کبار سے تصوف کی بہت سی تفسیریں اور بے شمار معانی منقول ہیں۔ان میں واضح ترین شیخِ محقق، عارف باللہ، خواجہ جنید بغدادی کا قول ہے۔(اللہ تعالیٰ ان کی روح کو پاکیزہ بنائے اور ان کی برکتوں سے ہمیں مالا مال بنائے۔) انھوں نے فرمایا: کہ

تصوف یہ ہے کہ حق تم سے تم کو مردہ کردے اور تم کو خود سے زندہ کرے غیر سے قطع نظر کرتے ہوئے۔

اور بعض رسائل میں تحریر ہے کہ تصوف اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلب کا زندہ رہنا۔اور یہیں سے صوفی کا معنیٰ بھی معلوم ہوگیا۔اور تصوف کی کچھ علامتیں اور آثار بھی بتائے گئے ہیں۔جیسا کہ عالم معالم ربانی، عارف معارف سبحانی، شیخ عبداللہ بن مبارک قدس سرہ سے (جو کہ مقتدائے علمائے عالم، امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگردانِ کبار میں سے ہیں) منقول ہے۔کہ خواجہ جنید[1] سے پوچھا گیا: کہ اے شیخ! صوفی کون ہے؟

جواب مرحمت فرمایا کہ: صوفی وہ ہے جس کے چہرے میں حیا، آنکھوں میں بُکا، قلب میں صفا، زبان پر ثنا، ہاتھ میں عطا، وعدے میں وفا، گفتگو میں شفا ہو۔انتہیٰ۔

اور رسالہ آداب المریدین میں تحریر ہے کہ: اربابِ تصوف کے اخلاق یہ ہیں:

(۱) تعارف خواجہ جنید بغدادی ص ۲۴۸ پر دیکھیں۔

مسماة بالحقيقة المحمدية مرتبة على مقدمة و مطلبين و تكملة۔المقدمة فی ما
يتعلق بالمطالب وموضوعه ذات الحق تعالىٰ و تقدس من حيث الظهور و البطون

شفقت، وبار برداری وموافقت، وبشاشت والفت، وبذلِ جاه ومال، وعفوو صفح، ووفاء وحسنِ ظن برخلائق، و تصغیر نفسِ خود، وتوقیرِ اخوان، ورحمت بر صغیر وکبیر، ودعا بر ظالم وامثالِ آں. انتہیٰ ۔ باید دانست کہ این اوصاف ظاہر ایشان است ۔ وصفاتِ حقیقی ایشاں آن است کہ تخلیۂ باطن از ما دون حق، وتصفیۂ قلب از غبارِ اغیار مطلق ۔ مسماة بالحقيقة المحمدية نامیدہ شدہ است بحقیقتِ محمدی وآں مرتبۂ وحدت ست کہ عبارت است از باطنِ سرور کائنات وخلاصۂ موجودات عليه افضل الصلوات و اکمل التحيات واو برزخ است میان احدیت وواحدیت چنانچہ عن قریب مبین خواہد شد مرتبة على مقدمة و مطلبين و تكملة ترتیب دادہ شدہ است بر یک مقدمہ ودو مطلب و یک تکملہ۔

المقدمة فی ما يتعلق بالمطالب

مقدمہ ثابت است در بیانِ آن چہ تعلق دارد بہ مطلوب وآں سہ چیز است موضوع، ومبادی، و مسائل، وعلما ذکر ایں اشیاء در مقدمۂ علم وکتاب از جملہ محسنات شمردہ اند۔ کہ موجب زیادت بصیرت طالب است ۔ وموضوع در کتاب کہ از جملہ محسنات ہر علم است عبارت است از چیزے کہ بحث کنند دراں علم از اعراض ذاتیہ واحوال مختصۂ او۔ وموضوعه ذات الحق تعالىٰ و تقدس من حيث الظهور و البطون . موضوعِ تصوف ذات حق است تعالیٰ وتقدس از حیثیت ظہور او وبطونِ او۔ بعض مشائخ فرمودہ اند کہ موضوع ایں علم وجود مطلق است من حیث الظھو ر والبطو ن، وایں نیز مخالفت ندارد بایں، زیراچہ وجود مطلق نزد ایں طائفہ وجود واجب است وایں وجود مقیدات از شیونات واعتبارات آن وجود مطلق واجبی است کہ تنزل فرمودہ وظہور گرفتہ بانواع تقیدات چنانچہ فحوائے آیت کریمہ کل يوم هو فی شان " مشیر آن ست و مطلق نہ بمعنی مقابل مقید است بلکہ مطلق کہ مطلق است

(۱) نسخہ ب: وحقیقت محمدی)

حلم و بردباری، تواضع و نصیحت، شفقت و باربرداری، بشاشت و خندہ روئی، الفت و موافقت، جاہ و مال صرف کرنا، عفو و درگزر، وعدہ وفائی، ساری مخلوق پر حسن ظن، اپنے نفس کو حقیر جاننا، اپنے دینی بھائیوں کی عزت کرنا، ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ رحم و مروت کا برتاؤ، ظالم پر دعا، اور اسی طرح کے دوسرے اخلاق وشمائل سے متصف رہنا۔ انتہیٰ۔

جاننا چاہیے کہ یہ ان کے ظاہری اوصاف ہیں۔ اور ان کی باطنی حقیقی صفتیں یہ ہیں۔ باطن کو حق کے ماسوا سے خالی کر لینا، اور قلب کو اغیارِ مطلق کے غبار سے صاف رکھنا (مسماۃ با لحقیقة المحمدیة) یہ رسالہ حقیقتِ محمدی سے نام زد ہے۔ اور حقیقت محمدی مرتبۂ وحدت ہے کہ وہ سرورِ کائنات، خلاصۂ موجودات علیہ و علیٰ آلہٖ افضل الصلوات و اکمل التحیات کے باطن سے عبارت ہے۔ اور وہ احدیت و واحدیت کے درمیان برزخ ہے جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔ (مرتبة علی مقدمة و مطلبین و تکملة) رسالہ ایک مقدمہ دو مطالب اور ایک تکملہ پر مرتب ہے۔

(المقدمةفیما یتعلق بالمطالب) مقدمہ ان چیزوں کے بیان میں ہے جو مطلوب سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ تین چیزیں ہیں: موضوع، مبادی، مسائل۔

علما نے ان اشیاء کا ذکر مقدمۂ علم و کتاب کے اندر محاسن سے شمار کیا ہے۔ کیونکہ طالب علم کے لیے زیادتی بصیرت کا سبب ہے۔ اور کتاب کے اندر موضوع جو کہ ہر علم کے جملہ محسنات سے ہے وہ اس چیز سے عبارت ہے جس کے اعراض ذاتیہ اور احوالِ مختصہ سے اس علم میں بحث کی جائے۔ (وموضوعه ذات الحق تعالیٰ وتقدس من حیث الظهور والبطون) اور تصوف کا موضوع ظاہر اور باطن ہونے کی حیثیت سے حق تعالیٰ وتقدس کی ذات ہے۔

اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس کا موضوع وجودِ مطلق ہے ظہور و بطون کی حیثیت سے۔ اور یہ بھی اس کے خلاف نہیں۔ اس لیے کہ وجود مطلق ان گروہِ صوفیہ کے نزدیک وجودِ واجب ہے۔ اور مقیدات کا وجود اس وجود مطلق واجبی کے اعتبارات و شیونات سے ہے۔ جس نے تنزل فرما کر نوع بہ نوع تقیدات کے ساتھ ظہور اختیار کیا ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ: ”کل یوم هو فی شان“ (ہر دن وہ ایک

و مبادیه حدود الموضوعات و المحمولات کحد الذات و الصفات و الاسماء ومسائله الاحکام المتعلقة بالموضوع و لو فی مراتب التعینات المطلب الاول فی کیفیة الظهور وذات الحق تعالیٰ هو الوجود الخاص الذی وحدته و تعینه عینه باتفاق من المتصوفة والحکماء والشیخ ابی الحسن الاشعری من المتکلمین ....

مطلق ومقید پس مطلق برائے بیان اطلاق است چنانچہ درقول نحویاں الواو للجمع المطلق نہ از برائے تقیید باطلاق فتأمل۔

ومبادی ہر علم عبارت است از چیز ہائے کہ موقوف باشد برآنہا مسائل آں علم. و مبادیه حدود الموضوعات و المحمولات کحد الذات و الصفات و الاسماء ومبادیِ تصوف تعریفہائے موضوعات است کہ براں حکم کردہ می شود چنانچہ تعریف ذات وتعریف ہائے محمولات کہ بداں حکم کردہ می شود چنانچہ تعریف صفات و اسماء۔ ومسایل ہر علم عبارت است از احکام تصدیقیہ کہ مقاصد آں علم بود۔ ومسائله الاحکام المتعلقة بالموضوع .ومسائلِ تصوف احکام چند اندکہ تعلق دارند بموضوع کہ آں عبارت است از ذات حق تعالیٰ عز شانہ و لو فی مراتب التعینات اگرچہ آں احکام درمراتب تعینات باشند چنانچہ پیشتر بیان خواہد یافت کہ ذات درمرتبۂ لاتعین ایں حکم دارد ودرمرتبۂ شعور آں حکم دارد ودرمرتبہ وحدت چنیں حکم دارد ودرمرتبۂ واحدیت چناں۔ وعلی هذا القیاس۔

المطلب الاول فی کیفیة الظهور

مطلب اول ثابت است در بیان کیفیت ظہور حق تعالیٰ وتقدس از خفائے لاتعین، واطلاق در مراتب تعینات وتقییدات چنانچہ کُنتُ کنزاً مَخفِیاً اشارہ بآں می کند وذات الحق تعالیٰ هو الوجود الخاص الذی وحدته و تعینه عینه باتفاق من المتصوفة والحکماء والشیخ ابی الحسن الاشعری من المتکلمین ۔ذات حق تعالیٰ وتقدس وجود خاص است کہ وحدت او و تعین او

شان میں ہے)[1] کا مضمون اس طرف اشارہ کرتا ہے۔

اور مطلق یہاں پر ایسے معنی میں نہیں جو مقید کا مقابل ہو۔ بلکہ یہ مطلق ومقید کی قید سے آزاد ہے۔ لہذا مطلق برائے بیان اطلاق ہے جیسے نحویوں کے قول میں ہے۔" الوا وللجمع المطلق "(واو مطلق جمع کے لیے ہے) ایسا نہیں کہ اطلاق کی قید سے مقید بنانے کے لیے ہو، تأمل

اور ہر علم کے مبادی وہ ہیں جن پر اس علم کے مسائل موقوف ہوں (ومبادیه حد ود الموضوعات و المحمولات کحد الذات و الصفات و الاسماء) اور تصوف کے مبادی ان موضوعات کی تعریفیں ہیں جن پر حکم کیا جاتا ہے جیسے ذات کی تعریف۔ اور محمولات کی تعریفیں ہیں جن کا حکم کیا جاتا ہے جیسے صفات واسما کی تعریفیں۔ اور ہر علم کے مسائل ان احکام تصدیقیہ سے عبارت ہیں جو اس علم کے مقاصد ہوتے ہیں۔ (ومسائله الاحکام المتعلقة بالموضوع) اور تصوف کے مسائل وہ احکام ہیں جو موضوع سے تعلق رکھتے ہیں کہ ذات حق عز شانہ سے عبارت ہے۔ (و لوفی مراتب التعینات) اگرچہ وہ احکام مراتب تعینات میں ہوں جیسا کہ آگے بیان ہوگا کہ ذات مرتبہ لاتعین میں یہ حکم رکھتی ہے اور مرتبۂ شعور میں وہ، اور مرتبۂ وحدت میں ایسا، اور واحدیت میں اس طرح کا۔ وعلی ہذا القیاس۔

(المطلب الاول فی کیفیة الظهور)

پہلا مطلب اطلاق و لاتعین کی پوشیدگی سے مراتب تعینات وتقیدات میں حق تعالیٰ وتقدس کی کیفیتِ ظہور کے بیان میں ہے جیسا کہ کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً اس جانب اشارہ کرتا ہے۔ (ذات الحق تعالیٰ هو الوجود الخاص الذی وحدته و تعینه عینه باتفاق من المتصوفة والحکماء و الشیخ ابی الحسن الاشعری) یعنی حق تعالیٰ کی ذات وہ وجود خاص ہے کہ جس کی وحدت اور جس کا تعین اس کا عین ہے۔ اس بات پر صوفیہ، حکماء، اور متکلمین میں سے شیخ ابوالحسن اشعری[2] کا اتفاق ہے۔ یعنی یہ سب لوگ اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ جس طرح حق تعالیٰ کا وجود اس کی ذات کا عین ہے اسی طرح اس کی

(۱) (آیت ۲۹/الرحمٰن ۵۵) (۲) امام اشعری کا تعارف ص ۲۴۹ پر دیکھیں۔

عینِ اواست، باتفاق صوفیہ وحکما وشیخ ابوالحسن اشعری از متکلمان ۔یعنی ایں ہمہ اتفاق دارند بریں کہ چنانچہ وجودِ حق تعالیٰ وتقدس عینِ ذات اوست ہم چناں وحدت او وتعینِ او نیز عینِ وجود اوست نہ وجود او زائد است برذات، ونہ وحدت او، وتعین او زائد است بر وجود، چنانچہ حال ممکنات است۔

دریابند کہ ایں جادو مقام است کہ ذکر کردنِ آنہا ببسط واطناب ناچار است۔

ذات نزد محققاں سہ مراتب دارد۔ اول موجودے کہ وجودِ او مغایر ذاتِ وے باشد، ومستفاد از غیر ذات، چنانچہ حال سائر ممکنات است نزد جمہور متکلمین وحکما۔ ودوم: مر موجودے کہ حقیقت وے مغایر وجود وے باشد امانہ مستفاد از غیر بلکہ مقتضائے ذات وے باشد، بروجہے کہ انفکاک وجود وے از وے محال باشد۔ واگرچہ بوجہے تغایر میانِ ذات ووجود وتصور انفکاک ممکن باشد۔ اگرچہ متصور محال است. وایں حال واجب تعالیٰ وتقدس است، نزد جمہور متکلمین ۔سیوم: مر موجودے کہ وجود او عین ذات او باشد، یعنی بذات خود موجود بود، نہ بامر مغایر ذات، وبدیہی است کہ چنیں وجود واجب بود زیراکہ انفکاک شی از نفس خودش تصور نمی تواں کرد فکیف بحسب خارج تواند شد۔ پس ایں جا تصور انفکاک خود ہم محال باشد مثل متصور۔ وظاہر است کہ ایں مرتبہ اکمل ترین مراتب موجودات است ۔پس سزاوار تر لائق تر آن ست کہ واجب الوجود جل جلالہ وعم نوالہ دریں مرتبہ اکمل باشد۔ پس ذات وے عین وجود وے باشد۔ ووجود وے عین ذات وے، وایں حال واجب تعالیٰ وتقدس است نزد حکمائے محققین صوفیہ موحدین کثر ہم اللہ تعالیٰ الیٰ یوم الدین ، وایں مراتب حاجت بتوضیح او ندارد، اگرچہ قوم توضیح او بمراتب سہ گانہ کردہ اند۔ مُضی بالغیر چنانچہ حال قمر ومُضی بالذات لیکن بضوء مغایر ذات چنانچہ حال شمس

وحدت اور اس کا تعین بھی اس کا عین وجود ہے نہ اس کا وجود زائد ہے ذات پر، نہ اس کی وحدت اور اس کا تعین زائد ہے وجود پر، جیسا کہ ممکنات کا حال ہے۔ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ یہاں دو مقام ہیں۔ جن کا تذکرہ ذرا بسط و تفصیل کے ساتھ ضروری ہے۔

محققین کے نزدیک ذات کے تین مرتبے ہیں۔

اول:۔ ایسا موجود کہ اس کا وجود اس کی ذات کے مغایر، غیر سے مستفاد ہو۔ جیسا کہ جمہور متکلمین اور حکما کے نزدیک تمام ممکنات کا حال ہے۔

دوم:۔ ایسا موجود کہ اس کی حقیقت اس کے وجود کے مغایر ہو لیکن غیر سے مستفاد نہ ہو بلکہ اس کی ذات کا مقتضا ہو اس طور پر کہ اس سے اس کے وجود کا انفکاک محال ہو۔ اگر چہ کسی طرح ذات اور وجود کے درمیان تغایر اور انفکاک کا تصور ممکن ہو اگر چہ متصور محال ہے۔ اور یہ جمہور متکلمین کے نزدیک واجب تعالیٰ وتقدس کا حال ہے۔

سوم:۔ ایسا موجود کہ اس کا وجود اس کی ذات کا عین ہو۔ یعنی اپنی ذات سے موجود ہو، ذات کے مغایر کسی دوسرے امر سے نہیں۔ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ ایسا وجود واجب ہوگا، اس لیے کہ خود شئی کی ذات سے شئی کے انفکاک کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ تو خارج میں اس کا تحقق کیا ہوگا۔ یہاں انفکاک کا تصور بھی محال ہے جیسے متصوَّر محال ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ مراتبِ موجودات میں کامل ترین مرتبہ ہے۔ لھذا انسب یہی ہے کہ واجب الوجود جل جلالہ وعم نوالہ اسی اکمل مرتبے میں ہو۔ تو اس کی ذات اس کے وجود کا عین، اور اس کا وجود اس کی ذات کا عین ہے۔ یہ حکمائے محققین وصوفیہ موحدین کے نزدیک واجب تعالیٰ کا حال ہے۔ یہ مراتب اپنی توضیح کی حاجت نہیں رکھتے۔ اگر چہ قوم نے اس کی توضیح مراتبِ سہ گانہ سے کی ہے۔

(۱) غیر سے روشن جیسے حالِ قمر۔ (۲) بالذات روشن لیکن روشنی مغایرِ ذات ہو جیسے حالِ آفتاب۔

---

(۱) وحدۃ الوجود: ص ۲۴۹ پر حاشیہ نمبر ۹۱ دیکھیں۔

مُعطی بالذات لاکن بضوئے کہ عین ذات است چنانچہ حال نور شمس فرمودہ اند۔

ودلیل مختصر بر عینیتِ وجود او بذات نزدیک ارباب استدلال و برہان آن است کہ اگر وجود او غیر

ذات او باشد احتیاج واستکمال بغیر لازم آید، وایں محال است، تعالی اللہ عن ذالك علوا کبیرا۔

نزدیک اصحابِ شہود وعرفان آن است کہ غیر حق تعالیٰ موجودے نیست اصلاً وقطعاً۔ پس چگونہ وجود او غیر

او بود۔ وتفصیل ایں مقال، وتوضیح ایں حال، درسخنان مشائخ وعلما کہ اربابِ ذوق ووجدان اند وقدمائے

کہ اصحابِ استدلال و برہان اند و بازمرۂ صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم و اطلع علینا انوارھم

دریں مطلب اتفاق دارند۔ مبین ومبرہن است اختصار مانع ذکر آن است۔ یقین کہ فطن ذکی(۱) راایں قدر

بیان وافی خواہد بود۔ من الرباعیات للمحقق الجامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی :

ہرچیز کہ جز وجود در چشم شہود در ہستی خویش ہست محتاج وجود

محتاج چو واجب نبود وصف وجوب باشد بوجود خاص وہو المقصود

وحضرت شیخی یعنی وجیہ الحق والدین قدس سرہ در حاشیہ فرمود کہ قیصری در مقدمہ فصوص الحکم

آوردہ کہ تعین گاہ عین ذات می باشد چنانچہ تعین حق تعالیٰ وتقدس کہ ممتاز است بذاتِ خود از غیر۔ وایں

کلام صریح است دریں کہ ذاتِ حق تعالیٰ وتقدس وجود خاص است ممتاز از غیر خود بتعین وخصوصیت کہ

آن عینِ وجودِ اُو است .وسید شریف قدس سرہ در شرح مواقف نقل فرمودہ کہ وجود نزدیک شیخ ابوالحسن

اشعری عینِ حقیقت است در واجب تعالیٰ ونزاع در وجود خاص است کہ او مبدأ ممکنات است۔ منہ

(۱) نسخہ ب: (زکی)

(۳) روشن بالذات لیکن روشنی عینِ ذات ہو۔ جیسے نورِ شمس کا حال ہے۔

اور ارباب استدلال و برہان کے نزدیک اس کی مختصر دلیل یہ ہے کہ اگر وجود اس کی ذات کا غیر ہو تو غیر سے اس کا استکمال اور غیر کی جانب حاجت مند ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ چیز واجب تعالیٰ کے لیے محال ہے۔ تعالی الله عن ذالك علوا كبيرا۔

اور ارباب شہود و عرفان کے نزدیک یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے علاوہ اصلا وقطعاً کوئی موجود نہیں ہے۔ پھر کس طرح سے اس کا وجود اس کا غیر ہوگا۔ اس قول کی تفصیل، اور اس حال کی توضیح اربابِ ذوق و وجدان مشائخ و علما اور اہلِ استدلال و برہان قدیم حکما کے اقوال میں روشن و مبرہن ہے۔ حکما اس بارے میں صوفیۂ کرام کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں۔ یہاں اختصار ان سب کے ذکر سے مانع ہے۔ یقین ہے کہ ایک ذہین و تیز خاطر کے لیے اسی قدر بیان کافی ہوگا۔

محقق جامی قدس سرہ السامی[۱] کی رباعیات سے چند اشعار:

(ترجمہ) نظرِ شہود میں وجود کے سوا ہر چیز اپنی ہستی میں وجود کی محتاج ہے۔ محتاج واجب نہیں ہوسکتا۔ تو وصفِ وجوب، وجودِ خاص کے ساتھ ہوگا۔ اور یہی مقصود ہے۔

حضور مرشد گرامی، استاذ محترم یعنی شیخ وجیہ الحق والدین قدس سرہ نے حاشیہ میں فرمایا: کہ فصوص الحکم[۲] کے مقدمہ میں قیصری[۳] نے بیان کیا کہ تعین کبھی عینِ ذات ہوتا ہے۔ جیسے حق تعالیٰ کا تعین کہ حق تعالیٰ موجود بہ وجود خاص ہے۔ اپنی ذات میں غیر سے ممتاز، ایسے تعین و خصوصیت کے ساتھ کہ وہی اس کا عینِ وجود ہے۔ اور یہ کلام اس بارے میں صریح ہے کہ حق تعالیٰ و تقدس کی ذات وجودِ خاص ہے۔ اپنے غیر سے ممتاز، ایسے تعین و خصوصیت کے ساتھ کہ وہی اس کا عینِ وجود ہے۔ اور علامہ سید شریف قدس سرہ[۴] نے شرح مواقف میں نقل فرمایا ہے کہ شیخ ابوالحسن اشعری[۵] کے نزدیک

---

(۱) محقق جامی کا تعارف ص ۲۴۴ پر دیکھیں۔ (۲) فصوص الحکم کا تعارف ص ۲۵۰ پر دیکھیں۔ (۳) قیصری کا تعارف ص ۲۵۱ پر دیکھیں۔
(۴) تعارف ص ۲۵۱ پر۔ (۵) تعارف ص ۲۴۹ پر دیکھیں۔

فان وجود الحق تعالیٰ عین ذاته عندهم بمعنی انهما متحدان وهو المسمی بـ" البحت" و "اللاتعین"و" الذات الساذج" وغیرها من الاسماء .وبـ "الله" عند البعض.........

وجودے کہ مشترک است میانِ جمیع موجودات۔ ونیز فرمودہ کہ مذہبِ حکما آن است کہ وجود در واجب عینِ ماہیت است واین صریح است دریں کہ ذات حق تعالیٰ وتقدس وجود خاص است نزدیک شیخ ابوالحسن اشعری وحکما۔

وباید دانست کہ عینیت وجود بذات حق تعالیٰ بمعنی اتحاد است ازیں جہت فرمود: فان وجود الحق تعالیٰ عین ذاته عندهم بمعنی انهما متحدان وهو المسمی بالبحت و اللاتعین و الذات الساذج وغیرها من الاسماء .وآں وجود خاص واجبی مسمیٰ است بہ بحت واللاتعین وذات ساذج، وغیر او از اسمائے دیگر۔ مثل احدیت ذاتیہ، واحدیت صرفہ، ووحدیت مطلقہ، وعالم لاہوت، وازل الآزال، وعین کافوری، ومشکاۃ غیبیہ، وذات صرف، وذات بلا اعتبار، وذات مطلق، وذات احدیت، وذات بلا تعدد، وذات ہویۃ، وذات ہوھو، ووجود بحت، ووجود مطلق، وعدم عدم، وبطون بطون، ومکنون مکنون، وخفاء خفاء، وقدم قدم، واول بلانہایت، وآخر بلا بدایت، وغیب ہویت، وغیب الغیوب، والغیب المصون، والغیب المستکن،

بعضے ایں اسما در عبارت جمہور واقع است۔ وبعضے شیخ شمس الدین محمد فخری در رسالہ وجودیہ خود تصریح فرمودہ اند۔ وحضرت شیخی روح اللہ روحہ واوصل الینا فتوحہ وجہ تسمیہ آں ذات عالی صفات بہر یکے ازیں اسما در شرح جام جہاں نما بہ تفصیل وتوضیح فرمودہ، اختصار مانع ذکر او شدہ، وبالله عند البعض .وہمیں مرتبہ مسمیٰ باسم اعظم است۔ نزدیک بعضے، مثل صاحب کاشی وغیرہ۔ وحضرت شیخی در حاشیہ فرمود کہ صاحب کاشی ذکر کردہ کہ اللہ نزدیک بعض اسم است مر ذات را کہ موصوف است بجمیع صفات، ومسمیٰ است

(۱) نسخہ الف:: واول بلابدایت وآخر بلانہایت)

واجب تعالیٰ میں وجود عینِ حقیقت ہے۔ اور نزاع وجود خاص میں ہے جو مبدأ ممکنات ہے، نہ اس وجود میں جو جمیع موجودات کے درمیان مشترک ہے۔

نیز فرمایا: کہ حکما کا مذہب یہ ہے کہ واجب کے اندر وجود عینِ ماہیت ہے۔اور یہ اس بارے میں صریح ہے کہ شیخ ابوالحسن اشعری اور حکما کے نزدیک حق تعالیٰ وتقدس کی ذات وجودِ خاص ہے۔

نیز یہ بھی جاننا چاہیے کہ ذاتِ حق تعالیٰ میں عینیتِ وجود اتحاد کے معنی میں ہے۔اسی سبب سے مصنف نے فرمایا:(فان وجود الحق تعالیٰ عین ذاته عندهم يعنى انهما متحدان عندهم و هو المسمى بالبحت و اللاتعين و الذات الساذج وغيرها من الاسماء) اور وہ وجود خاص واجبی بحت، لاتعین، ذات ساذج وغیرہ اسما سے موسوم ہے۔جیسے احدیت ذاتیہ، احدیتِ صِرفہ، وحدۃ مطلقہ، عالم لاہوت، ازل الآزال، عینِ کافوری، مشکاۃ غیبیہ، ذات صرف، ذات بلا اعتبار، ذات مطلق، ذات احدیت، ذات بلا تعدد، ذات ہویت، ذاتِ ہوہو، وجود مطلق، عدم عدم، بطونِ بطون، مکنونِ مکنون، خفاے خفا، قِدَم قِدَم، اول بلا بدایت، آخر بلا نہایت، غیب ہویت، غیب الغیوب، غیب مصون، غیبِ مستکن ،،، ان میں سے بعض نام جمہور کی عبارتوں میں واقع ہیں۔اور بعض کو شیخ شمس الدین محمد فخری[1] نے اپنے رسالۂ وجودیہ میں صراحت سے بیان کیا ہے۔اور حضور مرشد واستاذِ گرامی (روح الله روحه) نے شرح جام جہاں نما کے اندر ان اسما میں سے ہر ایک کے ساتھ اس ذات عالی صفات کے موسوم ہونے کی وجہ توضیح وتفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ یہاں اختصار ان کے ذکر سے مانع ہے۔(با لله عند البعض) اور یہی مرتبہ بعض حضرات مثلاً صاحبِ کاشی[2] وغیرہ کے نزدیک اِس اسم اعظم سے موسوم ہے۔اور حضرت استاذ گرامی نے حاشیہ میں فرمایا: کہ صاحب کاشی نے ذکر کیا ہے کہ" الله "بعض کے نزدیک صرف ذات کا نام ہے جو تمام صفات سے متصف اور تمام اسما سے موسوم ہے۔یعنی مرتبہ الٰہیت۔

(۱) شمس الدین فخری کا تعارف ص ۲۵۵ پر۔(۲) علامہ کاشی تعارف ص ۲۵۵ پر۔

ــولیس هو الوجود المطلق الشامل لذات الحق و غیره من الممکنات .لانه لایکون عین ذات الحق ....

بجمیع اسما یعنی مرتبہ الٰہیہ۔ ونزدیک ما اللہ اسم ذات الٰہی است من حیث ھی ھی یعنی ذات مطلقہ صادق
ذات با جمیع صفات یا بعضے صفات یا بلا صفات، چنانچہ خود فرمودہ: قل هو الله احد۔

فائدہ زائدہ: باید دانست کہ ایں قول غیر مختار است۔ ازیں جہت محققان ایں فن میل بتر
قول اول نمودہ اند۔ و بریں اعتراض فرمودہ اند کہ وضع اسم بازاء ذات مطلق اگر چہ ممکن است اما فائد
آں ظاہر نیست۔ چہ مقصود از وضع الفاظ افادہ یا استفادہ معنی موضوع لہ است۔ و ایں جا معنی موضوع
کہ ذات حق وہستی مطلق است تعالیٰ وتقدس مدرک، ومفہوم، ومشہود، ومعلوم ہیچ کس نتواند بود۔ لکن
کہ بدلالت لفظ وعبارت بداں اشارہ تواں نمود۔ شعر:

عشق ست بروں زپردۂ نور و ظلام خارج ز احاطۂ عقول و افہام
خواہم کہ بخوانمش بصد نام امّا او برتر ازاں ست کہ گنجد در نام

كذا فی شرح اللمعات واللوائح وغیرهما للمحقق الجامی قدس سره السا
وحضرت شیخی نیز بلفظ بعض اشارہ بضعف ایں قول فرمودہ اند۔ولیس هو الوجود المطلق الشامل لذا
الحق و غیره من الممکنات . یعنی آں وجود کہ عین ذات واجب است وجود خاص است نہ وجود مطل
کہ شامل است مر ذات حق را و ممکنات را۔ لانه لایکون عین ذات الحق . زیرا چہ آں وجود مطل
وشامل عین حق تعالیٰ نمی تواند بود۔ وحضرت شیخی بایں کلام اشارت فرمودہ بامرے کہ محققان ایں فن تحقی
آں نمودہ اند۔ وآں این است کہ لفظ وجود را گاہ بمعنی کون وحصول کہ معانی مصدریہ ومفہومات اعتبار
است اطلاق می کنند وبآں اعتبار وجود از معقولات ثانیہ است کہ در برابرِ وے امرے نیست در خار

اور ہمارے یعنی جمہور صوفیہ کے نزدیک "اللہ" ذاتِ الٰہی من حیث ھی ھی کا نام ہے۔ یعنی ذاتِ مطلقہ جس کا صدق ذات مع تمام صفات پر بھی ہے، اور ذات مع بعض صفات پر بھی، اور ذات بلا صفات پر بھی۔ جیسا کہ خود فرمایا ہے: " قل هو الله احد "

فائدۂ زائدہ: جاننا چاہیے کہ یہ قولِ غیر مختار ہے۔ اور حضور استاذ گرامی نے لفظِ بعض سے اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اسی وجہ سے اس فن کے محققین قولِ اول کی ترجیح کی طرف مائل ہیں۔ اور اس پر انھوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگرچہ ذات مطلق کے بالمقابل اسم کی وضع ممکن ہے لیکن اس کا فائدہ ظاہر نہیں ہے۔ اس لیے کہ وضع الفاظ سے مقصود معنی موضوع لہ کا افادہ یا استفادہ ہے۔ اور یہاں معنی موضوع لہ جو کہ ذات حق تعالیٰ وہستی مطلق ہے (تعالیٰ و تقدس) وہ کسی کے لیے مدرک، مفہوم، مشہود اور معلوم نہیں ہوسکتا۔ تو پھر کس طرح لفظ و عبارت کی دلالت سے اس کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ شعر ؎:

(ترجمہ) عشق نور وظلمت کے پردہ سے باہر ہے، عقل وفہم کے احاطہ سے باہر۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو سیکڑوں نام سے پکاروں۔ لیکن وہ اس سے برتر ہے کہ کسی نام میں سمائے۔ ایسا ہی محقق جامی[1] قدس سرہ السامی کی شرح لمعات اور لوائح میں ہے۔ اور حضرت استاذ گرامی نے بھی لفظِ بعض سے اس قول کے ضعف کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ (وليس هو الوجود المطلق الشامل لذات الحق و غيره من الممكنات) یعنی وہ وجود جو عینِ ذاتِ واجب ہے، وجود خاص ہے، نہ وجودِ مطلق جو ذاتِ حق اور ممکنات کو شامل ہو۔ (لانه لا يكون عين ذات الحق) اس لیے کہ وہ وجود مطلق عینِ ذات حق تعالیٰ کو شامل نہیں ہوسکتا

حضور مرشد گرامی نے اس کلام سے ایک ایسے امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کی تحقیق محققین فن کر چکے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ لفظِ وجود کو کبھی کون وحصول کے معنی میں بولتے ہیں جو کہ معانی مصدریہ اور مفہومات اعتباریہ ہیں۔ اور اس اعتبار سے وجود معقولات ثانیہ سے ہے۔ کہ اس کے مقابل خارج میں کوئی امر نہیں۔ بلکہ ماہیات کو تصور و تعقل میں عارض ہوتا ہے۔ جیسا کہ حکمائے محققین و متکلمین نے

---

(۱) محقق جامی کا تعارف ص ۲۴۴ پر۔

واطلاقه باعتبار عدم تقيده بشئ من التعينات الصفاتية و الافعاليةوليس هناك اسم و رسم ووصفٌ و نعت..

بلکہ ماہیات را عارض می شود در تعقل، چناں کہ محققانِ حکما و متکلمان تحقیق آں کردہ اند۔ و بایں اعتبار وجود را مشترک لفظی یا معنوی فرمودہ اند علی اختلاف المذهبين ۔ وگاہ لفظ وجود می گویند و بوے حقیقتے دیگر می خواہند کہ ہستی وے بذات خود است و ہستی باقی موجودات بوے، وفی الحقیقۃ غیر از وے موجودے نیست فی الخارج، و باقی موجودات عارض وے اند و بوے قائم، چناں کہ کُمّلِ اولیا و محققاں تحقیق آں فرمودہ اند ۔ واطلاق اسم وجود بر حضرت حق عز شانہ بمعنی ثانی است ۔ نہ بمعنی اول ۔ و ہر گاہ کہ ائمہ ایں فن تصریح فرمودہ اند کہ ذات حق تعالیٰ و تقدس عبارت است از وجود مطلق و ایں تصریح مناقض حکم خصوص است ۔ کہ در ماسبق تحقیق یافتہ ۔ اشارہ فرمود بجواب او بقول خود واطلاقه باعتبار عدم تقيده بشئ من التعينات الصفاتية و الافعالية یعنی صفت اطلاق بر او باعتبار عدم تقید او و تعین او است بشی از تقیدات صفاتیہ و اسمائیہ، نہ بمعنی آں کہ تعین ندارد اصلاً ۔ زیرا کہ بالا تحقیق شد کہ وجود واجبی متعین است بہ تعینے کہ او عین ذات او است ۔ وليس هناك اسم و رسم ونیست ذات واجبی را دریں مرتبہ ہیچ اسم و رسم، و ایں مناقض ماسبق نیست کہ ذات واجبی دریں مرتبہ مسمی بہ بحت و لاتعین می شود ۔ زیرا کہ اسم در اصطلاح ایں طائفہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ذات است باعتبار صفات وجودیہ مثل علم و قدرۃ، یا عدمیہ مثل قدوس و سلام ۔ و رسم نزد ایشاں عبارت است از خلق و صفات او، ووصفٌ و نعتٌ نزدیک جمہور وصف اعم است از صفت وجودی و عدمی، و نعت خاص بصفت وجودی، و نزدیک بعضے وصف موجب تمیز عرضی است ۔ و نعت موجب تمیز ذاتی، و بعضے وصف صفتِ غیر راسخہ را گویند، و نعت راسخہ را ۔ چنانچہ حضرت شیخ

اس کی تحقیق کی ہے۔اور اس اعتبار سے وجود کو علی اختلاف المذہبین مشترک لفظی یا معنوی کہا گیا ہے اور کبھی لفظِ وجود بولتے ہیں اور اس سے ایک دوسری حقیقت مراد لیتے ہیں کہ اس کی ہستی اپنی ذات سے ہے اور باقی موجودات کی ہستی اور ان کا وجود اسی کے سبب سے ہے۔حقیقت میں اس کے علاوہ خارج میں کوئی موجود نہیں اور باقی موجودات اسے عارض اور اس کی وجہ سے قائم ہیں۔جیسا کہ اولیاے کاملین اور محققین نے اس کی تحقیق فرمائی ہے۔اور حضرت حق عز شانہ پر لفظِ وجود کا اطلاق معنی ثانی میں ہے نہ کہ معنی اول میں۔

اور چونکہ اس فن کے ایمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ وتقدس کی ذات وجود مطلق سے عبارت ہے اور یہ تصریح اس حکمِ خصوص کے مناقض ہے جس کی تحقیق ماسبق میں ہوئی۔اس لیے مصنف نے اگلے قول سے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے۔(وا طلاقه باعتبار عدم تقيده بشيء من ا لتعينات الصفاتية و الافعا لية) یعنی اس کے اوپر اطلاق کی صفت تقیداتِ صفاتیہ واسمائیہ میں سے کسی شئ کے ساتھ اس کے عدمِ تقیُّد وتعین کے اعتبار سے ہے نہ اس معنی میں کہ وہ سرے سے تعین نہیں رکھتا۔اس لیے کہ اوپر تحقیق ہو چکی ہے کہ وجود واجبی ایک ایسے تعین کے ساتھ متعین ہے کہ وہ اس کی ذات کا عین ہے۔(وليس هناك اسمٌ ورسمٌ) اور ذات واجب کے لیے اس مرتبہ میں کوئی اسم ورسم، نام ونشان نہیں۔اور یہ ماسبق کے مناقض نہیں ہے کہ ذات واجبی کو اس مرتبہ میں بحت ولاتعین سے موسوم کیا جاتا ہے۔کیونکہ اسم اس طائفہ مقدسہ وگروہ پاکیزہ کی اصطلاح میں ذات ہے یا تو وجودی صفتوں کے اعتبار سے، جیسے علم وقدرت۔یا تو عدمی صفتوں کے اعتبار سے، جیسے قدوس وسلام۔اور رسم ان کے نزدیک عبارت ہے خلق اور اس کی صفات سے (ووصفٌ ونعتٌ) نہ کوئی وصف اور نعت، جمہور کے نزدیک وصف صفتِ وجودی وعدمی سے اعم ہے۔اور نعت صفت وجودی کے ساتھ خاص ہے۔اور بعض کے نزدیک وصف تمیزِ عرضی کا سبب ہے۔اور نعت تمیزِ ذاتی کا۔

وظهورٌ و بطونٌ وكليةٌ و جزئيةٌ و عموم وخصوص ووحدة زائدة على ذاته و كثرة

....

در شرح جام جہاں نما فرمودہ لکن قول تقدیم نعت بر وصف اولیٰ والطف است۔ وظهورٌ و بطونٌ زیرا چہ ایں ہر دو امر نسبتی اند وذات را دریں مرتبہ ہیچ نسبتے نیست وكليةٌ و جزئيةٌ و عموم وخصوص در حاشیہ فرمودہ اند: کہ اگر کسے توہم کند کہ نفی جزئیت وخصوص دریں جا منافی ماسبق است، زیرا چہ بالا تحقیق شد کہ ذات حق تعالیٰ وجود خاص است پس جزئیت وخصوص متحقق شد۔ جواب او این است کہ مراد بخصوص ایضا تعین زائدہ است برذات او، وگرنہ تعین کہ عین ذات اوست متحقق است البتہ۔ چنانچہ بالا گذشت۔ ووحدة زائدة على ذاته تقیید وحدت بزیادت ازاں فرمودہ کہ وحدت کہ عین ذات است ثابت شدہ است۔ و كثرة معنی ایں ہر دو امر ظاہر است۔

لطیفہ

باید دانست کہ از جہت تنزیہ ایں مرتبہ از اسما وصفات وتقدیس او از دلالت الفاظ ولغات نہ مدرک ہیچ ولی می شود، نہ مشہود ہیچ نبی، غایت نشان از و بے نشانی است ونہایت عرفانِ وے، حیرانی ازیں جہت گفتہ اند:

اے در تو بیانہا و عیانہا ہمہ ہیچ   پندار یقینہا و گمانہا ہمہ ہیچ
ازذات تو مطلقا نشان نتواں داد   کانجا کہ توئی بود نشانہا ہمہ ہیچ

نہ نقل را در نعت جلال او زبان عبارت، ونہ عقل را بکنہ کمالِ او اشارت:

ہر چند کہ جانِ عارف آگاہ بود   کے در حرمِ قدسِ تو اش راہ بود
دست ہمہ اہل کشف و ارباب شہود   از دامنِ ادراک تو کوتاہ بود

اور بعض لوگ وصف صفتِ غیرِ راسخہ کو کہتے ہیں اور نعت صفتِ راسخہ کو۔ جیسا کہ حضور مرشدِ گرامی نے شرح جام جہاں نما میں بیان فرمایا۔ ''لیکن وصف پر نعت کو مقدم کرنے کا قول زیادہ مناسب اور زیادہ لطیف ہے۔'' (وظھورٌ وبطونٌ) نہ کوئی ظہور اور بطون۔ اس لیے کہ یہ دونوں امر نسبتی ہیں اور اس مرتبہ میں ذات کے لیے کوئی نسبت نہیں ہے۔ (و کلیۃٌ وجزئیۃٌ وعمومٌ وخصوصٌ) نہ کوئی کلیت و جزئیت اور نہ کوئی عموم و خصوص۔ حاشیہ میں فرمایا ہے کہ اگر کسی کو وہم ہو کہ اس جگہ جزئیت اور خصوص کی نفی گزشتہ بحث کے منافی ہے۔ اس لیے کہ اوپر تحقیق ہو چکی ہے کہ ذات حق تعالیٰ وجودِ خاص ہے۔ لہٰذا جزئیت اور خصوص متحقق و ثابت ہو گئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ خصوص سے مراد اس کی ذات پر تعین زائد ہے۔ ورنہ تعین جو اس کا عینِ ذات ہے، یقیناً متحقق ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔ (و وحدۃ ٌزائدۃ ٌعلیٰ ذاتہ) نہ کوئی ایسی وحدت جو اس کی ذات پر زائد ہو۔ وحدت کو زیادت سے اس لیے مقید فرمایا کہ وحدت جو عین ذات ہے وہ ثابت شدہ ہے ۔(و کثرۃ) نہ کوئی کثرت۔ اور ان دونوں امروں کی نفی ظاہر ہے۔

نکتہ: جاننا چاہیے کہ اسما و صفات سے اس مرتبہ کی تنزیہ اور دلالتِ الفاظ و لغات سے اس کی تقدیس کے سبب وہ نہ کسی ولی کے لیے مدرک ہو سکتا ہے نہ کسی نبی کے لیے مشہود،

غایتِ نشان اس کا بے نشانی ہے۔ اور نہایت عرفان اس کا حیرانی۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے:

اشعار

(ترجمہ) اے وہ ذات! کہ تیرے بارے میں بیان و عیان سب ہیچ ہیں۔ یقینوں اور گمانوں کے سارے پندار ہیچ ہیں۔ تیری ذات کا مطلقاً نشان و پتہ نہیں بتایا جا سکتا۔ کہ جہاں تو ہوتا ہے سارے نشان ہیچ ہیں۔ نہ نقل کے پاس اس کی نعتِ جلال میں تعبیر کی زبان ہے، نہ عقل کے پاس اس کی حقیقتِ کمال کی جانب اشارے کی قوت۔ ہر چند کہ جانِ عارف آگاہ ہوا کرتی ہے پھر بھی جس حرم قدس میں تو موجود ہے کب اس کے لیے راہ ہو سکتی ہے۔ تمام اہلِ کشف اور ارباب شہود کا ہاتھ تیرے دامن ادراک سے

والیه اشار علیه السلام بقوله : کان الله ولم یکن معه شیٔ غیره رواه البخاری و احمد بن
حنبل و الطبرانی فی الاوسط و الحاکم فی المستدرک ذکره فی جمع الجوامع بل کل
ذالک بحسب مراتبه و مقاماته کما اشار الیه جل و علا بقوله رفیع الدرجات ذو العرش

والیه اشار علیه السلام بقوله : کان الله ولم یکن معه شیٔ غیره او سوے نفی ایں
اشارت فرمود سرور کائنات علیه الصلوٰة والسلام بقول خود که بود خداے تعالیٰ ، ونه بود بااو ہیچ شئی غیر او
وایں امور مذکوره بے شائبۂ کثرت متصور نیست۔ولو بابعد وجه، چنانچه در شرح جام جہاں نما مسطور است
رواه البخاری و احمد بن حنبل ز الطبرانی فی الاوسط و الحاکم فی المستدرک
روایت کرده است ایں حدیث را شیخ بخاری وامام احمد ابن حنبل وطبرانی در کتاب خود که مسمی است باوسط
وحاکم نیشاپوری درکتاب خود که مسمی است بمستدرک ذکره فی جمع الجوامع ذکر کرده است
ایں حدیث را ازایں ائمه اربعه در کتاب مسمی به جمع الجوامع بل کل ذالک بحسب مراتبه
مقاماته بلکه ہمه مذکور از اسم ورسم وغیره بحسب مراتب ومقامات ذات حق تعالیٰ وتقدس است
عبارت است از تعینات وتنزلات وشیونات واعتبارات کما اشار الیه جل و علا بقوله رفیع
الدرجات ذو العرش چنانچه اشاره فرمود حق جل وعلا سوے ایں که ایں امور مذکوره باعتبار مراتب
مقامات است بقول خود رفیع الدرجات۔

وحضرت شیخ شمس الدین محمد فخری[2] در رساله وجودیه خود بعد از بیان عینیت وجود بذات فرموده که
ذات عالی سمات را به مقتضاے رفیع الدرجات مراتب وتنوعات ظہور است که تابع است مرایں تنوعات
ظہور را احکام وتفاصیل وآثارے که معرفت تفصیلیه انبیا واولیا باآں متعلق می شود۔

فاما کنه ذات او تعالیٰ وتقدس مفہوم ومدرک ومعلوم ہیچ کس آفریده از انبیا ورسل واولیا مکمل نگشته
نمی گردد، زیرا چه محال است که علم وادراک وفہم ووہم کسے محیط او گردد۔

چه علم وصف عالم است ، وعالم متعین ومتناہی۔ پس وصف او بطریق اولیٰ متعین ومتناہی باشد

کوتاہ ہے۔(و الیه اشار علیه الصلوٰۃ و السلام بقوله: کان الله و لم یکن معه شیٔ غیره)اوران امور کی نفی کی جانب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے قول سے اشارہ فرمایا ہے:وہ فرماتے ہیں:

اللہ تھا اور اس کے ساتھ اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہ تھی۔اور یہ امور مذکورہ بے شائبہ کثرت کے متصور نہیں ، اگر چہ بعید تر صورت کے ساتھ جیسا کہ شرح جام جہاں نما میں مذکور ہے۔(رواه البخاری و احمد بن حنبل و الطبرانی فی الاوسط و الحاکم فی المستدرك)اس حدیث کو امام بخاری اور امام احمد بن حنبل نے ،اور طبرانی نے اپنی کتاب مُعجم اوسط میں،اور حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب مستدرک میں روایت کیا۔ (ذکره فی جمع الجوامع) ان چاروں اماموں سے اس حدیث کی روایت کو کتاب جمع الجوامع میں ذکر کیا ہے۔(بل کل ذالك بحسب مراتبه و مقاماته) بلکہ یہ ساری مذکورہ چیزیں اسم و رسم وغیرہ ذات حق تعالیٰ و تقدس کے مراتب ومقامات کے اعتبار سے ہے۔جو کہ تعینات وتنزلات اور شیون و اعتبارات سے عبارت ہے (کما اشار الیه جل وعلا بقوله رفیع الدرجات ذو العرش) (الآیۃ ۱۵/الغافر ۴۰)جیسا کہ حق جل وعلا نے اپنے قول رفیع الدرجات ذوالعرش سے ان امور مذکورہ کے مراتب ومقامات کے اعتبار سے ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے۔اور حضرت شیخ شمس الدین محمد فخری[۲] نے اپنے رسالہ وجودیہ میں وجود وذات کی عینیت بیان فرمانے کے بعد کہا کہ اس ذاتِ عالی سمات کے لیے رفیع الدرجات کے مقتضیٰ کے مطابق ظہور کے مراتب وتنوعات ہیں۔کہ ان تنوعاتِ ظہور کے تابع ایسے احکام وتفاصیل وآثار ہیں کہ انبیا واولیا کی معرفت تفصیلیہ ان سے متعلق ہوتی ہے لیکن ذات حق تعالیٰ و تقدس کی کنہ وحقیقت انبیا مرسلین واولیا میں سے کسی مخلوق کے لیے مکمل مفہوم، و مدرک ومعلوم نہ ہوسکی۔اور ہو بھی نہیں سکتی، اس لیے کہ یہ محال ہے کہ کسی کا علم وادراک اور فہم ووہم اس کا احاطہ کرسکے۔کیوں کہ علم عالم کا وصف ہے۔عالم متعین ومتناہی۔لہذا اس کا علم بطریق اولیٰ متعین و

(۱)(انظر صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول الله تعالیٰ وهو الذی یبدأ الخلق ثم یعیده رقم الحدیث ۲۹۵۳/ ومستدرك الحاکم ۲ /۳٤۱/ الکبیر للطبرانی ۱۸/ ۲۰٤) (۲) شمس الدین فخری کا تعارف ۲۵۵ پر۔ (۳)(الآیۃ ۱۵/الغافر ۴۰)۔

فاول ما یتجلی به صفة الحیوٰة ثم صفة العلم ثم الاحدیة التی هی شعور الذات(۲) للذات وهو احد تعلقات العلم عند المتکلمین اذ لا یتصور الاحدیة التی هی احد تعینات العلم بدون الحیوٰة و نفس العلم ....

وذات حق تعالیٰ از تناہی وتعین وحد منزہ است۔ پس علم ہیچ عالم احاطہ او نتواند کرد۔ زیرا کہ احاطہ نامحدود و نامتناہی، بہ محدود و متناہی بدیہی الاستحالہ است۔ چنانچہ خود ازیں معنی در کلام خود فرمودہ " ولا یحیطون به علما "

وہرگاہ کہ حقیقت ذات در مرتبہ بحت بیان فرمودہ شروع کرد در بیان مراتب تنزلات وتعینات بقول خود فاول ما یتجلی به صفة الحیوٰة یعنی بعد از مرتبہ بحت اول صفتے کہ باو متجلی شد حق سبحانہ تعالیٰ صفت حیات است۔ ثم صفة العلم وبعد از صفۃ حیات صفت علم است ثم الاحدیة وبعد از علم احدیت است التی هی شعور الذات للذات احدیت کہ آں عبارت است از شعور ذات مرذات ویافت اومرخودش را وهو احد تعلقات العلم عند المتکلمین وآں احدیت مذکورہ یکے از متعلقات علم است نزدیک متکلمین اذ لا یتصور الاحدیة التی هی احد تعینات العلم بدون الحیوٰة و نفس العلم یعنی بعدیت اواز علم ازاں جہت است کہ متصور نمی شود آن احدیتے کہ او یکے از تعینات علم است بے حیات و بے ذات علم، زیراچہ اگر بے حیات وعلم متصور می شدے از تعینات او نمی شدے۔ زیراچہ معنی تعین تعلق است ومتعلقات شی بے آں شی نمی تواند بود۔ پس تبعیت اومر علم را ضروری باشد وعلم خود تابع حیات است پس احدیت نیز تابع حیات بود۔ زیراچہ تابع تابع شی تابع آں شی است بالضرورۃ۔

وچوں ازیں جا منشأ سوال بود(۱) وآں آن است کہ اگر اول تعین حیات بودے ہر آئینہ سالک را بعد از مرتبہ ذات شعور باو حاصل می شدے ونہ ایں چناں است پس از نفی شعور نفی تعیت اولیہ او نیز لازم

(۱) نسخہ الف: وچوں منشأ سوال دریں جا بود۔ (۲) لعلہ: شعور الذات بالذات۔

متناہی ہوگا۔اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات تناہی سے بری، تعین، درحد سے منزہ ہے۔لہذا کسی عالم کا علم اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ محدود ومتناہی سے لامحدود و نامتناہی کا احاطہ بداھۃً محال ہے ۔چنانچہ اس معنی سے متعلق اپنے کلام میں خود فرمایا: (" و لا یحیطون به علماً ")(آیت ١١٠/طه ٢٠)(وہ ازروے علم اس کا احاطہ نہیں کرسکتے)

اور جب حقیقتِ ذات بہ مرتبۂ بحت بیان کرچکے تو مراتب نزلات وتعینات کا بیان اپنے اس قول سے شروع کیا: (فاول ما یتجلی به صفة الحیوة) یعنی مرتبہ بحت کے بعد جس پہلی صفت سے حق تعالیٰ سبحانہ متجلی ہے وہ صفت حیات ہے۔(ثم صفة العلم)اور صفت حیات کے بعد صفت علم ہے ۔(ثم الاحدیة) علم کے بعد احدیت ہے۔(التی هی شعور الذات للذات)(حاشیه الاصح بالذات) احدیت جو ذات کے شعورِ ذات اور اس کے اپنے آپ کو پالینے سے عبارت ہے۔(وهو احد تعلقات العلم عند المتکلمین) اور وہ احدیتِ مذکورہ متکلمین کے نزدیک علم کے تعلقات میں سے ایک تعلق ہے۔(اذلا یتصور الاحدیة التی هی احد تعلقات العلم بدون الحیوة و نفس العلم)یعنی علم سے اس کی بعدیت اس وجہ سے ہے کہ وہ احدیت جو تعینات علم میں سے ایک ہے بے حیات اور بے ذات علم کے متصور نہیں۔اس لیے کہ اگر بے حیات وعلم کے متصور ہوتی تو اس کے تعینات سے نہ ہوتی۔اس لیے کہ تعین کا معنی تعلق ہے۔اور شی کے متعلقات اس شی کے بغیر ہو نہیں سکتے۔لہذا اس کا تابع علم ہونا ضروری ہے۔اور علم خود تابعِ حیات ہے۔تو احدیت بھی تابعِ حیات ہوگی۔ کیونکہ کسی شی کے تابع کا تابع،اس شی کا بالضرور تابع ہوگا۔۔۔

اور یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا تھا کہ اگر پہلے تعین حیات ہوتا تو یقیناً سالک کو مرتبۂ ذات کے بعد اس کا شعور حاصل ہوتا۔حالانکہ معاملہ ایسا نہیں۔لہذا شعور کی نفی سے تعین اول ہونے کی نفی بھی لازم آتی ہے۔اس لیے کہ لازم کی نفی،ملزوم کی نفی پر دلیل ہوتی ہے۔مصنف نے اس کا جواب اپنے قول سے

(١) (آیت ١١٠/طه ٢٠)

ولایلزم من عدم شعور السالك بعد مرتبة الذات عدمه فى نفس الامر كما فى مرتبة الذات ثم ما يتجلى به الوحدة الحقيقية التى هى اصل قابليات جميع الاشياء.........

آید۔ زیراچہ نفی لازم دلیل باشد بر نفی ملزوم ۔ جواب اوفرمود: بقول خود ولایلزم من عدم شعور السالك بعد مرتبة الذات عدمه فى نفس الامر كما فى مرتبة الذات یعنی ازعدم شعور سالک دراں مرتبہ لازم نمی آید نفی آں مرتبہ در نفس الامر چنانچہ درمرتبہ ذات۔ مخفی نیست کہ سالک در ہنگامے کہ بہ مرتبہ ذات واصل می شود شعور نمی ماند اورا اصلاً وقطعاً۔ زیراچہ آں مرتبہ استہلاک است وفنائے مطلق باوجودایں، ثبوت آں مرتبہ متفق علیہا است۔ ووجدان سالک نیز بآں شاہد می شود، بعداز تنزل۔ وحاصل ایں نفی تلازم است میان ثبوت نفس الامری شی وشعور بآں،

ثم ما يتجلى به الوحدة الحقيقية التى هى اصل قابليات جميع الاشياء یعنی بعداز احدیت صفتے کہ حق عز شانہ بآں متجلی شد وحدتے حقیقی است کہ او اصل قابلیات ہمہ اشیا است. ومشتمل برہمہ ایں ہا۔ چہ قابلیت تجرداز جمیع صفات واعتبارات وچہ قابلیت اتصاف بہمہ، واواول مرتبہ احدیت است۔ ومراورا است بطون واولیت وازلیت، وثانی مرتبہ واحدیت است ومراورا است ظہور وآخریت وابدیت وآں حقیقت محمدی است۔ على صاحبها الصلوٰة والسلام من الملك العزيز العلام واورا برزحیت کبریٰ، وبرزحیت اولیٰ، وبرزخ محمدی، واصل البرازخ نیز گویند۔

وصفت وحدت بحقیقی ازاں فرمودہ کہ وحدت اضافی ونسبی برمراتب دیگر نیز مطلق شدہ است۔ چنانچہ حقیقت آدم علیہ السلام رانیز وحدت گفتہ اند اگرچہ تقیید می کنند آں وحدت رابوحدۃ صغریٰ، کہ متفرع است بریں وحدت وسوے ایں معنی اشارت فرمود صلی اللہ علیہ وسلم بلسان حال۔

فانى وان كنت ابن آدم صورة   فلى فىّ معنى شاهد بابوّتى

آدم کہ بصورت پدر و من پسرم   آں دم کہ بدیدۂ حقیقت نگرم

عنایت فرمایا: (ولا یلزم من عدم شعور السالك بعد مرتبة الذات عدمه فی نفس الامر کما فی مرتبة الذات) یعنی اس مرتبہ میں سالک کے عدم شعور سے نفس الامر میں اس مرتبہ کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ یہی حال مرتبۂ ذات میں ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ سالک جس وقت مرتبۂ ذات سے واصل ہوتا ہے، اس وقت اسے اصلاً اور قطعاً شعور نہیں رہ جاتا۔ اس لیے کہ وہ استہلاک وفنائے مطلق کا مرتبہ ہے۔ اس کے باوجود اس مرتبہ کا ثبوت متفق علیہ ہے۔ اور سالک کا وجدان بھی تنزل کے بعد اس کا شاہد و گواہ ہوتا ہے۔ اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ شئی کے ثبوتِ نفس الامری اور اس کے شعور کے درمیان تلازم نہیں ہے (ثم مایتجلی به الوحدة الحقیقیة التی هی اصل قابلیات جمیع الاشیاء) یعنی احدیت کے بعد جس صفت و مرتبہ سے حق عز شانہ متجلی ہوا وہ وحدتِ حقیقی ہے جو تمام اشیاء کی قابلیتوں کی اصل، اور تمام اشیاء پر مشتمل ہے۔ خواہ جمیع صفات واعتبارات سے تجرد کی قابلیت ہو، خواہ سب کے ساتھ اتصاف کی قابلیت۔ اور وہی اولِ مرتبۂ احدیت ہے۔ اس کے لیے بطون، اولیت اور ازلیت ہے۔

اور دوسرا مرتبہ واحدیت ہے۔ اس کے لیے ظہور، آخریت اور ابدیت ہے۔ اور وہی حقیقت محمدی ہے۔ علی صاحبها الصلوٰة والسلام من الملك العزیز العلام اور اسی کو برزخیتِ کبریٰ، برزخیتِ اولیٰ، برزخِ محمدی، اور اصل البرازخ بھی کہتے ہیں۔ اور وحدت کو حقیقی سے اس لیے موصوف فرمایا کہ اضافت ونسبت کے لحاظ سے دوسرے مراتب پر بھی وحدت کا اطلاق ہوا ہے۔ جیسے حقیقتِ آدم علیہ السلام کو بھی وحدت کہا گیا ہے۔ اگرچہ اس وحدت کو وحدتِ صغریٰ سے مقید کرتے ہیں۔ جو کہ اسی وحدت پر متفرع ہے۔ اور اسی معنی کی جانب نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے زبانِ حال سے اشارہ فرمایا :- (فانی وان کنت ابن آدم صورة فلی فیه معنی شاهد بابوتی) شعر:

صورت میں آدم علیہ السلام باپ ہیں اور میں فرزند۔ مگر جس وقت میں حقیقت کی نظر سے دیکھتا ہوں تو سو طرح کے گواہ میری نظر میں آتے ہیں کہ معنی کے لحاظ سے وہ فرزند ہیں۔ اور میں باپ ہوں۔

وهناك يتساوىٰ الظهور والبطون ومحيط بكليهما بحيث لا يترجح احدهما على الآخر والاكثرون على ان التعين الاول هو الوحدة و قيل الاحدية فان اعتبروا الغير فلا مخالفة فى الحقيقة وان اعتبروا نفس التقييد فالوجدان شاهد بخلافه ....

صد گونہ گواہ آید اندر نظرم　　کو از رہ معنی پسر و من پدرم

وهناك يتساوىٰ الظهور والبطون ودراں وحدت متساوی است ظہور کہ عبارت از واحدیت است وبطون کہ اشارت باحدیت است۔ ومحيط بكليهما بحيث لا يترجح احدهما على الآخر یعنی وحدت محیط است بہر دو نظر ظہور وبطون، وشامل است آنہارا بمرتبہ کہ ہیچ کدامے رابر دیگرے رجحان نیست۔ وہیچ یک رابر دیگرے غلبہ نے۔ زیرا کہ ہر وقت کہ یکے ازیں ہر دو براں غلبہ می کند ایں وحدت از مرتبہ خود کہ وسطانیت وبرزخیت است می برآید۔ وحکم ہمو غالب می گیرد۔ واز جہت عدم مغلوبیت او بیکے ازیں ہر دو معبر شد بآیت مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لايبغيان.

وہرگاہ کہ تعین اول وتجلی برحیات اطلاق فرمود واکثر ائمہ ایں فن اطلاق تعین اول بر وحدت فرمودہ اند وجماعتے از ایشاں براحدیت بیان فرمود اختلاف ائمہ رااولاً وتحقیق جمع میان اقوال ایشاں ثانیاً بقول خود والاكثرون على ان التعين الاول هو الوحدة و قيل الاحدية ایں بیان اختلاف است فان اعتبروا الغير فلا مخالفة فى الحقيقة وان اعتبروا نفس التقييد فالوجدان شاهد بخلافه وایں وجہ تحقیق است میان اقوال مختلفہ کہ از ائمہ صادر شدہ۔

وتقریر آن این است کہ اکثر محققین کہ حکم تعین اول بر وحدت فرمودہ اند اگر اعتبار کنند غیریت را بمعنی آں کہ اول صفت کہ بداں صفت تحقق غیریت شدہ وحدت است پس درست باشد وبایشاں نزاع در حقیقت نیست۔ بلکہ نزاع مجرد لفظی است۔

(وهناك يتساوى الظهوروالبطون) اور اس وحدت میں ظہور و بطون برابر ہیں ۔ ظہور واحدیت سے عبارت ہے اور بطون سے احدیت کی طرف اشارہ ہے۔ (ومحيط بكليهما بحيث لا يترجح احد هما على الآخر) یعنی وہ وحدت ظہور وبطون دونوں کو محیط ہے۔ اور ان کو ایسے مرتبہ میں شامل ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے اور کسی ایک کو دوسرے پر غلبہ نہیں۔ اس لیے کہ جس وقت ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے پر غلبہ کرے گی یہ وحدت اپنے مرتبے سے جو کہ وسطانیت و برزخیت ہے نکل جائے گی اور اسی غالب کا حکم لے لے گی۔ ان دونوں میں کسی ایک سے اس کی عدم مغلوبیت ہی کے باعث آیتِ کریمہ "مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان"[1] سے اس کی تعبیر کی گئی۔

اور چونکہ تعین اول اور تجلی کا حیات پر اطلاق کیا ہے جب کہ اس فن کے اکثر ائمہ نے تعین اول کا اطلاق وحدت پر فرمایا ہے اور ان کی ایک جماعت نے احدیت پر کیا ہے اس لیے مصنف نے پہلے اختلاف ائمہ کو بیان کیا پھر ان کے اقوال کے درمیان جمع و تطبیق کی تحقیق فرمائی (و الاكثرون على ان التعين الاول هو الوحدة و قيل الاحدية) اکثر حضرات اس پر ہیں کہ تعین اول وحدت ہے اور کہا گیا کہ احدیت ہے۔ یہ بیانِ اختلاف ہے (فان اعتبروا الغير فلامخالفة فى الحقيقة و ان اعتبروا نفس التقييد فالوجدان شاهد بخلافه) تو اگر وہ اکثر حضرات غیریت کا اعتبار کریں تو در حقیقت کوئی اختلاف نہیں، اور اگر نفس تقیید کا اعتبار کریں تو وجدان کی شہادت اس کے بر خلاف ہے۔

یہ ائمہ کرام سے صادر شدہ **مختلف اقوال** کے درمیان تحقیق کی صورت ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ اکثر محققین جنھوں نے تعین اول کا حکم وحدت پر فرمایا ہے اگر غیریت کا اعتبار کریں اس معنی میں کہ وہ پہلی صفت جس سے غیریت کا تحقق ہوا ہے وہ وحدت ہے تو یہ درست ہوگا۔ اور ان کے ساتھ حقیقت میں نزاع نہیں بلکہ نزاع محض لفظی ہے۔ اس لیے کہ سارے اہل وجدان و صاحبانِ عرفان اس بات کے

(۱) (آیت ۱۹/سورہ رحمن)

ثم مرتبة بقية امهات الصفات التی هی الصفات السبعة.........................

چرا کہ ہمہ اہل وجدان وصاحب عرفان قائل اند بایں کہ تحقق غیر در مرتبہ وحدت است۔ واگر اعتبار کنند ذات تقیید را بمعنی آں کہ اول قیدے کہ ذات باں مقید شدہ وحدت است۔ پس وجدان شاہد است بخلاف او۔ وحاکم است بایں کہ اول تعین بایں معنی حیات است۔ بعد ازیں علم وبعد ازیں ظہور او کہ مراد است از واحدیت، ودریں تحقیق اشارت فرمود بایں کہ حکم بتعین اول براحدیت درست نیست۔ زیرا کہ نہ بمعنی غیریت می شود ونہ بمعنی تقیید۔ وصیغۂ تمریض نیز دلالت بر سقوط او می کند۔ واز برائے توضیح آں دائرۂ مرسوم فرمودہ وتصویر آں چنیں نمودہ۔ (۱)

ثم مرتبة بقية امهات الصفات التی هی الصفات السبعة . یعنی صفتے کہ حق جل وعلا بعد از علم باں متجلی شدہ مرتبہ باقی امہات صفات است۔ کہ آں پنج اند وبضم ایں ہر دو صفت کہ آں علم وحیات باشد ہفت می شوند۔

یکے حیات، دوم علم، سیوم ارادہ، چہارم قدرت، پنجم سمع، ششم بصر، ہفتم کلام۔

وایں صفات سبعہ را امہات صفات ازاں گفتہ اند کہ صفات دیگر ازیں ہا متولد شدہ اند ومنشا صفات فعلی نیز ایشاں اند۔ چناں چہ در کتب مبسوطہ مبرہن است۔ ودر کتب کلامیہ اعتقادیہ نیز چناں مسطور است۔ وایں ابیات اشارت باں است: ؎

۱۔	از صفاتش یکے حیات آمد	کہ امامِ ہمہ صفات آمد
۲۔	نے حیاتش بروح ونفس وتن است	بلکہ او زندہ ہم بخویشتن است
۳۔	او بخود زندہ است و پائندہ	زندگان دگر باو زندہ
۴۔	ہست بعد از حیات علم و شعور	علم باں سبق جہل وفکرت دور

(۱) (ایں جا نقشہ بایدو لے نقشہ در ہر دو نسخہ نقل نہ شد یا محو شد)

قائل ہیں کہ غیر کا تحقق مرتبۂ وحدت میں ہے۔اور اگر نفس تقیید کا اعتبار کریں اس معنی میں کہ وہ پہلی قید جس سے ذات مقید ہوئی ہے وحدت ہے تو وجدان اس کے خلاف کا شاہد ہے اور اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ اس معنی میں پہلا تعین حیات ہے۔اس کے بعد علم، اس کے بعد اس کا ظہور جو واحدیت سے مراد ہے۔اس تحقیق میں اس بات کا اشارہ فرمایا کہ احدیت پر تعین اول کا حکم درست نہیں ہے۔اس لیے کہ وہ نہ غیریت کے معنی میں ہو رہا ہے نہ تقیید کے معنی میں۔اور صیغۂ تمریض (قیل) بھی اس کے ساقط ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔اور اس کی توضیح کے لیے ایک دائرہ کھینچ کر یوں اس کا نقشہ دکھایا ہے۔(یہاں دائرہ اور نقشہ چاہیے) حاشیہ: مگر دونوں نسخوں میں نقشہ نہ ملا۔

(ثم مرتبة بقية امهات الصفات التى هى الصفات السبعة) یعنی ایسی صفت کہ حق جل و علا علم کے بعد جس سے متجلی ہوا ہے باقی امہات صفات کا مرتبہ ہے کہ وہ پانچ ہیں اور ان دونوں (علم و حیات) کے ملانے سے سات ہو جاتی ہیں۔

(۱) حیات (۲) علم (۳) ارادہ (۴) قدرت (۵) سمع (۶) بصر (۷) کلام۔اور یہ صفتیں امہاتِ صفات ہیں۔اور ان ساتوں صفتوں کو امہات اس لئے کہا گیا کہ باقی دوسری صفتیں انھیں ساتوں سے پیدا ہوتی ہیں۔اور صفاتِ فعلی کا منبع و منشا بھی یہی ہیں جیسا کہ مبسوط کتابوں میں اسے برہان سے ثابت کیا گیا ہے۔اور عقائد و علم کلام کی کتابوں میں بھی یونہی مذکور ہیں۔مندرجہ اشعار میں انھیں امہات صفات کی جانب اشارہ ہے۔

۱۔ اس کی صفتوں میں سے ایک صفت حیات ہے — جو تمام صفتوں سے مقدم ہے

۲۔ اس کی حیات روح نفس اور جسم کے ذریعہ نہیں — بلکہ وہ زندہ بھی اپنے آپ ہے

۳۔ وہ اپنے آپ زندۂ و پائندہ ہے — دوسرے تمام زندگی پانے والے اسی سے زندہ ہیں

۴۔ صفت حیات کے بعد صفتِ علم و شعور ہے — علم سابق ہونے کے سبب جہل و فکر اس سے دور ہیں

متعلق بجملہ کلیات — متجاوز ازاں بجزئیات
۵۔
۶۔ ذرہٗ نیست در مکین و مکاں — کہ نہ علمش بود محیط باں
۷۔ عددِ ریگ در بیاباں ہا — عددِ برگ ہا بہ بستاں ہا
۸۔ ہمہ نزدیک او بود ظاہر — ہمہ در علمِ او بود حاضر
۹۔ در پے آں بود ارادہ وخواست — خواستی لایزال بے کم وکاست
۱۰۔ فعلہاے کہ از ہمہ اشیا — نو بنو در جہاں شود پیدا
۱۱۔ گر ارادی بود چوں فعلِ بشر — ور طبیعی بود چوں میلِ حجر
۱۲۔ منبعث جملہ از مشیت او ست — مبتنی بر کمالِ حکمت او ست
۱۳۔ نخلد بے ارادتش خارے — نکسلد بے مشیتش تارے
۱۴۔ فی المثل گر جہانیاں خواہند — کہ سر موے از جہاں کاہند
۱۵۔ گر نباشد چناں ارادتِ او — نتواں کاستن یک سر مو
۱۶۔ ور ہمہ در مقام آں آیند — کہ برآں ذرّہٗ بیفزایند
۱۷۔ ندہد بے ارادتِ او سود — نتوانند ذرّہٗ افزود
۱۸۔ بعد ازاں قدرتے بود کامل — مر مرادات را ہمہ شامل
۱۹۔ در ہمہ کار و در ہمہ حالت — کار گر بے توسط آلت
۲۰۔ اثر آں بہ ہر عدم کہ رسید — رخت در خطہٗ وجود کشید
۲۱۔ ہر یک از وصف سمع و وصف بصر — ہست جز علم معنی دیگر
۲۲۔ نیست از گوشِ سر شنیدنِ او — نیست موقوفِ دیدہ دیدنِ او

۵۔ علم تمام کلیات سے متعلق ہے | اس سے آگے بڑھ کر تمام جزئیات سے متعلق ہے
۶۔ مکین و مکاں کے اندر کوئی ذرہ نہیں | کہ جسے اس کے علم نے احاطہ نہ کرلیا ہو
۷۔ بیابانوں میں ریت کی تعداد | باغات میں پتوں کی تعداد
۸۔ سب اس کے نزدیک ظاہر ہیں | سب اس کے علم میں حاضر ہیں
۹۔ اس کے بعد صفت ارادہ و مشیت ہے | صفت مشیت ازلی قدیم اور کامل صفت ہے
۱۰۔ تمام اشیا کے سارے افعال جو | نئے نئے یکے بعد دیگرے دنیا میں پیدا ہوتے ہیں
۱۱۔ خواہ وہ بشر کے کام کی طرح ارادی ہوں | خواہ پتھر کے میل کی طرح طبعی ہوں
۱۲۔ سب اس کی مشیت سے پیدا ہیں | اور اس کی کمال حکمت پر موقوف ہیں
۱۳۔ اس کے ارادہ کے بغیر کوئی کانٹا نہیں چبھتا | اس کی مشیت کے بغیر کوئی تار نہیں ٹوٹتا
۱۴۔ کہاوت ہے کہ اگر ساری دنیا والے چاہیں | کہ ایک بال کی نوک دنیا سے کم کردیں
۱۵۔ اگر اس پر اس کا ایسا ارادہ نہ ہو.. | تو ایک بال کی نوک بھی گھٹا نہیں سکتے
۱۶۔ اوراگر سب کے سب اس مقام میں آئیں | کہ اس پر ایک ذرے کا اضافہ کردیں
۱۷۔ توان کا یہ اتفاق بے اس کے ارادہ کے فائدہ نہ دے گا | ایک ذرہ بھی اس پر بڑھا نہ سکیں گے
۱۸۔ ان کے بعد ایک صفت قدرت ہے کامل | جو اس کی ارادہ کی ہوئی تمام چیزوں کو شامل ہے
۱۹۔ تمام کاموں اور تمام حالتوں میں | کسی آلے کی وساطت کے بغیر اثر انداز ہے
۲۰۔ اس قدرت کا اثر جس معدوم تک پہونچا | اس نے وجود کی زمین میں اپنا سامان کھینچ لیا یعنی موجود ہوگیا
۲۱۔ وصف سمع و بصر میں سے ہر ایک | علم کے سوا اک دوسرا معنیٰ و صفت ہے
۲۲۔ اس کا سننا سر کے کان سے نہیں ہے | اس کا دیکھنا آنکھوں پر موقوف نہیں ہے

ثم مرتبة الاعیان الثابتة التی هی ظهور العلم من کل وجه............................

۲۳۔ بشنود خواہ دور یا نزدیک — بیندار روشن ست ور تاریک

۲۴۔ حال ہر ممکنے بہ کتم عدم — بیند و داند و نہ بیش و نہ کم

۲۵۔ در سوال و طلب ہر آں چہ رود — بر زبانش یگاں یگاں شنود

۲۶۔ وآخریں وصف کاں کلام بود — نہ بہ حلق و زبان و کام بود

۲۷۔ بر کلامش سکوت سابق نہ — تہمت خامشیش لاحق نہ

۲۸۔ حق تعالیٰ چو بے عبارت وحرف — با عدم گفت نکتہائے شگرف

۲۹۔ عدم آمد ز ذوق آں سخناں — بہ فضائے وجود رقص کناں

۳۰۔ حا د ثات جہاں چہ شروچہ خیر — ہمہ تقدیر او بود لاغیر

۳۱۔ فعل ما خواہ زشت و خواہ نکو — یک بیک ہست آفریدۂ او

۳۲۔ نیک وبد گرچہ مقتضائے قضاست — ایں خلافِ رضاوآں برضاست

۳۳۔ ہرچہ خواہد کند ز منع و عطا — نیست کس رامجال چون وچرا

۳۴۔ عدل وفضل است سوئے اومنسوب — ظلم باشد زفعلِ او مسلوب

ایں ست عقائد مجملۂ متکلمین وصوفیہ۔

ثم مرتبة الاعیان الثابتة التی هی ظهور العلم من کل وجه یعنی بعدازمرتبۂ صفات

سبعہ مرتبہ اعیان ثابتہ است کہ آنہاظہورعلم اندمن جمیع الوجوہ۔

واعیان ثابتہ دراصطلاح ایں طائفہ عبارت است ازحقائق ممکنات کہ ثابت انددرعلم

تعالیٰ وتقدس وازوتعبیر بہ صورعلمیہ نیزکردہ اند۔ وایں راحکماماہیت گویند۔ واہل سنت وجماعت

۲۳ وہ ہر آواز سنتا ہے خواہ دور ہو یا نزدیک وہ سب دیکھتا ہے خواہ روشن ہو یا تاریک

۲۴۔ پردۂ عدم میں ہر شئی کا حال واقع میں جیسا ہے ویسا ہی دیکھتا اور جانتا ہے نہ زائد نہ کم

۲۵۔ سوال اور طلب میں جو کچھ زبانوں پر جاری ہوتا ہے ایک ایک کو الگ الگ سنتا ہے

۲۶۔ سب سے آخری وصف کلام ہے (وہ متکلم ہے مگر) اس کا کلام نہ حلق سے ہے نہ زبان و دہن کا محتاج

۲۷۔ اس کے وصف کلام پر سکوت سابق نہیں خاموشی کا عیب اس کو لاحق نہیں

۲۸۔ عبارت و حرف کے بغیر حق تعالیٰ نے ہم سے نادر نکتے ارشاد فرمائے

۲۹۔ پھر معدوم ان کلاموں کی چاشنی سے وجود کی فضا میں رقص کناں موجود ہوگیا

۳۰۔ دنیا میں ہونے والی چیزیں خواہ شر ہوں یا خیر سب اسی کی تقدیر ہیں کچھ اور نہیں

۳۱۔ ہمارے افعال چاہے برے ہوں یا بھلے سب کے سب اسی کی تخلیق ہیں

۳۲۔ اچھے برے اگرچہ قضا کے مقتضیٰ ہیں مگر یہ خوشنودی کے خلاف ہے اور وہ اس کے مطابق ہے

۳۳۔ منع و عطا سے جو چاہتا ہے کرتا ہے کسی کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں

۳۴۔ عدل و فضل اس کی جانب منسوب ہے ظلم اس کے فعل سے جدا ہے

یہی متکلمین اور صوفیہ کے اجمالی عقائد ہیں۔

(ثم مرتبة الاعیان الثابتة التی هی ظهور العلم من کل وجه) یعنی ساتوں صفات کے مرتبے کے بعد اعیان ثابتہ کا مرتبہ ہے۔ جو من جمیع الوجوہ ظہور علم ہیں۔ اور اعیان ثابتہ اس جماعت کی اصطلاح میں حقائق ممکنات سے عبارت ہے جو علم حق سبحانہ تعالیٰ و تقدس میں ثابت ہیں۔ اس کی تعبیر صور علمیہ سے بھی کی گئی ہے۔ حکما اس کو ماہیت کہتے ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت معدوم معلوم۔

وهناك يتجلى جميع الاسماء الالٰهية الثمانية و العشرون وغيرها. ولايلزم حدوث الصفات كما في صفة العلم و تعلقاتها عند المتكلمين فان كلا منها غير حادثة مع ان تلك التعلقات مترتبة عليها . ...

معدوم معلوم، ومعتزلہ شی ثابت۔ وحقیقت ہر موجود عبارت است ازہمیں نسبت تعین وے درعلم حق سبحانہ ازلاً۔ وهناك يتجلى جميع الاسماء الالٰهية الثمانية و العشرون ودریں مرتبہ اعیان ثابتہ ظاہر می شوند جمیع اسماے الٰہیہ کہ بست وہشت ہستند بدیں ترتیب۔

(١) بدیع (٢) باعث (٣) باطن (٤) آخر (٥) ظاہر (٦) حکیم (٧) محیط (٨) شکور (٩) غنی الدہر (١٠) مقتدر (١١) رب (١٢) علیم (١٣) قاہر (١٤) نور (١٥) مصور (١٦) محصی (١٧) مبین (١٨) قابض (١٩) حی (٢٠) محیی (٢١) ممیت (٢٢) عزیز (٢٣) رزاق (٢٤) مذل (٢٥) قوی (٢٦) لطیف (٢٧) جامع (٢٨) رفیع الدرجات، وغیرھا۔ یعنی وغیر اسماے الٰہیہ نیز دریں ظاہر می شوند۔ وآں صفات فعلیہ اند مثل خالقیت واحیاء واماتت، ورزاقیت وامثال آں۔ کہ دائرۂ ضبط احاطۂ آں نکردہ است۔

وہرگاہ کہ دریں جامنشأ سوال شد کہ ترتیب ایں تعینات بر یک دیگر مقتضی حدوث است وآں خلاف مذہب است۔ پس اشارت فرمود بجواب او بقولِ خود: ولايلزم حدوث الصفات كما في صفة العلم و تعلقاتها عند المتكلمين فان كلا منها غير حادثة مع ان تلك التعلقات مترتبة عليها . وحاصل جواب منع ملازمہ است، وتقویت او بعد۔ یعنی ما مسلم نداریم کہ ترتیب مقتضی حدوث باشد چنانچہ درصفت علم وتعلقات او ترتیب ہست نزدیک متکلمین۔ وبدیہی است کہ تعلقات علم فرع علم خواہد بود، ومترتب براو۔ ومع ذالک ہیچ کدامے ازیں علم وتعلقات او حادث نیستند نزدیک متکلمین۔ پس ایں ترتیب نیز مثل او باشد۔

اور معتزلہ شی ثابت کہتے ہیں۔اور ہر موجود کی حقیقت علم حق سبحانہ میں ازلاً اس کی اسی نسبتِ تعین سے عبارت ہے۔(وهناك يتجلى جميع الاسماء الالٰهية الثمانية و العشرون) اوراس اعیان ثابتہ کے مرتبے میں تمام اسمائے الٰہیہ ظاہر ہوجاتے ہیں جو اس ترتیب پر اٹھائیس ہیں:

(۱) بدیع (۲) باعث (۳) باطن (۴) آخر (۵) ظاہر (۶) حکیم (۷) محیط (۸) شکور (۹) غنی الدہر (۱۰) مقتدر (۱۱) رب (۱۲) علیم (۱۳) قاہر (۱۴) نور (۱۵) مصور (۱۶) محصی (۱۷) مبین (۱۸) قابض (۱۹) حی (۲۰) محیی (۲۱) ممیت (۲۲) عزیز (۲۳) رزاق (۲۴) مذل (۲۵) قوی (۲۶) لطیف (۲۷) جامع (۲۸) رفیع الدرجات ۔(وغيرها) یعنی اسمائے الٰہیہ کے علاوہ بھی اس میں ظاہر ہوتے ہیں۔اور وہ صفات فعلیہ ہیں جیسے خالقیت ،احیا، اماتت، رازقیت اوراس جیسی دوسری صفتیں، کہ ان کا احاطہ دائرۂ ضبط میں نہیں۔

اور چوں کہ یہاں سوال پیدا ہوا کہ ایک دوسرے پر ان تعینات کی ترتیب حدوث کی مقتضی ہے اور وہ خلاف مذہب ہے اس لیے اپنے اگلے قول سے اس کے جواب کا اشارہ فرمایا:(ولا يلزم حدوث الصفات كما فی صفة العلم وتعلقاتها عند المتكلمين فان كلا منها غير حادثة مع ان تلك التعلقات مترتبة عليها) اس جواب کا حاصل ہے ترتیب اور حدوث کے درمیان ملازمہ کے دعوے پر منع اور ایک سند سے منع کی تقویت۔یعنی ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ترتیب حدوث کی مقتضی ہوگی۔جس طرح متکلمین کے نزدیک صفتِ علم اوراس کے تعلقات میں ترتیب ہے۔اور کھلی ہوئی بات ہے کہ علم کے تعلقات، علم کی فرع اوراسی پر مترتب ہیں۔اوراس کے باوجود متکلمین کے نزدیک اس علم اوراس کے تعلقات میں سے کوئی حادث نہیں۔تو یہ ترتیب بھی اسی کے مثل ہوگی۔گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ ان

وحاصل کلام این است کہ ترتیب میان ایں مراتب عقلی است نہ زمانی ، وترتیب عقلی مستلزم حدوث نیست ۔ چنانچہ حرکت ید با حرکت مفتاح ، بدیہی است کہ آخر موقوف است بر اول ، ومترتب بر او ، وتراخی درمیان ایشاں اصلاً نیست ۔

محقق جامی قدس سرہ السامی درشرح لمعات فرمودہ کہ امتیاز میان ایں اعتبارات درمرتبۂ علم است ، باں معنی کہ چوں عقل ملاحظۂ آنہا کند حکم کند بتقدم ذاتی بعضے بر بعض ، وانتشار بعضے از بعض ، نہ آں کہ بحسب زمان علم بہ بعض متقدم باشد بر علم ببعض دیگر ، زیرا کہ علم حق سبحانہ تعالیٰ بہمہ اشیا متعلق است ازلاً وابداً ۔ بے شائبۂ حدوث وتجدد ۔ انتہیٰ ۔

ثم مرتبة الاسماء الكونية على الترتيب. بعد از اسمائے الٰہیہ مرتبۂ اسمائے کونیہ است ۔ وآں نیز بست وہشت اند ۔

(۱) عقل کل (۲) نفس کل (۳) طبیعت کل (۴) جوہر کل (۵) جوہر ہبا (۶) شکل کل (۷) جسم کل (۸) عرش (۹) کرسی (۱۰) فلک البروج (۱۱) فلک المنازل (۱۲) فلک زحل (۱۳) فلک مشتری (۱۴) فلک مریخ (۱۵) فلک شمس (۱۶) فلک زہرہ (۱۷) فلک عطارد (۱۸) فلک قمر (۱۹) کرۂ اثیر (یعنی آتش) (۲۰) کرۂ آب (۲۱) کرۂ ہوا (۲۲) کرۂ خاک (۲۳) مرتبۂ جماد (۲۴) مرتبۂ نبات (۲۵) مرتبۂ حیوان (۲۶) مرتبۂ ملک (۲۷) مرتبۂ جن (۲۸) مرتبۂ انسان ۔ (مرتبۂ جامع)

بایددانست کہ ہر یکے ازیں سیارہ سبعہ کہ افلاک بآنہا اضافت یافتہ و... دوازدہ بروج اند کہ مسمّی بہ حمل ، وثور ، وجوزا ، وسرطان ، واسد ، وسنبلہ ، ومیزان ، وعقرب ، وقوس ، وجدی ، ودلو ، وحوت شدہ اند

مراتب کے درمیان ترتیب عقلی ہے، زمانی نہیں۔ اور ترتیب عقلی حدوث کی مستلزم نہیں۔ جیسے کنجی کی حرکت کے ساتھ ہاتھ کی حرکت، کھلی ہوئی بات ہے کہ کنجی کی حرکت، ہاتھ کی حرکت پر موقوف، اور اسی پر مترتب ہے، پھر بھی ان کے درمیان تراخی اصلاً نہیں۔

محقق جامی قدس سرہ السامی(۱) نے شرح لمعات میں فرمایا: کہ ان اعتبارات کے درمیان امتیاز مرتبۂ علم میں ہے، اس معنی میں کہ جب عقل انھیں ملاحظہ کرتی ہے تو بعض کے لیے بعض کے اوپر تقدم ذاتی اور بعض کے بعض سے انتشار کا حکم کرتی ہے۔ ایسا نہیں کہ زمان کے اعتبار سے بعض کا علم، بعض دوسرے کے علم پر متقدم ہو۔ اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا علم ازلاً، ابداً، بے شائبۂ حدوث وتجدد تمام اشیا سے متعلق ہے۔ (انتہیٰ)

(ثم مرتبة الاسماء الكونية على الترتيب) اسماے الٰہیہ کے بعد اسماے کونیہ کا مرتبہ ہے۔ یہ بھی ۲۸ ہیں:

(۱) عقل کل (۲) نفس کل (۳) طبیعت کل (۴) جوہر کل (۵) جوہر ہبا (۶) شکل کل (۷) جسم کل (۸) عرش (۹) کرسی (۱۰) فلک البروج (۱۱) فلک المنازل (۱۲) فلک زحل (۱۳) فلک مشتری (۱۴) فلک مریخ (۱۵) فلک شمس (۱۶) فلک زہرہ (۱۷) فلک عطارد (۱۸) فلک قمر (۱۹) کرۂ اثیر (یعنی آتش) (۲۰) کرۂ آب (۲۱) کرۂ ہوا (۲۲) کرۂ خاک (۲۳) مرتبۂ جماد (۲۴) مرتبۂ نبات (۲۵) مرتبۂ حیوان (۲۶) مرتبۂ ملک (۲۷) مرتبۂ جن (۲۸) مرتبۂ انسان۔ (مرتبۂ جامع)

فائدہ: جاننا چاہیے کہ ان میں سات سیارے ہیں کہ ان کی جانب افلاک کی اضافت ہوگئی ہے۔ اور بارہ بروج ہیں جو ان ناموں سے موسوم ہیں:

حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔ ان بارہ میں

---

(۱) محقق جامی کا تعارف ص ۲۴۴ پر۔

وازیں دوازدہ بروج سہ آتشی اند: حمل، اسد، قوس۔ وایں ہر سہ شرقی اند۔ وسہ خاکی: ثور، سنبلہ، جدی: وایں جنوبی اند۔ وسہ بادی: جوزا، میزان، دلو: وایں غربی اند۔ وسہ آبی اند: سرطان، عقرب، حوت: وایں شمالی اند۔

ونیز دریابد کہ آفتاب طباخ است، پختگی غلہ ومیوہ حق تعالیٰ باو فرمود۔ وماہتاب صباغ است، رنگ ہر غلہ ومیوہ علی اختلافہا بامر حق تعالیٰ از وشدہ۔ وگرنہ ہمہ خاک رنگ می شدے۔

وعطارد: ترش ساز است، ترشی در ہر میوہ از وست، واگر میوہ ترش نہ بودے ہیچ طعام در شکم بنی آدم گوارانہ بودے و کرم افتادے۔ ومضرت رسیدے۔

ومریخ: موذی کش است از کرم وموش وملخ و بادہاے مخالف، از نظر مریخ ہمہ موذی ہلاک می شوند ونعمت ہا سلامت می مانند

ومشتری: شیریں ساز است شیرینی ہمہ غلہ ہا ومیوہ ہا از وست۔

وزحل: تلخ ساز است۔ بر ہر کہ اثرش واقع شود تلخ گرداند۔ وایں ہمہ بقدرتِ صانع مختار است کہ ہر یک را بہ مقتضاے حکمت بالغہ خود یک تاثیرے بخشیدہ وایں ہمہ براے انسان است۔ چنانچہ آیۂ کریمہ "ولقد کرمنابنی آدم و حملنا هم فی البر و البحر" وآیۂ کریمہ "والانعام خلقها لکم وامثالہ مشیر آں است۔ ازاں جہت عارفے فرمودہ: قطعہ:

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

سے تین آتشی ہیں: حمل، اسد، قوس، یہ تینوں شرقی ہیں۔ پھر تین خاکی ہیں: ثور، سنبلہ، جدی، یہ تینوں جنوبی ہیں۔ اور تین بادی ہیں: جوزا، میزان، دلو، یہ غربی ہیں۔ تین آبی ہیں: سرطان، عقرب، حوت، اور یہ شمالی ہیں۔

پھر جاننا چاہیے کہ آفتاب طباخ (باورچی) ہے۔ حق تعالیٰ نے غلے اور میوہ جات پکانے پر اسے مامور کیا ہے۔

ماہتاب: صباغ (رنگریز) ہے۔ ہر غلے اور میوے کا رنگ مختلف رنگوں پر حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسی کی وجہ سے ہوا ہے۔ ورنہ سب خاکی رنگ کے ہوتے۔

عطارد: ترش ساز ہے۔ ہر میوے میں ترشی اسی کی وجہ سے ہے۔ اور اگر میوہ ترش نہ ہوتا تو بنی آدم کے شکم میں کوئی کھانا گوارا نہ ہوتا۔ کیڑے پڑ جاتے اور نقصان ہوتا،

مریخ: موذی کش ہے۔ جتنے کیڑے مکوڑے، چیونٹیاں اور مخالف ہوائیں ہیں مریخ کی نظر سے یہ سب اذیت رساں چیزیں ہلاک ہو جاتی ہیں اور نعمتیں سلامت رہتی ہیں۔

مشتری: شیریں ساز ہے۔ سارے غلوں اور میووں میں شیرینی اسی کی وجہ سے ہے۔

زحل: تلخ ساز ہے۔ جس پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے تلخ بنا دیتا ہے۔ اور یہ سب صانعِ مختار کی قدرت کے سبب ہے کہ ہر ایک کو اپنی حکمتِ بالغہ کے مقتضا کے مطابق ایک تاثیر بخشی ہے۔

اور یہ سب انسانوں کے فائدے کے لیے ہے۔ جیسا کہ آیتِ کریمہ: و لقد کرمنا بنی آدم و حملنا هم فی البر و البحر (سورہ اسراء ۱۷ آیت نمبر ۷۰) اور آیتِ کریمہ: "و الانعام خلقها لکم" (سورہ نحل ۱۶/۵/۱۶)۔ اور اس طرح کی دوسری آیتیں اسی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اسی سبب سے ایک عارف کامل[۳] نے فرمایا: قطعہ:

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

(۱) (سورہ اسراء ۱۷ آیت نمبر ۷۰) (۲) (سورہ نحل ۱۶/۵/۱۶) (۳) (شیخ سعدی شیرازی)

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار | شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری

دریابد کہ در زبان فارسی فلک را سپہر گویند، وزحل را کیوان خوانند، ومشتری را برہمن(۱) نامند،

مریخ را بہرام دانند، وشمس را خور، وآفتاب را مہر، وقمر را ماہ، عطارد را تیر، وزہرہ را ناہید گویند۔

ونیز دریابد کہ چنانچہ اسماء الٰہی وکونی بست وہشت اند، ہم چناں حروف تہجی نیز بست وہشت اند۔

وترتیب حروف ایں چنیں است: الف، ھا۔ عین، حا۔ غین، خا۔ ق، ک۔ جیم، شین، یا۔ ضاد۔ لام، نون، را۔ طا، دال، تا۔ زا، سین، صاد۔ ظا، ثا، ذال۔ فا۔ با، میم، واو۔

وہر یکے ازیں حروف راملکے است کہ او ارواح ایں حروف است۔ وایں حروف جسد او۔

وتسمیہ آں ملک باعتبار اضافت بایں حرف است، مثل ملك الهمزه، ملك الحاء، ملك العين، الیٰ آخره۔

منازل نیز بست وہشت اند۔ نزدیک ایں ائمہ ناشی اند ازیں بست وہشت حروف کہ آنہا نفس رحمانی اند۔ ترتیب منازل چنیں است:

(۱) شُرطین (۲) بُطین (۳) ثریا (۴) دَبَران (۵) ہقعہ (۶) ہنعہ (۷) ذراع (۸) نثرہ (۹) طَرفہ (۱۰) جبہۃ الاسد (۱۱) زُبرہ (۱۲) صَرفہ (۱۳) خرتان (۱۴) عَوّا (۱۵) سماکِ اعزل (۱۶) غَفر (۱۷) زُبانا (۱۸) اِکلیل (۱۹) قلب (۲۰) شَولہ (۲۱) نعائم (۲۲) بَلْعہ (۲۳) سعد الذابح (۲۴) سعد بلع (۲۵) سعد السعود (۲۶) سعد الاَخبِیہ (۲۷) والی مؤخر (۲۸) رشاد۔

(۱) نسخہ ب: میں برجیس ہے۔ (۲) نسخہ الف: بایں حروف است۔ وایں حروف باعتبار اضافت اوست بایں۔

ہمہ از بہر تو سر گشتہ و فرماں بردار   شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

ترجمۂ اشعار: بادل، ہوا، چاند، سورج، آسمان سب کام میں لگے ہیں تاکہ تو ایک روٹی (اپنی خوراک) حاصل کرے اور غفلت میں نہ کھائے۔ سب تیرے واسطے سرگرداں اور فرماں بردار ہیں۔ اب انصاف کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ تو حکمِ الٰہی نہ بجالائے (ن رضوی)

فائدہ: جاننا چاہیے کہ فارسی زبان میں فلک کو سپہر، زحل کو کیوان کہتے ہیں۔ مشتری کو برجیس و برہمن سے نام زد کرتے ہیں۔ مریخ کو بہرام جانتے ہیں۔ شمس کو خور اور آفتاب کو مہر۔ قمر کو ماہ، عطارد کو تیر، زہرہ کو ناہید کہتے ہیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح اسمائے الٰہی و کونی اٹھائیس (۲۸) ہیں اسی طرح حروفِ تہجی بھی اٹھائیس ہیں: ترتیبِ حروف اس طرح ہے:

الف، ھا۔ عین، حا۔ غین، خا۔ ق، ک۔ جیم، شین، یا۔ ضاد۔ لام، نون، را۔ طا، دال، تا۔ زا، سین، صاد۔ ظا، ثا، ذال۔ فا۔ با، میم، واو۔

اور ان حرفوں میں سے ہر ایک کا ایک فرشتہ ہے جو اس حرف کی روح ہے اور یہ حرف مکتوب اس کا جسم۔ ان فرشتوں کا نام حرفوں کی جانب اضافت کے اعتبار سے ہے۔ جیسے فرشتۂ ہمزہ، فرشتۂ حا، فرشتۂ عین وغیرہ۔

اور منزلیں بھی اٹھائیس ہیں۔ کہ ائمۂ فن کے نزدیک انہیں اٹھائیس حرفوں سے پیدا ہیں۔ جنھیں نفسِ رحمانی کہا جاتا ہے۔ منزلوں کی ترتیب اس طرح ہے:

(۱) شُرَطین (۲) بُطَین (۳) ثُریّا (۴) دَبَران (۵) ہَقعہ (۶) ہَنعہ (۷) ذراع (۸) نَثرہ (۹) طَرفہ (۱۰) جبہۃ الاسد (۱۱) زُبرہ (۱۲) صَرفہ (۱۳) خُرتان (۱۴) عَوّا (۱۵) سماکِ اعزل (۱۶) غَفر (۱۷) زُبانا (۱۸) اِکلیل (۱۹) قلب (۲۰) شَولہ (۲۱) نعائم (۲۲) بَلعہ (۲۳) سعد الذابح (۲۴) سعد بُلع (۲۵) سعد السعود (۲۶) سعد الاَخبِیہ (۲۷) والی مؤخر (۲۸) رشاد۔

(۱) (گلستاں دیباچہ ص ۱۲)

وهناك يتكون الاشياء كلها بفيض الاسماء الالٰهية ....

نیز باید دانست کہ ہر یکے از اسمائے الٰہیہ وکونیہ وحروف تہجی ومنازل درحقیقت عبارت است از معنی واستعداد خاص، واسمائے الٰہیہ مربی وے وموجد ہر سہ اخیر است۔ برترتیب کہ ذکر یافتہ اند. الاول للاول، والآخر للآخر، غیر اسم رفیع الدرجات۔ کہ او مربی مرتبہ جامع است کہ برزخ است میان اسماء الٰہیہ وکونیہ، ومتوجہ است بر تعیین مراتب دروے اجمالاً نہ بر ایجاد مراتب۔ زیرا کہ مجموعہ مراتب نسب اند کہ اتصاف بوجود خارجی ندارند۔

ونیز باید دانست کہ ایں ترتیب ایجاد اسماء الٰہی مرکونی وحروف ومنازل را گفتہ شد چوں بفلک زحل می رسد آں جا ایجاد بیت المعمور، وسدرة المنتهى، وخلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام ویوم السبت نیز شدہ۔ ودر مشتری ملک موکل وفلک او وموسیٰ علیہ السلام ویوم الثلاثاء۔ ودر شمس ملک او وفلک او ویوم الاحد وقطب ارواح انسانیہ ادریس علیہ السلام۔ ودر زہرہ ملک او وفلک او ویوسف علیہ السلام، ویوم الجمعۃ۔ ودر عطارد ملک او، وفلک او، وعیسی علیہ السلام ویوم الاربعاء۔ ودر قمر ملک او، وفلک او، وآدم علیہ السلام ویوم الاثنین۔

وہر یکے ازیں روز ہائے ہفتہ را بہر یکے از ستارہائے سیارہ خصوصیتے تمام است۔ بترتیب مذکور. وہر یکے ازیں روز ہا را موافق ستارہ رنگ وکسوت ولباس خاص است۔ در روزِ شنبہ کہ منسوب زحل است جامۂ مشک فام باید، ودر پنج شنبہ صندلی، ودر سہ شنبہ سرخ، ودر یک شنبہ زعفرانی، ودر دوشنبہ سبز ودر چہار شنبہ فیروزہ فام، ودر جمعہ سفید، وامرا ووزرا وملوک کہ مقید اند بقواعد اہل تنجیم ازیں ترتیب ملاحظہ می نمایند۔ ونیز اثرش می یابند۔ بارادة الله الملك القادر القاهر الغفار لما يشاء فلا مؤثر في الوجود الا الله بل لا موجود الا هو، وسوے ایجاد ایں امور کہ ذکر یافت اشارہ اجمالی فرمود بقول خود وهناك يتكون الاشياء كلها بفيض الاسماء الالٰهية یعنی دریں مرتبہ اسمائے کونیہ د...

جاننا چاہیے کہ اسمائے الٰہیہ، کونیہ، حروف تہجی اور منازل میں سے ہر ایک حقیقت میں ایک معنی اور خاص استعداد سے عبارت ہے اور اسمائے الٰہیہ ذکر کردہ ترتیب کے مطابق تینوں اخیر کے لیے مربی وموجد ہیں۔ اول، اول کے لیے، آخر، آخر کے لیے، سوا اسم رفیع الدرجات کے کہ وہ مربی مرتبہ جامع ہے جو اسمائے الٰہیہ وکونیہ کے درمیان برزخ ہے۔ اور ان میں اجمالاً تعیین مراتب پر متوجہ ہے نہ ایجاد مراتب پر۔ اس لیے کہ مجموع مراتب نسبتیں ہیں جنھیں وجود خارجی سے اتصاف نہیں۔

نیز جاننا چاہیے کہ اسمائے الٰہی کے ایجاد کی یہ ترتیب خاص طور پر اسمائے کونی اور حروف و منازل کے لیے بیان ہوئی جب فلکِ زحل تک پہونچتی ہے تو یہاں بیت المعمور، سدرۃ المنتہیٰ، ابراہیم علیہ السلام اور یوم شنبہ کی بھی ایجاد ہوئی۔ اور مشتری میں فرشتۂ موکل، اس کے فلک، موسیٰ علیہ السلام اور یوم پنجشنبہ۔ اور مریخ میں اس کے فرشتہ، اس کے فلک، ہارون علیہ السلام اور روز سہ شنبہ۔ اور شمس میں اس کے فرشتہ، فلک، روز یک شنبہ، قطب ارواح انسانیہ ادریس علیہ السلام۔ اور زہرہ میں اس کے فرشتہ، اس کے فلک، یوسف علیہ السلام اور یوم جمعہ۔ عطارد میں فرشتہ، فلک، عیسیٰ علیہ السلام، روز چہار شنبہ۔ قمر میں اس کے فرشتہ، اس کے فلک، آدم علیہ السلام اور روز دوشنبہ کی ایجاد ہوئی۔

اور ہفتہ کے ان دنوں میں سے ہر ایک کو بہ ترتیب مذکور گردش کرتے ستاروں سے ایک کامل خصوصیت حاصل ہے۔ اور ان دنوں میں سے ہر ایک کے لیے ستاروں کے موافق خاص رنگ، کپڑے اور لباس ہیں۔

(۱) روز شنبہ میں جو زحل سے منسوب ہے جامۂ مشک فام مناسب ہے۔ اور (۲) پنج شنبہ میں صندلی۔ (۳) سہ شنبہ میں سرخ۔ (۴) یک شنبہ میں زعفرانی، (۷) جمعہ میں سفید۔ (۶) چہار شنبہ میں فیروزہ۔ (۵) دوشنبہ میں سبز۔ امراء، وزرا، شاہانِ وقت جو اہل تنجیم[1] کے قواعد کے پابند ہیں اسی ترتیب سے ملاحظہ فرماتے ہیں (استعمال کرتے ہیں) اور خدائے ملک قادر وقہار وغفار کے ارادۂ ومشیت سے اس کا اثر بھی پاتے ہیں۔ تو وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ موجودات میں اللہ کے سوا کوئی مؤثر نہیں بلکہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں۔

ان مذکور امور کی ایجاد کی جانب مصنف نے اپنے قول سے اجمالی اشارہ فرمایا اور کہا: (وهنا ك يتكو ن الا شيا ء بفيض الاسماء الا لهية) یعنی اسمائے کونیہ کے اس مرتبہ میں اسمائے الٰہی کے

(۱) اہل تنجیم: علم نجوم کے ماہرین۔

منها غير مجسم كالعقل الكل والنفس الكل والطبيعة الكل والجوهر الهباء.........

می گیرند اشیاء بہ فیض اسماے الٰہی و تفصیل ایجاد ہر یکے و مرتبہ او و خصوصیت او در شرح جام جہاں نما بہ توضیح مسطور فرمودہ۔ واز جہت اختصار دریں رسالہ باشارہ اکتفا نمودہ۔ ولاکن خواست کہ تنبیہ کند بر اختلاف حقائق ایں امور، ازیں جہت فرمود: منها غير مجسم بعضے از اسماے کونیہ غیر مجسم اند زیرا کہ آنہا مجردات اند و جسم از لوازم مادیات است۔ كالعقل الكل چنانچہ عقل کل واورا عقل اول، وقلم، و مظہر ابداع نیز گویند۔ وجود او بامر کن است بے سبق مادہ و زمان و مثال۔

وجناب شیخ بزرگوار سید محمد لاہجی در شرح گلشن راز فرمودہ کہ حقیقت محمدی عبارت ازاں است وآنچہ در حدیث وارد شدہ کہ اول ماخلق اللہ نوری، واول ماخلق اللہ روحی اشارہ بہمین است۔ پس ہماں حقیقت مسمی بایں اسم باشد۔ ومظہر اول وتجلی اول وتعین اول نیز ہمیں باشد انتہی۔ وایں خالی از اشکال نیست زیرا کہ عقل کل از مجالی وتعینات حقیقت محمدی است۔ چنانچہ سید محمد خود بایں اعتراف نمودہ در شرح ایں بیت ؎

زا حمد تا احد یک میم فرق است جہانے اندراں یک میم غرق است

پس حقیقت محمدی عبارت از ونتواں بود۔ ہمچناں مظہر اول، وتجلی اول وتعین اول نمی تواں نامید کہ اینہا اسماے حقیقت محمدی اند۔ والنفس الكل ونفس کل کہ مسمی است بلوح محفوظ و باعث عقل کل است بر ایجاد اشیا بعد از تسویۂ صور اشیا، حق تعالیٰ نفخ صورت خاص باو می فرماید۔ چنانچہ آیہ کریمہ: خلقك فسواك فعدلك فى اى صورة ما شاء ركبك مشیر باو است۔ والطبيعة الكل وطبیعت کل کہ اشیا در و مبطن اند زیرا کہ او اصل قابلیات طبائع اربعہ مختلفہ است۔ والجوهر الهباء وجوہر ہبا عبارت است از ہیولاے اجسام کہ آخر مراتب ظہور وجود است و مورد صور اجسام۔ و وجود دریں مرتبہ در غایت خِسّت است کہ از اوجِ لطافت بحضیض کثافت تنزل فرمودہ۔

فیض سے اشیا وجود پاتی ہیں۔ اور ہر ایک کی ایجاد، اس کے مرتبہ، اور اس کی خصوصیت کی تفصیل جام جہاں نما کی شرح میں خوب وضاحت سے تحریر فرمائی ہے۔ اور اختصار کے پیش نظر اس رسالے میں اشارے پر اکتفا فرمایا ہے۔ لیکن ان امور کے اختلافِ حقائق پر تنبیہ کرنی چاہی اس وجہ سے ارشاد فرمایا:

(منها غير مجسم) بعض اسمائے کونیہ غیر مجسم ہیں۔ اس لیے کہ وہ مجردات ہیں اور جسم مادیات کے لوازم سے ہے۔ (كالعقل الكل)۔ جس طرح عقل کل ہے۔ اس کو عقل اول، قلم، مظہر ابداع بھی کہتے ہیں۔ اس کا وجود بے سبقِ مادہ وزمان ومثال کے امرِ کن سے ہے۔ اور جناب شیخ بزرگوار سید محمد لاہ جی نے شرح گلشنِ راز میں فرمایا کہ: حقیقتِ محمدی اسی سے عبارت ہے۔ اور وہ جو حدیث میں وارد ہوا کہ: " اول ما خلق الله نوری "نیز" اول ماخلق الله روحي " اس میں اسی جانب اشارہ ہے۔ لہذا وہی حقیقتِ محمدی اس اسم سے موسوم ہوگی۔ نیز مظہر اول، تجلی اول، اور تعین اول بھی وہی ہوگی۔ انتہیٰ۔

اور یہ اشکال سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے کہ عقل اول حقیقتِ محمدی کے تعینات اور جلوہ گاہوں سے ہے۔ چنانچہ سید محمد نے مندرجہ ذیل شعر کی شرح میں خود اس کا اعتراف کیا ہے:

(ترجمۂ شعر) احمد اور احد میں ایک میم کا فرق ہے۔ اس ایک میم کے اندر ایک جہان غرق ہے۔

لہذا حقیقتِ محمدی اس سے عبارت نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح عقل کل کو مظہر اول، تجلی اول، تعینِ اول سے بھی نام زد نہیں کیا جاسکتا کہ یہ سب حقیقتِ محمدی کے اسما ہیں (وا لنفس الكل) اور نفسِ کل جو لوح محفوظ سے موسوم ہے اور اشیا کی ایجاد پر عقلِ کل کو برانگیختہ کرنے والا ہے۔ اشیا کی صورتیں درست کرنے کے بعد حق تعالیٰ اس خاص مصوِّر میں خاص صورت پھونکنے کا اسے حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ آیتِ کریمہ " الذى خلقك فسوٰك فعدلك فى اىّ صورة ما شاء ركّبك "[1] میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ (والطبيعة الكل) اور طبیعتِ کل جس میں اشیا پنہاں ہیں اس لیے کہ وہی چاروں مختلف طبیعتوں کی قابلیتوں کی اصل ہے۔

(والجوهر الهباء) اور جوہرِ ہبا ہیولائے اجسام سے عبارت ہے جو ظہورِ وجود کا آخری مرتبہ، اور اجسام کی صورتوں کا مورد ہے۔ اس مرتبہ میں وجود انتہائی معمولی حالت میں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ لطافت کی بلندی سے کثافت کی پستی میں آجاتا ہے۔

(۱)(۷/سورۃ الانفطار)۔

ومنها مجسم كالجسم الكل والعرش والكرسى والسموات السبع.........

و در شرح جام جہاں نما بیان کردہ کہ طبیعت کل و جوہر ہبا معقول الوجود اند، وجود عینی ندارند، چنانچہ عقل کل و نفس کل دارند۔ و یکے در غیر مجسم شکل است چنانچہ بالا ذکر یافتہ و مظہر صور اجسام او است، ومنها مجسم وبعضے از اسمائے کونیہ مجسم اند و مادی کالجسم الکل چنانچہ جسم کل کہ اصل قابلیات اجسام مختلفہ است، و مجمع طبایع اربعہ مختلفہ و مظہر احکام آنہا، و از اں جہت است کہ قابل طبائع اربعہ مختلفہ شدہ است حق تعالیٰ در و ظاہر کردہ است صور ہمہ عالم بر استعدادات مختلفہ کہ در ہر صورۃ و فرد خاصیت از واست والعرش وعرش از جہت کرویت و استداریت خود محیط جمیع عالم است، و محاط او نیز مستدیر اند نزدیک صوفیہ و حکما۔ والكرسى کہ محاط عرش است محیط جمیع اجسام عالم است۔ و آیہ کریمہ وسع کرسیہ السموات و الارض شاہد ایں بیان است۔ والسموات السبع و آسمانہائے ہفت گانہ کہ اول ایشاں فلک زحل است آں را آسمان ہفتم گویند و مقام ابراہیم بریں فلک است، و زحل کہ ستارۂ ایں آسمان است فوق ہمہ سیارہ است، و طالع امرا و کبرا از و است۔

و بیت المعمور بریں فلک است بحاذی بیت الحرام بحدے کہ اگر سنگے از اں جا بیفتد بر سقف کعبہ واقع شود۔ و آں کعبہ دو در دارد۔ یکے شرقی کہ مظہر انوار است، در می آیند در واز اں دروازہ ہر روز ہفتاد ہزار ملک کہ عود نمی کنند ہر گز و غائب می شوند بدروازۂ غربی کہ او ستارۂ انوار است (۱) بدون الخروج و بدیں معنی حدیث نیز ناطق است،

وسدرة المنتهى نیز بریں آسمان است، و در تہ او مَنصۂ جبرئیل علیہ السلام است۔ او مسمی بہ منتہی

(۱) نسخہ: کہ او استار انوار است۔

اور شرح جام جہاں نما میں بیان فرمایا کہ طبیعتِ کل اور جوہر ہبا معقول الوجود ہیں۔ وجودِ عقلی رکھتے ہیں وجودِ عینی نہیں رکھتے۔ جس طرح سے عقلِ کل اور نفسِ کل رکھتے ہیں۔ اور ایک، غیر جسمانی شکل میں ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اور وہی اجسام کی صورتوں کا مظہر ہے۔ (و منها مجسم) اور اسمائے کونیہ میں سے کچھ مجسم اور مادی ہیں۔ (كالجسم الكل) جیسے جسمِ کل جو قابلیاتِ اجسامِ مختلفہ کی اصل ہے اور چاروں طبایع مختلفہ کا مرکزِ جمع، اور ان کا مظہرِ احکام۔ یہی سبب ہے کہ چاروں مختلف طبیعتیں قبول کرنے والا ہے۔

حق تعالیٰ نے اس میں مختلف استعدادات پر سارے عالم کی صورتیں ظاہر کی ہیں۔ کہ ہر صورت وفرد میں خاصیت اسی کی وجہ سے ہے (والعرش) اور عرش اپنے استداری اور کروی ہونے کی وجہ سے جمیع عالم کو محیط ہے اور صوفیا و حکما کے نزدیک اس کے محاط بھی مستدیر ہیں۔ (والكرسى) اور کرسی جو عرش کے گھیرے میں ہے اور خود جمیع اجسام عالم کو محیط ہے۔ اور آیتِ کریمہ "وسع كرسيه السموات والارض" (۲۲۵/ سورہ بقرہ) اس بیان کی شاہد ہے (و السموات السبع) اور ساتوں آسمان کہ ان میں پہلا فلکِ زحل ہے اس کو آسمانِ ہفتم کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے قیام اسی فلک پر ہے اور زحل جو کہ اس آسمان کا ستارہ ہے تمام سیاروں کے اوپر ہے۔ امرا وکبرا کا نصیبہ اسی سے ہے اور بیت المعمور اسی فلک پر بیت الحرام کے یہاں تک محاذی ہے کہ اگر وہاں سے کوئی سنگ ریزہ گرے تو سیدھا کعبہ کی چھت پر گرے گا۔ اور اس کعبۂ آسمان (بیت المعمور) میں دو دروازے ہیں۔ ایک شرقی جو مظہرِ انوار ہے۔ اس دروازے سے اس کے اندر روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں کہ دوبارہ ان کو حاضری کبھی نصیب نہیں ہوتی۔ اور غربی دروازے میں۔ جو ساتر انوار ہے۔ نکلے بغیر غائب ہو جاتے ہیں۔ اس معنی پر حدیث بھی ناطق ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ بھی اسی آسمان پر ہے۔ اسی کی تہ میں حضرت جبریل علیہ السلام کا مسکن اور ان کی جلوہ گاہ ہے۔ اس کا نام منتہیٰ اس لیے

(۱) (۲۲۵/ سورہ بقرہ)

والعناصر الاربعة ....

ازاں شد کہ (۲) علم ہیچ آفریدہ (۳) ازاں جا بالا نمی رود۔ و دومی فلک مشتری است کہ معبر است بآسمان ششم کہ منزل گاہ حضرت موسیٰ علیہ السلام است۔ واو طالع علما است۔ وسیوم فلک مریخ کہ آسمان پنجم است و منزل گاہِ ہارون علیہ السلام است وطالع او خوں ریزی وانتشار امراض است۔ چہارم فلک شمس کہ معبر (۳) است بآسمان چہارم، کہ منزل گاہِ ادریس علیہ السلام است۔ وپنجم فلک زہرہ است کہ معبر (مشہور) است بآسمان سیوم کہ منزل گاہ حضرت یوسف علیہ السلام است۔ وتصویر اطفالِ حِسان در ارحام وعشق وصور جمیلہ وتغنی والحان منسوب باوست۔ وششم فلک عطارد است کہ معبر است بآسمان دوم کہ منزل گاہ عیسیٰ علیہ السلام است۔ واعمال ودفاتر وحساب ودبیر وامثال آں منسوب باوست۔ و ہفتم فلک قمر کہ معبر است بآسمان اول کہ منزل گاہ حضرت آدم علیہ السلام است۔

ودر آیابد کہ حضرت شیخی در شرح جام جہاں نما نظر فرمودہ اند کہ نزد اہل کشف ورائے عرش وکرسی و ورائے ایں ہفت افلاک دو فلک دیگر اند۔ یکے فلک منازل، دوم فلک اطلس۔ ونزد حکما ایں ہر دو عبارت اند از عرش وکرسی، وفلک اطلس محیط کل است۔ وفوق او ہیچ چیز نیست لا خلا ولا ملا۔ ومنازل و بروج در ثامن اند ودر فلک اطلس اعتبار کردند، وباضم ایں ہر دو مراتب کونیہ بست وہشت می گردد۔

والعناصر الاربعة وعناصر اربعہ کہ عبارت است از کرۂ نار کہ مظہر ذوات اذناب وذواتِ قرون ونیازک واعمدہ است وتاثیر گرم وخشک دارد۔ واو بالاترین ہمہ عناصر اربعہ است (۴) ولطیف ترین آنہا و متصل

(۱) نسخہ: وتسمیہ او منتہیٰ ازاں جہت است کہ۔ (۲) نسخہ: کس۔ (۳) نسخہ: معروف۔ (۴) نسخہ الف: وفوق است از سہ عنصر دیگر۔ (۱)

رکھا گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کا علم اس جگہ سے اوپر نہیں جاتا۔

دوسرا فلک مشتری ہے جس کو آسمان ششم سے تعبیر کرتے ہیں یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی منزل گاہ ہے اور یہ طالع علما کا ستارہ ہے۔

تیسرا فلک مریخ ہے جو آسمان پنجم سے معروف ہے حضرت ہارون علیہ السلام کی منزل گاہ ہے۔ اس کا طالع خوں ریزی اور امراض کا پھیلنا ہے۔

چوتھا فلک شمس جس کی تعبیر آسمانِ چہارم سے ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی فرودگاہ ہے۔

اور پانچواں فلک زہرہ ہے۔ آسمانِ سوم سے اس کی تعبیر ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی منزل گاہ ہے۔ اور رحموں میں خوب رُو بچوں کی تصویر سازی، عشق، جمیل صورتیں اور نغمہ وسرود اسی سے منسوب ہیں۔

چھٹا: فلک عطارد ہے جسے آسمانِ دوم کہتے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی منزل گاہ ہے۔ اعمال، دفاتر اور نوشتے، حساب اور دبیر ومنشی، اور اس کے امثال اسی سے منسوب ہیں۔

ساتواں فلک قمر کہ آسمانِ اول کہلاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی منزل گاہ ہے۔

واضح ہو کہ حضرت استاذ گرامی نے شرح جام جہاں نما کے اندر تحریر فرمایا ہے کہ اہل کشف کے نزدیک عرش وکرسی سے پرے، ان ہفت افلاک سے ورے دو، دوسرے افلاک ہیں (اول) فلک منازل (دوم) فلک اطلس۔ اور حکما کے نزدیک یہ دونوں عرش وکرسی سے عبارت ہیں اور فلک اطلس سب کو محیط ہے۔ اس کے اوپر کچھ نہیں، نہ خلا، نہ ملا، اور منازل وبروج آٹھویں فلک میں ہیں۔ اور فلک اطلس میں اعتبار کر لیا ہے۔ ان دونوں افلاک کو جوڑنے پر مراتب کو نیہ اٹھائیس ہو جاتے ہیں۔ (والعناصر الأربعة) اور چاروں عناصر کہ عبارت ہیں (ا) کرۂ نار سے جو دم دار، سینگ دار ستاروں، نیزوں اور ستونوں کا مظہر ہے۔ اس کی تاثیر گرم وخشک ہے۔ باقی تینوں عناصر سے بالا اور ان سے لطیف تر ہے۔ فلک قمر سے متصل ہے اس طرح کہ اس کی سطح محدب فلک قمر کی سطح مقعر سے

است با فلک قمر چنانکہ سطح محدب او مماس سطح مقعر فلک قمر است۔ وحکما دو فرقہ اند۔ اکثر برآنند کہ کرۂ
آتش عنصر است براسہ چنانچہ مذکور شد۔ وبعضے برآنند کہ عنصر ناری متولد از ہوا است۔ بواسطۂ سرعت
حرکت افلاک۔ پس نزد ایشاں آتش کروی نیست۔ بلکہ محدب، مستدیر و مقعر بر شکل اہلیلجی (ہلیلجی) است ازآں
کہ تولد آتش نزد منطقہ بواسطۂ سرعت حرکت زیادہ ازاں است کہ نزد قطب است و دریں مقام کلامے

ست کہ مقتضائے مقام نیست۔

کرۂ ہوا کہ بقاے حیاتِ حیوانات وانتعاش ایشاں از واست۔ وظہور سحب و ریاح و بخارات
در وست وتاثیر او گرم وتر است واو زیر آتش است متصل باد چنانچہ سطح محدب او مماس مقعر آتش است۔

وکرۂ آب کہ حیات ذوی الارواح از او است چنانچہ آیہ کریمہ: وجعلنا من الماء كل شیء
حی ناطق بآن است۔ وتاثیر او سرد وتر است۔ ومتصل کرۂ ہوا است۔ وثقیل تر از ہوا است۔ وخفیف
تر از زمین۔ ومرتبۂ سحاب درمیان آب وزمین است۔ وبعضے از وصاف است، وبعضے کدر، واو در تسخیر باد
است بامر حق وخالق مطلق چنانچہ در کلام مجید خود فرمودہ: وهو الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا،
ثم یجعله رکاما فتری الودق یخرج من خلاله۔

وکرۂ خاک محل زلازل وجبال مہاد است ومرجع اموات، وتعیش اکثر حیوانات درو ممکن نیست
وحکما کرۂ آب وخاک ہر دو را بمنزلۂ یک شمار کردہ اند۔ پس آب بزمین احاطۂ تام نہ کردہ بلکہ ربعے از
بجہت تعیش حیوانات متنفسہ ظاہر است، چنانکہ سطح مقعر ہوا باین ہر دو محیط نکردہ، واین بلندی ہا وپستی ہا

مماس ہے۔ حکما اس بارے میں دو گروہ ہیں۔ اکثر اس پر ہیں کہ کرۂ آتش ایک مستقل عنصر ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور بعض اس پر ہیں کہ عنصر آتش حرکتِ فلک کی سرعت کے واسطے سے ہوا سے پیدا ایک عنصر ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک آتش کروی نہیں ہے۔ بلکہ محدب مستدیر اور مقعر بر شکل اہلیلجی ہے۔ اس سبب سے کہ آگ کا تولد منطقہ کے نزدیک سرعتِ حرکت کے واسطے سے اس سے زیادہ ہے جتنا قطب کے نزدیک ہے۔ اور اس مقام پر کچھ کلام ہے مگر یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں۔

کرۂ ہوا: جانداروں کی بقا اور ان کی خوش حالی اسی سے ہے۔ بادلوں، آندھیوں اور بخارات کی پیدائش اسی میں ہوتی ہے۔ اس کی تاثیر گرم و تر ہے۔ زیرِ آتش اس سے متصل ہے۔ چنانچہ اس کی سطح محدب، آگ کی سطحِ مقعر سے مماس ہے۔

کرۂ آب: جس سے جان داروں کی زندگی ہے۔ جیسا کہ آیۂ کریمہ " و جعلنا من الماء کل شیٔ حی " (٣٠/ سورۃ الانبیاء) اس پر ناطق ہے۔ اس کی تاثیر سرد و تر ہے۔ کرۂ ہوا سے متصل، ہوا سے ثقیل تر اور زمین سے خفیف تر ہے۔ اور بادلوں کا مرتبہ پانی اور زمین کے درمیان ہے۔ ان میں کچھ صاف ہیں، کچھ میلے مٹیالے رنگ کے۔ وہ بامرِ خالقِ مطلق حق جل وعلا ہوا کے قابو میں ہیں۔ جیسا کہ کلام مجید میں خود اس نے فرمایا: الله الذی یر سل الریاح فتثیر سحابا [1] ثم یجعله ر کاما فتری الودق یخرج من خلاله " [2] (اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں کہ ابھارتی ہیں بادلوں کو۔ پھر انھیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینھ نکلتا ہے۔

اور کرۂ خاک زلزلوں اور پہاڑوں کا محل اور اموات کا مرجع ہے۔ اکثر جانداروں کا اس کے اندر زندگی گزارنا ممکن نہیں۔

حکما نے کرۂ آب و خاک دونوں کو ایک منزل میں شمار کیا ہے۔ زمین کا احاطۂ تام نہیں کیا بلکہ اس کا ایک ربع (چوتھائی) قابل سکونت ہوا۔ ربع مسکون سانس لینے والے جانداروں کے زندگی گزارنے کے لئے کھلی ہوئی ہے۔ جس طرح ہوا کی سطحِ مقعر ان دونوں کو (کرہ آب و خاک) محیط نہ کر سکی۔ اور بلندیاں اور پستیاں جو کہ روئے زمین پر ہیں اس کو کرویت سے مانع نہ رکھ سکیں اس وجہ

[1] (٣٠-٤٨/الروم)- [2] (٤٣/٢٤/النور)

و مرتبة الجماد و الحیوان..

کہ بر روے زمین است اورا مانع کرویت نداشتہ اند بجہت آن کہ نسبت بزرگی زمین قدرے محسوس

ندارد، زیرا کہ بلند ترین کوہ ہا قدر آں دو فرسخ و ثلثے است، و نسبت آں بقطر زمین نسبت است بہزار

ہزار و پانصد و دوازدہ عدد باشد[1]۔

وایں قدر محسوس نمی شود چنانچہ حبِ خشخاش برآمدہ باشد، قطر زمین دو ہزار و پانصد و چہل فرسخ

پس دورۂ او ہشت ہزار فرسخ خواہد بود۔ زیرا کہ نسبت محیط دائرہ بہ نقطہ خویش چنانچہ اہلِ ہیأت استخراج

کرد چوں نسبت بست دو است بہفت (۲۲/۷) یعنی سہ امثال وسبع۔ ارض ایں ربع شمال کہ بعض

ازیں معمور است ہزار و نہ صد و ہشتاد فرسخ است۔ وطول او سہ ہزار و سہ صد و شصت فرسخ، واللہ اعلم

وایں عناصر اربعہ را امہات سفلی گویند۔ وافلاک را آباء علوی گفتہ اند۔ وتوالد و تناسل ازیں

گشتہ۔ آں را موالید ثلاثہ گویند۔ وازاں سہ موالید یکے جماد است، دوم نبات، سوم حیوان۔ پس ہرچہ از

جنس معدنیات است مانند سنگ والماس، ویاقوت، وپیروزہ، وزمرد، ولعل و بلور، وعقیق، وزر و نقرہ و مس

ارزیز و سرب و روئین و آہن و زرنیخ وغیر آں، آں را جماد خوانند۔ وآں چہ از جنس روئیدنی [3] باشد مثل

درختاں وگیاہ ہاے باساق و بے ساق، آں را نبات گویند۔ وچیزے کہ صاحب روح است از جنس آدمی

و بہائم ووحوش وطیور و مار و مور و ماہی، وکرم وغیر آں، آں را حیوانات گویند۔ وسوے ایں اشارت فرمود

بقول خود و مرتبة الجماد مرتبۂ جماد کہ مشتمل بر جمیع انواع معادن است و الحیوان ومرتبۂ حیوان

مخفی نماند کہ از اسماے کونی آنچہ دریں جا ذکر یافتہ شد بست اند۔ چہار غیر مجسم وشانزدہ مجسم

آنچہ باقی ماندہ یکے از غیر مجسم است کہ شکل کل است و ہفت از مجسم، و دوازافلاک، تفسیر یافتہ بفلک

اطلس وفلک منازل۔ چنانچہ بالا گزشت۔

---

(۱) دریں جا در ہر دو نسخہ اعدادے کہ نقل کردہ اند محلِ نظر است۔ [2] شرح جغمینی کی عبارت ملاحظہ کریں ص ۲۵۶ پر۔ [3] نسخہ: رستنی۔

سے کہ زمین کی بڑائی کی نسبت، مقدار محسوس نہیں رکھتی اس لیے کہ بلند تریں پہاڑ کی اونچائی کی مقدار ۲/۳/۱ فرسنگ ہے اور زمین سے اس کی نسبت ۱۰۰۰/۵۱۲ ہوگی، (ہر ہزار میں پانچ سو بارہ) اور یہ مقدار محسوس نہ ہوسکے گی۔ جس طرح دانۂ خشخاش نکل آیا ہو۔ قطر زمین دو ہزار پانچ سو پینتالیس فرسنگ ہے۔ تو اس کا دور آٹھ ہزار فرسنگ ہوگا۔ اس لیے کہ محیطِ دائرہ سے اپنے نقطۂ مرکز کی نسبت ہیأت دانوں کے استخراج کے مطابق ۲۲/ ۷ ہے۔ مراد امثال میں ہے۔ زمین کا ساتواں حصہ اقلیم ہفتم زمین ربع شمالی، یا ربع مسکونہ کہ ان میں کچھ آباد ہیں۔ ۱۹۸۰ فرسنگ ہے۔ جس کا طول ۳۳۶۰ فرسنگ۔ واللہ اعلم۔

ان چاروں عناصر کو امہات سفلی اور افلاک کو آباے علوی کہتے ہیں۔ ان سے توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہوا۔ پیدا شدہ چیزوں کو موالید ثلاثہ کہتے ہیں۔ وہ تین ہیں۔

(۱) جمادات (۲) نباتات (۳) حیوانات۔ انھیں بچہ گانِ افلاک بھی کہتے ہیں۔

جنسِ معدنیات جیسے پتھر، الماس یعنی ہیرا، یاقوت، فیروزہ، زمرد، لعل، بلور، عقیق، سونا، چاندی، تانبا، پیتل، قلعی، رانگ، سیسا، کانسا، لوہا، ہڑتال، ان کو جماد کہتے ہیں۔

اور جنسِ نباتات، جن میں روئیدگی پائی جاتی ہو۔ جیسے درخت اور ساق والے یا بغیر ساق والے پودے، گھاس، ان کو نباتات کہتے ہیں۔

اور جن چیزوں میں روح اور جان ہو جیسے آدمی، چوپائے، جنگلی جانور، پرندے، سانپ، چیونٹی، مچھلی، اور کیڑے مکوڑے وغیرہ (یونہی دریائی اور صحرائی سارے جاندار) ان کو حیوانات کہتے ہیں۔

ان حقایق کی جانب اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا: (و مرتبة الجماد) اور مرتبۂ جماد جو معادن کی جمیع انواع پر مشتمل ہے (والحیوان) اور مرتبۂ حیوان۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اسمائے کونیہ میں سے جو یہاں ذکر ہوئے وہ کل بیس ہیں۔ چار غیر مجسم، اور سولہ مجسم۔ اور جتنے باقی رہ گئے ہیں ان میں ایک غیر مجسم ہے شکل کل، اور سات مجسم ہیں۔ دو فلک جن کی تفسیر فلک اطلس اور فلک منازل سے کی گئی ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔

و یکے بعد از حیوان مرتبہ ملک است۔

ونفوس ملکی نزد بعضے اجساد شفافہ اند لطیف کہ متشکل باشکال مختلفہ می توانند گشت باقدار اللہ تعالیٰ۔و

نزد حکما و محققین صوفیہ بعضے ملائک اجسام طبیعی اند وایشاں راروح است۔وبعضے نفوس قدسیہ کہ مجرد اند

فائض از عقل کل ونفس کل،

مستفیض و مفیض اگر دانی دفتر کا ئنا ت بر خو ا نی

دیگر مرتبۂ جن است وآنہا ناری اند۔بعضے خیرہ وبعضے شریرہ۔وپدر اینہا مسمی بجانّ است

چنانچہ ابوالبشر مسمی بآدم است چنانچہ آیہ کریمہ خَلَقَ الاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ وَ خَلَقَ

الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارْ مشیر است۔

دیگر مرتبۂ نبات کہ حقیقتش بالاذکر یافت۔

ودیگر مرتبۂ انسان۔وانسان مظہر خاص است از جمیع مظاہر کہ مرآت اسماوصفات وجامع کمالات و

قابل تجلیات گشتہ است۔واورا خدائے تعالیٰ برہمہ خلایق فضیلت ارزانی داشتہ چنانچہ در محکم تنزیل خبر

دادہ" ولقد کرمنا بنی آدم و حملنا هم فی البر و البحر و رزقناهم من الطيبات و

فضلناهم علی کثير ممن خلقناتفضيلا[1] ودر جائے دیگر فرمودہ : فاذا سويته و نفخت فيه

من روحی یعنی بعد تسویہ انسانیت وحصول استعداد قبول روحیت آدم راحق سبحانہ بلا واسطہ کرامت

(۱) سورۃ اسرا / ۱۷/ ۷۰۔

اور حیوان کے بعد ایک مرتبہ ملک (فرشتہ) ہے۔ نفوسِ ملکی۔ بعض کے نزدیک لطیف وشفاف اجسام ہیں جو قدرت الہٰی سے مختلف شکلوں میں متشکل ہو سکتے ہیں۔ اور حکماو محققینِ صوفیہ کے نزدیک بعض ملائکہ اجسامِ طبیعی ہیں۔ جن میں روح ہے اور بعض نفوس قدسیہ مجرد ہیں۔ عقلِ کل اور نفسِ کل کا فیضان۔ ؎

مستفیض و مفیض اگر دانی دفتر کائنات بر خوانی

(فیض پانے والے اور فیض بخشنے والے کو اگر جاننا چاہو گے تو کائنات کے تمام دفتر کو پڑھنا پڑے گا)

پھر مرتبہ جن ہے یہ آتشی مخلوق ہیں۔ ان میں بعض بھلے ہیں بعض برے۔ ان کا باپ جانّ سے موسوم ہے۔ جس طرح انسانوں کے باپ آدم سے موسوم ہیں۔ جیسا کہ آیہ کریمہ "خلق الانسان من صلصال کالفخار" اور " خلق الجانّ من مارج من نار[رحمن ۵۵/آیت ۱۴/۱۵ " اس کی طرف مشیر ہے۔ (ترجمہ) انسان کو ٹھیکری کی طرح کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا اور جانّ کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا)

دوسرا مرتبہ نبات ہے: اس کی حقیقت اوپر مذکور ہو چکی۔ پھر مرتبہ انسان ہے۔ انسان جمیع مظاہر کا مظہر خاص ہے جو آئینہ اسماو صفات، کمالات کا جامع، تجلیات کو قبول کرنے والا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر فضیلت وشرف عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ اپنے کلامِ محکم تنزیل میں بیان فرمایا کہ

" ولقد کرمنا بنی آدم و حملنا ھم فی البر و البحر و رزقناھم من الطیبات و فضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا " (اسرا/ ۱۷/ ۷۰)

(ترجمہ) (اور بیشک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں۔ اور ان کو بہت مخلوق سے افضل کیا۔) اور دوسری جگہ فرمایا:

"فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی "[۱] (تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص روح پھونک دوں)

(۱) (الحجر ۱۵/ ۲۹/ ص ۳۸/ ۷۲)

فرمود، ودر مقام تعییر بابلیس و تفضیل آدم فرمود: ما منعك ان لا تسجد لما خلقت بیدی ومقام تعییر و امتنان ابا دارد از حمل ید بر قدرت کہ در ید قدرت ہمہ مخلوقات استوا دارند۔ واورا خلیفہ خود نامید بقول خود۔ انی جاعل فی الارض خلیفة ۔ ودر مقام دفع شبہ ملائکہ فرمود انی اعلم مالا تعلمون۔ وہم اورا مظہر ذات وصفات الٰہیہ فرمود۔

ہر نقد کہ در خزانۂ عالم بود جمعش کردند و آں بآدم دادند

ودر حدیث نبوی آمدہ " ان الله تعالیٰ خلق آدم فتجلی فیه بذاته و صفاته " ۔ ونیز آمدہ: الانسان سرالله فی الارض "ودر حدیث قدسی نیز آمدہ کہ : " خمرت طینة آدم بیدی اربعین صباحاً " ونیز آمدہ " الانسان سری وانا سره "ونیز آمدہ کہ " الانسان بنیان الرب "ودر حدیث دیگر وارد شدہ کہ " ان الله خلق آدم علی صورته " پس مرآتِ جامع اوست۔ متعلم بہ علم " وعلم آدم الاسماء كلها " ومصور بصورت ان الله تعالیٰ خلق آدم علی صورته ۔ والقاے اسما بآدم در نَفْخَۂ " و نفخت فیه من روحی "فرمودہ۔ ونزد علما تعلیم اسماے ممکنات بکلیتہا فرمودہ۔ ونزد عرفا تعلیم اسماے الٰہیہ در القاے روح اضافی:۔[1] رباعی:

آئینہ بر دار و دروے کن نظر صورت لطف الٰہی می نگر

(۱) (در نسخۂ الف وب ایں جا تقدیم وتاخیر وفرق بعض الفاظ است)

یعنی تسویۂ انسانیت اور حصول استعداد کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو قبول روحیت سے بلا واسطہ نوازا۔ اور ابلیس کو عار دلانے اور آدم کی تفصیل بیان کرنے کے موقع پر ارشاد فرمایا:

یا ابلیس ! ما منعك ان تسجد لما خلقت بیدی "(سورۂ ص ۳۸/ ۷۵)

(اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا)

عار دلانے اور احسان رکھنے کا یہ مقام اس بات سے اعراض وابا کرتا ہے کہ ''ید'' کو قدرت پر محمول کیا جائے کیوں کہ دست قدرت سے تخلیق پانے میں تو تمام مخلوقات کو برابری حاصل ہے۔ ان کو اپنے قول " انی جاعل فی الارض خلیفة "(سورہ بقرہ آیت ۳۰) سے خلیفہ نامزد کیا۔ اور فرشتوں کا شبہہ دور کرنے کے موقع پر فرمایا کہ: ''انی اعلم ما لا تعلمون "(آیت ۳۰ سورہ بقرہ) "میں وہ جانتا ہوں جسے تم نہیں جانتے'' ان کو ذات وصفات الٰہیہ کا مظہر بنایا۔ خزانۂ عالم میں جو بھی نقد تھا اس کو جمع کر کے آدم کو عطا فرمایا۔ حدیث نبوی میں آیا '' اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کر کے ان پر اپنی ذات وصفات کی تجلی ڈالی۔ نیز حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ: انسان زمین میں اللہ کا راز ہے۔ اور ایک حدیث قدسی میں یہ بھی آیا ہے کہ: میں نے آدم کا خمیر اپنے ہاتھوں چالیس دن میں تیار کیا۔ نیز حدیث میں آیا: انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔ نیز آیا کہ: انسان رب کی تعمیر ہے۔ اور دوسری حدیث میں وارد ہوا کہ: اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفت پر پیدا کیا۔ (یا۔ آدم کو ان کی صورت پر پیدا کیا)۔ غرضے کہ اس کی ذات ایک جامع آئینہ ہے۔ اور علمِ " وعلم آدم الاسماء کلھا" (آیت ۳۱ سورۂ بقرہ) سے تعلیم یافتہ۔ اور صورتِ " ان اللہ خلق آدم علی صورته " سے تصویر یافتہ۔ نفخۂ " و نفخت فیه من روحی " میں تعلیم اسما حضرت آدم کو فرمائی۔ علما کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ممکنات کے نام سکھا دیئے۔ اور عرفا کے نزدیک یہ ہے کہ روح اضافی داخل کرنے میں اسمائے الٰہیہ سکھا دیئے۔ رباعی: آئینہ اٹھاؤ اور اس میں نظر ڈالو۔ لطف الٰہی کی صورت دیکھتے رہ جاؤ گے۔

(۱) (سورۂ ص ۳۸/ ۷۵)(۲)(سورہ بقرہ آیت ۳۰)(۳)(آیت ۳۰ سورہ بقرہ)(٤)(آیت ۳۱ سورۂ بقرہ)

و ما تکون فی کل جسم من الملائکة فهو من جنسه فملائکة العرش و الکرسی و...

مجمع مجموع اسمارا بہ بیں   از کرم ہر بے خبر را کن خبر

[وانسان را بحسب جامعیت عالم کبیر خوانند۔ وعالم را جزوے از وے دانند۔ چنانچہ مقتدائے عرفا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ فرمودہ: ے و تزعم انك جرم صغير و قد انطوى فيك العالم الاكبر ۔ (دأو ك منك و ان لم تعلم ۔ودواء ك منك وان لم تشعر)]

وور دار دنیا نسبت انسان از ہمہ مخلوقات بحسب باطن اکمل است وور دار آخرت ہم بحسب ظاہر وہم بحسب باطن ے

جان عالم آدم است   و عالمش ہم چون بدن

جان عالم گفتمت گر   نیک دریابی سخن

واز جہت ہمیں معنی قلب المومن عرش الله وارد شد۔ وشیخ مقتدائے عالم، سلطان بایزید بسطامی فرمودہ کہ: اگر چندیں عالم در دل عارف اندازند، ندانند کہ در کدام زاویہ افتادہ۔ ویک مرتبہ است جامع وچوں غرض تمثیل بود استیفائے اقسام نہ نمود۔ وور تحقیق دیگر شروع فرمود۔ بقول خود: و ما تکون فی کل جسم من الملائکة فهو من جنسه وہر چہ وجود گرفتہ است در ہر جسم از ملائکہ پس او از جنس اوست۔ ورتبہ فوق وتحت باعتبار ہموں است فملائکة العرش و الکرسی نفوسهما المنطبعة و الناطقة کلهم طبیعیون کالعرش و الکرسی۔ پس ملائکہ عرش وکرسی نفوس آں عرش وکرسی کہ منطبع اند دراں ہر دو ونفوس آنہا کہ ناطقہ اند ہمہ طبیعی اند چنانچہ عرش وکرسی طبیعی اند۔

(۱) (عبارت بین العمودین نسخہ ب میں نہیں ہے)

اسما کے مجموعے کی جماعت کو دیکھو + کرمِ الٰہی سے ہر بےخبر کو آگاہ کرو۔

انسان کو اس کی جامعیت کے اعتبار سے عالم کبیر کہتے ہیں۔اور عالم کو اس کا ایک جز جانتے ہیں۔چنانچہ مقتدائے عرفا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم ایک چھوٹا سا جسم ہو حالانکہ تمہارے اندر عالم اکبر سما گیا ہے۔تمہارا مرض تمہاری وجہ سے ہے اگر چہ تمہیں معلوم نہیں۔تمہاری دوا تم ہی سے ہے اگر چہ تمھیں شعور نہ ہو۔

دار دنیا میں تمام مخلوقات کے مقابلے میں انسان کی نسبت باطن کے اعتبار سے کامل ترین ہے۔ اور دار آخرت میں ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے اعتبار سے بھی۔ ؎ عالم کی روح آدم ہے اور عالم اس کے بدن کی طرح ہے۔ میں نے تم کو جانِ عالم کہا۔اگر اچھی طرح غور کرو گے بات کی حقیقت پالو گے۔

اور اسی معنی کے اعتبار سے "قلب المومن عرش الله" (مومن کا قلب عرش الٰہی ہے) وارد ہوا ہے۔

اور مقتدائے عالم شیخ سلطان بایزید بسطامی (۱) نے فرمایا: کہ اگر عارف کے دل میں اتنے سارے عالم ڈال دیں تو بھی پتہ نہ چلے کہ اس کے کس گوشے میں جا پڑے۔وہ ایک مرتبہ جامع ہے۔

اور چوں کہ مقصد مثال پیش کرنا تھا اس لیے ساری قسموں کا احاطہ نہ کیا۔اور اپنے اگلے قول سے دوسری تحقیق شروع کر دی۔(وما تكوّن فى كل جسم من الملائكة فهو من جنسه) اور ہر جسم میں ملائکہ سے جس نے وجود پایا ہے وہ اسی کی جنس سے ہے۔اور فوق وتحت کا مرتبہ اسی اعتبار سے ہے (فملائكة العرش و الكرسى و نفوسهما المنطبعة و الناطقة كلهم طبيعيون كالعرش و الكرسى) تو عرش و کرسی کے فرشتے اور خود عرش و کرسی کے نفوس جو ان میں منطبع ہیں اور جو ناطق ہیں سب طبیعی ہیں۔جس طرح عرش و کرسی طبیعی ہیں۔

(۱) بایزید بسطامی کے حالات ص ۲۵ پر دیکھیں۔

والملائكة السماوية دخانيون تكونت من دخان كما تكونت السماوات منه :قال الله جل وعلا : ثم استوىٰ الى السماء و هی دخان روی انه تعالیٰ خلق جوهرا فنظر اليه بعين الهيبة فذاب ، فصار نصفه ماء و نصفه نارا فتموج الماء بالنار فارتفع منه دخان فصار منه.......

فائدہ:

باید دانست کہ مشائخ صوفیہ ومحققان علماے اسلامیہ وحکما بریں اند کہ افلاک رادو نفس است۔: یکے ناطقہ، دوم منطبعہ ۔ وناطقہ محرک است ومدبر جمیع امور فلکی راوخود مجرد است ۔ چنانچہ نفس ناطقہ انسانی نزد ایں طوائف ثلاثہ مجرد از مادہ است، ومحرک بدن است و مدبر جمیع امور ۔ ومنطبعہ مادی است واو بمنزلہ قواے بدن انسانی است کہ فائض می شونداز نفس ناطقہ برو وساری می شوند در جمیع اعضاے او۔ وعرش وکرسی ہم از افلاک اند پس ایشاں رانیز دو نفس باشد۔ یکے ناطقہ دوم منطبعہ ۔ اول رامحرک بعیدمی گویندو ثانی راقریب۔ والملائكة السماوية دخانيون تكونت من دخان كما تكونت السماوات منه وملائکہ ہمہ آسمانہا از دخان اند کہ عبارت است از دود ۔ چنانچہ وجود آسمان ہا از اں دود است ۔دخانیت اورا ثابت فرمود بآیتِ کریمہ :قال الله جل وعلا : ثم استوىٰ الى السماء و هی دخان فرمود حق جل وعلا کہ توجہ فرمود سوے آسمان وحال آن است کہ او دودے بود واصل ایں ایجاد ابداع آن است کہ فرمود بقول خود:روی انه تعالیٰ خلق جوهرا فنظر اليه بعين الهيبة فذاب" روایت کردہ شدہ است کہ بدرستی حق تعالیٰ آفرید جوہرے راواولا بعد ازیں نظر فرمود سوے او بچشم ہیبت پس گداخت آں جوہر فصار نصفه ماء و نصفه نارا پس گشت نیم او آب ونیم او آتش فتموج الماء بالنار پس موج زد آب بآتش فارتفع منه دخان پس برآمد از و دود فصار منه السماء پس گشت ازاں دود آسمان وتلطف بعضه فصار منه الهواء ولطیف گشت بعضے ازاں جوہر پس گشت ازاں

فائدہ :-

جاننا چاہئے کہ مشائخ صوفیہ، محققین علمائے اسلامیہ اور حکما اس پر ہیں کہ افلاک کے لئے دو نفس ہیں۔ایک ناطقہ، دوسرا منطبعہ ۔نفس ناطقہ محرک اور جمیع امور فلکی کا مدبر ہے اور خود مجرد عن المادہ ہے جس طرح ان تینوں جماعتوں کے نزدیک نفسِ ناطقہ انسانی مادہ سے مجرد اور محرکِ بدن و مدبر جمیع امور ہے ۔اور فلک کا نفس منطبعہ مادی ہے اور وہ قوائے بدنِ انسانی کے درجے میں ہے کہ یہ قُویٰ نفس ناطقہ سے بدن پر فائض اور تمام اعضائے بدن میں سرایت کیے ہوتے ہیں۔

عرش و کرسی بھی افلاک سے ہیں۔لھذا ان کے بھی دو نفس ہونگے۔ ایک ناطقہ۔دوسرا منطبعہ ۔اول کو محرک بعید کہتے ہیں اور ثانی کو محرک قریب۔

(والملا ئکة السما و یة دخا نیون تکونت من دخا ن کما تکو نت السما وات منه) اور سارے آسمانوں کے فرشتے دھوئیں سے ہیں جسے فارسی میں دود، عربی میں دخان کہتے ہیں جس طرح خود آسمانوں کا وجود اسی دھوئیں سے ہے۔ان کے دخانی ہونے کو اس آیت سے ثابت فرمایا: " قال اللہ عزوجل و علا : ارشاد باری تبارک وتعالیٰ ہے: " ثم استویٰ الی السماء وھی دخان "[1] پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا۔

اس ایجاد و ابداع کی اصل وہ ہے جو مصنف نے اپنے اگلے کلام میں بیان فرمائی: "(روی انه تعالیٰ خلق جوھرا فنظر الیه بعین الھیبة فذاب) " مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً ایک جوہر پیدا فرمایا پھر اس پر چشم ہیبت سے نظر ڈالی تو وہ پگھل گیا۔(فصار نصفه ماء و نصفه نا را) تو اس کا نصف حصہ پانی ہوگیا اور دوسرا نصف آگ (فتموج الماء بالنار) پھر پانی نے آگ پر موج ما ری (فا رتفع منه د خا ن) تو اس سے دھواں اٹھا۔(فصا ر منه السماء) پھر اس دھوئیں سے آسمان ہوگیا۔(وتلطف بعضه فصارمنه الھواء)[2] اس جوہر میں سے کچھ لطیف ہوگیا اس سے ہوا

(۱) سورہ فصلت ۴۱/۱۱۔ (۲) شہرستانی نے معمولی اختلاف کے ساتھ اپنی کتاب "الملل والنحل ج ۲" میں میں توریت کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

وتكثف منه البعض فصار منه التراب والملائكة العنصرية من العناصر و عالم المثال من غير المجسم ايضا و هو عالم روحانى مظهر لعالم المجردات من جوهر نورانى شبيه بالجوهر الجسمانى فى كونه محسوسا مقداريا و بالجوهر المجرد العقلى فى كونه نورا نيا و ليس بجسم مركب مادى و لاجوهر مجرد عقلى مشتمل على صور ما فى العالم الجسمانى و هو اول مثال صورى لما فى الحضرة العلمية ....

وتكثف منه البعض فصار منه التراب وكثیف شد بعضے ازاں جوہر پس گشت از وخاک بعض ہوا۔ ودروایت ایں جوہر را صاحب المدارک در بیان ہمیں آیت کریمہ ثم استوى الى السماء وهی دخان از رئیس المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل فرمودہ۔ وطول وعرض اورا در مسیرہ ہزار سال در مسیرہ دہ ہزار سال بیان فرمود : و الله على كل شئ قدير۔ واصفہانی در شرح طوالع ایں راز توریت نقل فرمودہ۔

والملائكة العنصرية من العناصر وفرشتگانِ عنصریہ ازیں عناصر اربعہ اند بعضے ناری، بعضے بادی، بعضے آبی، بعضے خاکی۔و عالم المثال من غير المجسم ايضا وعالم مثال نیز از غیر مجسم است و هو عالم روحانى مظهر لعالم المجردات وآں عالم مثال عالم روحانی است کہ مظہر عالم مجردات است۔ من جوهر نورانى شبيه بالجوهر الجسمانى فى كونه محسوسا مقداريا وجود گرفتہ است از جوہر نورانی کہ شبیہ است بجوہر جسمانی در بودن او محسوس مقداری و بالجوهر المجرد العقلى فى كونه نورا نيا ونیز مشابہ است بجوہر مجرد عقلی در بودن او نورانی و حاصل آن است کہ ازیں جہت کہ محسوس است مشابہ است بہ جوہر جسمانی۔ وازاں حیثیت کہ نورانی است مشابہ است بہ جوہر مجرد عقلی پس از ہر دو بہرہ دارد و ليس بجسم مركب مادى و لاجوهر مجرد عقلى ونیست او جسم مرکب مادی و نہ جوہر مجرد عقلی مشتمل على صور ما فى العالم الجسمانى آن عالم مثال کہ روحانی است مشتمل است بر صور اشیا کہ موجود اند در عالم جسمانی کلہم و جلہم و هو

بنی۔(وتکثف منه البعض فصارمنه التراب) اوراس جوہر میں سے کچھ کثیف ہوگیا تو اس سے خاک بنی۔ اوراس روایت کوصاحب مدارک نے اسی آیت کے بیان میں رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرمایا ہے۔[1] اس کے طول وعرض کو ۱۰۰۰×۱۰۰۰ سال کی مسافت بیان فرمایا۔واللہ علی کل شیء قدیر۔

اوراصفہانی نے شرح طوالع[2] میں اس کوتوریت سے نقل فرمایا ہے۔(والملائكة العنصرية من العناصر) اورفرشتگانِ عنصریہ انھیں عناصرار بعہ سے ہیں۔ کچھ ناری ہیں کچھ بادی۔ کچھ آبی، کچھ خاکی۔(وعالم المثال من غير المجسم ايضا) اورعالم مثال بھی عالم غیر مجسم سے ہے۔

(وهو عالم روحانی مظهر لعالم المجردات) اوروہ عالم مثال عالم روحانی ہے جو عالم مجردات کا مظہر ہے۔

(من جوهر نورانی شبيه بالجوهرالجسمانی فی کونه محسوساً مقداريا) جس نے ایسے جوہرنورانی سے وجود پایا ہے جواپنے محسوس مقداری ہونے میں جوہر جسمانی کے مشابہ ہے۔(وبالجوهر المجردالعقلی فی کونه نورانياً) نیز اپنے نورانی ہونے میں جوہر مجرد عقلی سے مشابہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جس جہت سے محسوس ہے، جوہر جسمانی کے مشابہ ہے۔اور جس حیثیت سے نورانی ہے، جوہر مجرد عقلی کے مشابہ ہے۔تو اسے ان دونوں ہی سے ایک حصہ اور نصیبہ حاصل ہے۔
(وليس بجسم مركب مادی ولا جوهر مجرد عقلی)
اوروہ جسم مرکب مادی نہیں اور نہ جوہر مجرد عقلی ہی ہے۔(مشتمل على صور ما فی العالم الجسمانی) اوروہ عالم مثال کہ روحانی ہے ان اشیا کی صورتوں پر مشتمل ہے جو عالم جسمانی میں سب کی سب یا اکثر موجود ہیں۔

(۱)(مدارک ص ۸۹ ج رابع)
(۲) :تعارف ص ۷ ۲۵ پر دیکھیں۔

وهو اول مثال صوری لما فی الحضرة العلمیة ولهذا یسمی بالعالم المثالی فلیس معنی من المعانی و لا روح من الارواح ولا جسم من الاجسام الا و له صورة مثالیة مطابقة لکمالاته فالعرش والکرسی و السموات السبع و العناصر الاربعة و مافیها یشتمل علیها هذا العالم المثالی........

اول مثال صوری لما فی الحضرة العلمیة یعنی آں عالم روحانی اول مثال صوری است مراشیا را کہ ثابت بودند در حضرت علم چراکہ در حضرۃ علم اشیا متمثل بصور نہ بودند۔ تمثل اشیا بصورت دریں عالم روحانی است۔ ولهذا یسمی بالعالم المثالی ہم ازیں جہت کہ تمثل دریں جا متحقق شد تسمیہ کردہ شد ایں عالم روحانی را بعالم مثال فلیس معنی من المعانی و لا روح من الارواح ولا جسم من الاجسام الا و له صورة مثالیة مطابقة لکمالاته یعنی ہرگاہ کہ تمثل جمیع اشیا بصور دریں مرتبہ متحقق شد پس نماند ہیچ معنی از معانی ونہ روحے از ارواح، ونہ جسمے از اجسام، مگر کہ اورا صورت مثالی است کہ موافق است اصل خودرا در کمالات او۔فالعرش والکرسی و السموات السبع و العناصر الاربعة و مافیها یشتمل علیها هذا العالم المثالی، پس عرش وکرسی، و ہر ہفت آسمان و ہر چہار عناصر و ہر چہ دریں ہا است مشتمل است بر وایں عالم مثالی۔

فائدہ: باید دانست کہ مُثُلِ افلاطونیہ غیر ایں عالم مثال است۔ ونیز عالم ربانی مولانا سعد الدین تفتازانی در شرح مقاصد تصریح باآں فرمودہ۔ وعالم مثال را شیخ مدقق، وحکیم محقق شیخ شہاب الدین مقتول کہ خواہرزادۂ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی است قدس اللہ سرہ در حکمۃ اشراق خود فرمودہ کہ ہر نوع کہ موجود است از عالم حس از افلاک وکواکب و بسائط عنصریہ و مرکبات از واورا مثالے است در عالم عقل واوصورۃ بسیطہ الیست نوریہ قائم بالذات و مجرد از مادہ، واو مد برآں نوع است۔ و فیضان کمالات ہر نوع از واست۔ واو عنایت عظیم بشان آں نوع دارد کہ شامل جمیع افراد آں نوع است۔د

(شہاب الدین مقتول ص ۲۵۷ پر(شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی، ابوحفص عمر بن محمد بن عبداللہ صاحب عوارف المعارف م ۶۳۲ھ

(وھو اول مثال صوری لما فی الحضرۃ العلمیۃ) یعنی وہ عالم روحانی ان اشیا کے لئے جو بارگاہِ علم میں ثابت ہیں پہلی مثال صوری ہے۔ کیونکہ بارگاہِ علم میں اشیا صورتوں پر متمثل نہ تھیں۔ صورتوں سے ان اشیا کا متمثل ہونا اسی عالم روحانی میں ہے۔ (ولھذا یسمیٰ بالعالم المثالی) اس وجہ سے کہ اشیا کا متمثل ہونا اسی مقام پر ثابت ہوا ہے، اس لیے اس عالم روحانی کو عالمِ مثال سے موسوم کیا گیا۔ (فلیس معنی من المعانی و لا روح من الارواح ولا جسم من الاجسام الا ولہ صورۃ مثالیۃ مطابقۃ لکمالاتہ) یعنی جب صورتوں سے جمیع اشیا کا تمثل اسی مرتبہ میں ثابت ہوا ہے اس لیے نہ تو معانی سے کوئی معنیٰ بچا، نہ ارواح میں سے کوئی روح، نہ اجسام میں سے کوئی جسم مگر اس کے لیے ایک صورت مثالی ہے جو اپنے کمالات میں اپنی اصل کے موافق ہے (فالعرش والکرسی والسمٰوات السبع والعناصر الا ربعۃ ومافیھا تشتمل علیھا ھذاالعالم المثالی) چنانچہ عرش وکرسی اور ساتوں آسمان اور چاروں عناصر اور جو کچھ ان میں ہے انہیں سب پر یہ عالم مثالی مشتمل ہے۔

فائدہ: مُثُلِ افلاطونیہ اس عالم مثالی کے علاوہ ہیں۔ اور عالم ربانی مولانا سعدالدین تفتازانی [۱] نے بھی شرح مقاصد میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔[۲]

اور عالم مثالی سے متعلق شیخ مدقق وحکیم محقق شیخ شہاب الدین مقتول (۳) (جو شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے خواہرزادہ [بھانجے] ہیں) نے حکمت اشراق میں خود بیان کیا: کہ عالمِ حس کی جو نوع موجود ہے خواہ وہ افلاک وکواکب ہوں یا بسائط عنصریہ یا ان کے مرکبات، عالم عقل میں ان کی ایک مثال ہے اور وہ ایک ایسی صورت بسیطہ ہے جو نوری، قائم بالذات، مجرد از مادّہ ہے۔ وہی اس نوع کی مدبر ہے۔ اور ہر نوع کے کمالات کا فیضان اسی سے ہے۔ اور وہ صورتِ بسیطہ اُس نوع کے حال کا ایسا عظیم اہتمام رکھتی ہے، جو اس نوع کے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔ یہی صورت

(۱) (۱) علامہ تفتازانی کے حالات ص ۲۶۰ پر دیکھیں (۲) شرح مقاصد کے حوالے سے مثل افلاطونیہ کی توضیح ص ۲۶۲ پر دیکھیں۔ (۳) ص ۲۶۳ پر

وكل ما يتجلى به من المراتب بطن لما بعده المطلب الثانى فى التوفيق بين مذهبى اهل السنة و الجماعة من المتكلمين و المتصوفة قد ثبت عند اهل السنة و الجماعة من المتكلمين ان كل واحد من صفات الله تعالىٰ صفة واحدة قديمة غير متناهية لا ذاتا و لا تعلقا اما ذاتا فلان التناهى من خواص الكم و لا كم ثمه ....

ہمیں صورۃ نوعیہ مسمی بہ مثال است۔ وایں صورۃ رارب النوع می گویند۔ واو بلسان شرع معبر است بملک الجبال، وملک البحار، وملک الاقطار ونحوہا۔ چنانچہ حدیث مصطفوی علی موردہا افضل الصلوات و اکمل التحیات بایں مضمون ناطق است۔ در شرح مواقف، وشرح طوالع ایں نقل آوردہ اند واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔ وھوالکاشف لجلیۃ المقال۔

وكل ما يتجلى به من المراتب بطن لما بعده وہر مرتبہ کہ ظہور گرفتہ است از مراتب مذکورہ، بطن است بما بعد خود را یعنی محیط باطن محاط است ومحاط ظاہر محیط، چنانچہ تصویر ہر یکے از وازیں دائرۂ کہ مرسوم است مستفاد می گردد۔ [1]

چوں مطلب اول تمامی یافت بمطلب ثانی پرداخت کہ در تطبیق مذہب اہل سنت وجماعت با مذہب صوفیہ موضوع است۔ وفرمود: المطلب الثانى فى التوفيق بين مذهبى اهل السنة و الجماعة من المتكلمين و المتصوفة یعنی مطلب ثانی ثابت است درمیان توفیق میان مذہب اہل سنت وجماعت از متکلمین ومذہب صوفیہ

قد ثبت عند اهل السنة و الجماعة من المتكلمين ان كل واحد من صفات الله تعالىٰ صفة واحدة قديمة غير متناهية لا ذاتا و لا تعلقا تحقیق ثابت شدہ است نزدیک اہل سنت وجماعت کہ ہر صفتے از صفات حق عزشانہ صفت واحدہ ایست قدیم، کہ تناہی ندارد نہ از روے ذات ونہ از روے تعلق، اما ذاتا فلان التناهى من خواص الكم و لا كم ثمه اما عدم تناہی او از روے

(۱) (ایں جا نقشہ در ہر دو نسخ موجود نیست)

نوعیہ مثال سے موسوم ہے۔ اور اس صورت کو ربّ النوع کہتے ہیں۔ اور اسی کو شریعت کی زبان میں ملک الجبال، ملک البحار، ملک الاقطار وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات بھی اس مضمون پر ناطق ہے۔ شرح مواقف اور شرح طوالع میں یہ سب منقول ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقتِ حال کو خوب جانتا ہے اور وہی روشن کلام منکشف فرمانے والا ہے۔ (وکل ما یتجلیٰ به من المراتب بطن لمابعده) اور مراتب مذکورہ میں سے جس مرتبہ نے ظہور اختیار کیا وہ اپنے بعد والے کا بطن ہے۔ یعنی محیط باطنِ محاط ہے اور محاط ظاہرِ محیط۔ جیسا کہ ہر ایک کا نقشہ اس دائرہ مرسومہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ [1]

جب مطلب اول کی بحثیں مکمل ہو گئیں تو اب مطلب ثانی میں مشغول ہوئے۔

مطلب ثانی مذہب اہل سنت وجماعت اور مذہب صوفیہ میں تطبیق کے لیے رکھا ہے۔ انھوں نے فرمایا:

(المطلب الثانی فی التوفیق بین مذهبی اهل السنة و الجماعة من المتکلمین و المتصوفة) یعنی مطلب ثانی متکلمینِ اہل سنت وجماعت کے مذہب اور مذہبِ صوفیہ کے درمیان توفیق وتطبیق کے بیان میں ہے۔

قد ثبت عند اهل السنة و الجماعة من المتکلمین ان کل واحد من صفات الله تعالیٰ صفة واحدة قدیمة غیر متناهیة لا ذاتا ولا تعلقا)

یعنی متکلمین اہل سنت وجماعت کے نزدیک یقیناً ثابت شدہ ہے کہ حق تعالیٰ عز شانہ کی صفات میں سے ہر صفت صفتِ واحدہ قدیمہ ہے جو نہ ذات کے اعتبار سے تناہی رکھتی ہے نہ تعلق کے اعتبار سے۔ (اما ذاتا فلان التناهی من خواص الکم ولا کم ثمة) ذات کے اعتبار سے اس کی عدم

(۱) (یہاں دائرہ اور نقشہ چاہیے۔ مگر دونوں نسخوں میں نقشہ نہ ملا)
(۲) شرح طوالع کا تعارف ص ۲۵۶ پر۔

واما تعلقا فلان معنى سلب التناهي عنه ان تعلقها لا يقف عند حد لا يمكن تعلقها بماوراء ذالك الحد وان كان كل ما يتعلق به بالفعل متناهيا فتعلقاتها متناهية بالفعل دائما غير متناهية بالقوة وان الحيوة لايقال فيها باعتبار التعلق انها متناه او غير متناه اذلا معنى لذالك فيه وان العلم صفة واحدة غير متعددة قديمة غير متناهية ذاتا بمعنى سلب التناهي..........

ذات پس ازیں جہت است کہ تناہی صفت کم است وکم دراں جا گم است ۔ زیراچہ معنی کم مقدار وانداز است ۔ وبدیہی است کہ مقدار واندازہ رادراں جاراہ نیست ۔واما تعلقا فلان معنى سلب التناهي عنه ان تعلقها لا يقف عند حد لا يمكن تعلقها بماوراء ذالك الحد اما عدم تناہی ازروے تعلق آن است کہ تعلق صفت توقف ندارد نزدیک حدے کہ ممکن نباشد تعلق آں صفت بماوراء آں حد۔ بلکہ بہرچہ تعلق گیرد تعلق بماوراء او جائز بود وان كان كل ما يتعلق به بالفعل متناهيا واگرچہ ہرمرتبہ کہ بداں تعلق گرفتہ است آن صفت، الحال متناہی باشد فتعلقاتها متناهية بالفعل دائما غير متناهية بالقوة پس تعلقات آں صفات متناہی اند بالفعل ہمیشہ۔ وغیر متناہی اند بالقوۃ ہمیشہ۔ ومعنی بالفعل آن است کہ تعلق بروجود آمدہ باشد ومتعلق اوموجود شدہ باشد۔ ومعنی بالقوۃ آن است کہ تعلق ممکن بوددر وجود نہ آمدہ باشد۔ وحاصل آن است کہ مراد از عدم تناہی تعلق عدم توقف اوست، بہ ہیچ مرتبہ کہ فوق او متصور نباشد اگرچہ ہر تعلق کہ در وجود می آید متناہی است ۔وان الحيوة لايقال فيها باعتبار التعلق انها متناه او غير متناه ونیز ثابت شدہ است نزدیک اہل سنت وجماعت کہ تعلق حیات موصوف بہ تناہی وعدم تناہی نمی شود۔اذلا معنى لذالك فيه زیراچہ تناہی وعدم تناہی را درصفت حیات ہیچ معنی نیست ۔ وہرگاہ کہ تعلق ہمہ صفات باعتبار فعل متناہی بود وباعتبار قوۃ غیر متناہی، وایں حکم درصفت علم نوع دیگر بود تعرض نمود اورا وفرمود۔وان العلم صفة واحدة غير متعددة قديمة غير متناهية ذاتا بمعنى سلب التناهي ۔ونیز ثابت شدہ بنزدیک ایشاں کہ علم صفت واحدہ است ۔قدیمہ، غیر متعدد ۔ وعدم تناہی او ازروے ذات بمعنی سلب تناہی است، یعنی نہایتے نیست اورا۔

تناہی، اس وجہ سے ہے کہ صفت کی تناہی کَمْ ہے اور کَمْ یہاں پر گُم ہے۔ اس لیے کہ کم کا معنی مقدار اور اندازہ ہے۔ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ مقدار اور اندازہ کے لیے یہاں کوئی راہ نہیں۔ (واما تعلقا فلان معنی سلب التناهی عنه ان تعلقها لا یقف عند حد لا یمکن تعلقها بماوراء ذالك الحد) اور تعلق کے اعتبار سے عدم تناہی یہ ہے کہ صفت کا تعلق کسی حد پر رکنے والا نہیں کہ اس صفت کا تعلق اس حد کے ماورا سے ممکن نہ ہو۔ بلکہ جس چیز سے بھی صفت کا تعلق ہو، اس کے ماورا سے بھی تعلق ممکن ہوگا۔ (وان کان کل ما یتعلق به بالفعل متناهیا) اگرچہ ہر وہ مرتبہ جس سے صفت نے تعلق اختیار کیا ہے وہ بروقت متناہی ہو۔ (فتعلقاتها متناهیة بالفعل غیر متناهیة بالقوة) تو ان صفات کے تعلقات بالفعل ہمیشہ متناہی ہوں گے۔ لیکن بالقوۃ ہمیشہ غیر متناہی ہیں۔ اور بالفعل کا معنی یہ ہے کہ تعلق وجود میں آگیا ہو اور اس کا متعلق موجود ہو چکا ہو۔ اور بالقوۃ کا معنی یہ ہے کہ تعلق ممکن ہو مگر وجود میں نہ آیا ہو۔

حاصل یہ ہے کہ تعلق کے غیر متناہی ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی مرتبے پر ٹھہرنے والا نہیں۔ کہ اس کے اوپر متصور نہ ہو اگرچہ جو تعلق بھی وجود میں آجاتا ہے وہ متناہی ہے۔ (وان الحیوۃ لایقال فیها باعتبار التعلق انها متناه او غیر متناه) اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک ثابت شدہ ہے کہ حیات کا تعلق تناہی اور عدم تناہی سے موصوف نہیں ہوتا۔ (اذلا معنی لذالك فیه) اس لیے کہ صفتِ حیات میں تناہی اور عدم تناہی کا کوئی معنی نہیں ہے۔ اور چونکہ تمام صفات کا تعلق فعل کے اعتبار سے متناہی ہوتا ہے اور قوت کے اعتبار سے غیر متناہی۔ لیکن یہ حکم صفت علم میں دوسری طرح ہے اس لیے اس کی طرف بحث کا رخ موڑا اور فرمایا: (وان العلم صفة واحدة غیر متعددة قدیمة غیر متناهیة ذاتا بمعنی سلب التناهی) نیز ان کے نزدیک یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ علم صفت واحدہ، قدیمہ ہے جس میں تعدد نہیں۔ اور ذات کے اعتبار سے اس کی عدم تناہی سلب تناہی کے معنی میں ہے۔

و غیر متناهیة تعلقا بمعنی اثبات اللا تناهی فی تعلقه بالفعل لان معلوماته غیر متناهیة بالفعل و ان الصور العلمیة للعالم تعلق ذالك و ظهوره اذالتعلق عبارة عن النسبة المخصوصة بین العالم و المعلوم التی یقال لها بالفارسیة دانستن وان العالم حادث خارج من العدم الیٰ الوجود بمعنی انه لم یکن له وجود خارجی ثم حصل له ذالك الوجودلا بمعنی انه لم یکن له وجود اصل فان الوجود للعالم فی علم الله تعالیٰ متحقق قطعا کل ذالك مذکور فی شرح المواقف بعضها فی الالٰهیات فی مباحث القدرة و بعضها فی الاعراض فی مباحث العلم و بعضها فی الامور العامة.........................

و غیر متناهیة تعلقا بمعنی اثبات اللا تناهی فی تعلقه بالفعل وعدم تناہی او از روے تعلق بمعنی اثبات لاتناہی است در تعلق او بالفعل یعنی تعلق صفت علم غیر متناہی است بالفعل لان معلوماته غیر متناهیة بالفعل زیراچہ معلومات حق عزشانہ غیر متناہی اند بالفعل پس لازم آید بالضرورۃ کہ تعلق علم نیز غیر متناہی باشد وگرنہ احاطۂ متناہی بغیر متناہی لازم آید و بطلان ایں بدیہی است۔ وان الصور العلمیة للعالم تعلق ذالك و ظهوره ونیز ثابت شدہ است نزدیک ایشاں کہ صور علمیہ کہ عالم راست عبارت است از تعلق علم بآں صور وظہور علم اذالتعلق عبارة عن النسبة المخصوصة بین العالم و المعلوم التی یقال لها بالفارسیة دانستن زیراچہ تعلق علم عبارت است از نسبت مخصوصہ کہ ثابت است میان عالم و معلوم کہ ترجمہ کردہ شدہ وان العالم حادث خارج من العدم الیٰ الوجود بمعنی انه لم یکن له وجود خارجی ثم حصل له ذالك الوجود ونیز ثابت شدہ است نزدیک ایشاں کہ عالم حادث است خارج از عدم سوے وجود بایں معنی کہ نبود اورا ایں وجود خارجی بعد ازیں حاصل شد۔ لا بمعنی انه لم یکن له وجود اصل انہ بایں معنی کہ وجود نداشت اصلا فان الوجود للعالم فی علم الله تعالیٰ متحقق قطعا زیراچہ وجود عالم در علم اللہ عزشانہ وجل متحقق بود قطعا و یقیناً کل ذالك مذکور فی شرح المواقف بعضها فی الالٰهیات فی مباحث القدرة و بعضها فی

(۱)(ب: وایں بدیہی الاستحالہ است)(۲)(ب: کردہ می شود) اورا بدانستن۔

یعنی اس کے لیے کوئی نہایت نہیں ہے (وغیر متنا هية تعلقا بمعنى اثبا ت اللا تنا هى فى تعلقه بالفعل) اور تعلق کے اعتبار سے اس کی عدم تناہی کا معنی ہے اس کے تعلق میں بالفعل لاتناہی کا اثبات یعنی صفتِ علم کا تعلق غیر متناہی بالفعل ہے۔ (لا ن معلو ما ته غير متنا هية بالفعل) اس لیے کہ حق عزشانہ کی معلومات بالفعل غیر متناہی ہیں۔

لھذا بالضرورۃ لازم آتا ہے کہ تعلقِ علم بھی غیر متناہی ہو۔ ورنہ غیر متناہی کا احاطہ متناہی کے ذریعہ لازم آئے گا۔ جس کا بطلان بدیہی ہے (جس کا محال ہونا بدیہی ہے) (وان الصو رالعلمية للعا لم تعلق ذالك و ظهوره) نیز ان کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ وہ صورعلمیہ جو عالم کے لیے ہیں وہ ان صورتوں کے ساتھ تعلقِ علم اور ظہور علم سے عبارت ہیں۔ (اذ ا لتعلق عبا ر ة عن ا لنسبة المخصو صة بين العالم والمعلوم التى يقا ل لها با لفارسية دانستن) اس لیے کہ تعلقِ علم عبارت ہے اس مخصوص نسبت سے جو عالم اور معلوم کے درمیان ثابت ہے فارسی میں جس کا ترجمہ دانستن کیا گیا ہے۔ (وان العا لم حا دث خا رج من العد م الى الوجود بمعنى انه لم يكن له وجو د خا رجى ثم حصل له ذا لك الوجود)

نیز ان کے نزدیک ثابت شدہ ہے کہ عالم حادث (نوپیدا) ہے پردۂ عدم سے نکل کر وجود کی جانب آنے والا ہے۔ اس معنی میں کہ پہلے اُسے یہ وجود خارجی حاصل نہ تھا، بعد میں حاصل ہوا۔ (لا بمعنى انه لم يكن له و جو د اصلا) اس معنی میں نہیں کہ اس کے لیے اصلا کوئی وجود نہ تھا۔ (فان الو جو د للعا لم فى علم الله تعا لى متحقق قطعا) اس لئے کہ اللہ جل شانہ کے علم میں عالم کا وجود قطعاو یقیناً متحقق تھا۔

(کل ذالك مذ كور فى شرح المواقف بعضها فى الالٰهيات فى مباحث القدرة و بعضها فى الاعراض فى مباحث العلم و بعضها فى الامور العامة فى مباحث

(۱) حادث (نوپیدا)

و بعضها فی الامور العامة فی مباحث الحدوث. والمتصوفة یقولون ان العالم ظهور الصور العلمیة وان العلم ظهور الوجود الخاص الذی هو ذات الحق تعالیٰ و تقدس فیکون العالم ظهور الوجود..............................

الاعراض فی مباحث العلم و بعضها فی الامور العامة فی مباحث الحدوث ہمہ آنچہ ذکر کردہ شد مذکور است در شرح مواقف بعض اودر الٰہیات در مباحث قدرۃ و بعض اودر موقف اعراض در مباحث علم و بعض اودر موقف امور عامہ در مباحث حدوث۔

دریابد کہ از اول تا بیان صور علمیہ مذکور است در بحث قدرت، وباقی در اخیرین۔ چوں مذہب اہل سنت و جماعت بیان فرمود تعرض نمود بمذاہب صوفیہ بقول خود والمتصوفة یقولون ان العالم ظهور الصور العلمیة وفرقۂ صوفیہ کثرہم اللہ تعالیٰ قائل اند بایں کہ عالم عبارت است از ظہور صور علمیہ حق تعالیٰ وتقدس۔ چنانچہ مذہب اہل سنت و جماعت است اگر چہ صور علمیہ نزد ہر یکے بمعنی دیگر است وان العلم ظهور الوجود الخاص الذی هو ذات الحق تعالیٰ و تقدس ونیز قائل اند بایں کہ علم عبارت است از ظہور وجود خاصے کہ او عین ذات حق است تعالیٰ وتقدس چنانچہ در مطلب اول تحقیق یافت۔فیکون العالم ظهور الوجود پس عالم نیز عبارت است از ظہور وجود زیراچہ ظہورِ ہر شی ظہور آں شی است۔

ومحقق جامی قدس سرہ السامی در شرح لمعات فرمودہ کہ وجود ممکنات عبارت از ظہور وجود حق است سبحانہ وتعالیٰ در حقائق ایشاں بایں معنی کہ چوں ممکنے از ممکنات راشرائط وجود عینی متحقق گردد وے را نسبت خاص مجہول الکیفیۃ بظاہر وجود کہ بمنزلہ مرآت است مر باطن وجود را پیدا می شود کہ بجہت آں مناسبت احکام وآثار عین ثابتہ آں ممکن در مرآت ظاہر وجود منعکس گردد، وظاہر وجود بآں احکام وآثار مُتَصَبِّغ متعین نماید، واسماوصفات وے بآں قدر کہ خصوصیۃ شانے کہ عین ثابتۂ آں ممکن صورت علمیہ آں است تقاضا می کند ظاہر گردد۔پس ظاہر وجود متعین و مُتَصَبِّغ بآں احکام وآثار موجودے باشد از

الحدوث) یہ سب جو اوپر بیان ہوا شرح مواقف میں مذکور ہے بعض فن الٰہیات بحث قدرت میں ،اور کچھ موقف اعراض مباحث علم میں، اور کچھ موقف امور عامہ مباحث حدوث میں مذکور ہیں۔

جاننا چاہیے کہ شروع سے لے کر صور علمیہ کے بیان تک بحث قدرت میں مذکور ہے اور بقیہ، اخیر کے دونوں مواقف (موقف اعراض و موقف امور عامہ) میں مذکور ہے۔

جب اہل سنت و جماعت کا مذہب بیان کر چکے تو اب مذاہب صوفیہ کا بیان اپنے قول سے شروع کیا۔(والمتصوفة يقولون ان العالم ظهور الصور العلمية) اور گروہِ صوفیہ۔کثرہم اللہ تعالیٰ۔اس بات کے قائل ہیں کہ عالم حق تعالیٰ کی صور علمیہ کے ظہور سے عبارت ہے جس طرح مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔اگرچہ صور علمیہ ہر ایک کے نزدیک الگ الگ معنی میں ہے۔(وان العلم ظهور الوجود الخاص الذى هو ذات الحق تعالىٰ و تقدس) نیز وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ علم اس وجود خاص کے ظہور سے عبارت ہے جو ذات حق تعالیٰ کا عین ہے۔جیسا کہ مطلب اول میں اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔(فيكون العالم ظهور الوجود) لہذا عالم بھی ظہور وجود سے عبارت ہے۔اس لیے کہ ہر شئی کے ظہور کا ظہور اس شئے کا ظہور ہے۔

اور محقق جامی قدس سرہ السامی نے شرح لمعات میں فرمایا کہ:

''ممکنات کا وجود، حقائق ممکنات میں وجود حق سبحانہ کے ظہور سے عبارت ہے، اس معنی میں کہ جب ممکنات میں سے کسی ممکن کے لیے وجود عینی کی شرطیں متحقق ہو جاتی ہیں تو اس ممکن کو ظاہر وجود سے جو کہ باطن وجود کے لیے بمنزلۂ آئینہ ہے، ایک مجہول الکیفیۃ خاص نسبت پیدا ہو جاتی ہے، اسی مناسبت کی وجہ سے، اس ممکن کے عین ثابت کے احکام و آثار ظاہر وجود کے آئینے میں منعکس ہو جاتے ہیں۔اور ظاہرِ وجود ان احکام و آثار سے رنگ پا کر متعین نظر آنے لگتا ہے۔اور اس ممکن کا عینِ ثابت اُس کی صورتِ علمیہ ہونے کی خصوصیت جس قدر تقاضا کرتی ہے اسی قدر اس ممکن کے اسماو صفات بھی

(۱) محقق جامی کے حالات ص ۲۴۴ پر دیکھیں۔

ولا بُعد فیما قالوا ۔فان عند اهل السنة و الجماعة من المتکلمین ان العلم صفة واحدة قدیمة و تعلقاتها التی هی الصور العلمیة بعضها حادث ....

موجودات عینی۔

ومراد بانضمام و اقتران و معیت وجود حق بماہیت ظہور آں نسبت است میان ایشاں واز مقتضیات آں نسبت است ظہور ماہیت در خارج و ترتّب احکام خارجیہ وُے بروے، نہ آں کہ وجود عارض ماہیت شود۔ بلکہ ماہیت عارض وجود است و قائم بوے، و وجود معروض و قیوم وے۔

امانہ عارضے کہ بعروض وے مر معروض راصفتے وجودی نو پیدا شود۔ و بزوال آں صفتے حقیقی زائل گردد۔ زیرا کہ تجدد صفات و زوال آں موجب تغیر و مقتضی[1] بحدوث است تعالیٰ الله عن ذالك علوا کبیرا۔

بلکہ عروض ماہیت مر وجود را چوں عروض صورت است مر آئینہ را۔ زیرا کہ صورۃ مرئی در آئینہ بحسب حس عارض آئینہ می نماید۔

اما چوں رجوع بعقل می کنیم می دانیم کہ عارض آئینہ نیست۔ نہ در سطح وے قائم است، نہ در ثخن وے حال، بلکہ وے را نسبتے است مخصوص بآئینہ کہ سبب نمایندگی آئینہ می شود مر او را۔ بحسب حس توہم آں می شود کہ آں صورت عارض آئینہ است و قائم بوے، قیام العارض بالمعروض، و در حقیقت آئینہ را از نمایندگی صورت جز نسبت نمایندگی نمی افزاید و بزوال صورت جز نسبت نمایندگی زائل نمی شود۔ و شک نیست کہ از تغیر و تبدل نسبت ہیچ تغیرے ونقصے بوے لاحق نمی شود۔

ولا بُعد فیما قالوا ۔و ہیچ بعدے نیست در قول ایشاں

فان عند اهل السنة و الجماعة من المتکلمین ان العلم صفة واحدة قدیمة و تعلقاتها التی هی الصور العلمیة بعضها حادث زیرا چہ نزدیک اہل سنت و جماعت از متکلمین

(۱)(ب: مقتضی)

ظاہر ہو جاتے ہیں۔ تو ان احکام و آثار سے رنگ یافتہ ظاہرِ وجود متعین، موجودات عینی و خارجی میں سے ایک موجود ہو جاتا ہے۔ اور ماہیت کے ساتھ وجود حق کے انضمام واقتران اور معیت کا معنٰی یہ ہے کہ ماہیت اور وجود حق کے درمیان اس نسبت کا ظہور ہو جاتا ہے اور اس نسبت کے ظہور کا تقاضا یہ ہے کہ خارج میں ماہیت کا ظہور ہو اور اس کے خارجی احکام اس پر مترتب ہوں۔ یہ مطلب نہیں کہ وجود، ماہیت کو عارض ہوتا ہے۔ بلکہ ماہیت، وجود کو عارض اور اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ وجود اس کا معروض اور اس کا قیّوم ہوتا ہے۔ لیکن وجود کے لیے ماہیت ایسا عارض نہیں کہ اس کے عروض سے معروض کے لیے کوئی نئی صفت وجودی پیدا ہو، اور اس کے زوال سے کوئی صفت حقیقی زائل ہو۔ اس لیے کہ صفات کا تجدد اور زوال، تغیر کا موجب اور حدوث کا مقتضی ہے، تعالی الله عن ذالك علوا كبيرا (اللہ اس سے بہت برتر ہے) بلکہ وجود کے لیے ماہیت کا عروض ویسے ہی ہے جیسے آئینہ کے لیے صورت کا عروض ہے۔ اس لیے کہ آئینے میں دیکھی جانے والی صورت، حِسّی طور پر آئینہ کو عارض دکھائی دیتی ہے۔ لیکن جب ہم عقل کی جانب رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صورت آئینہ کو عارض نہیں، نہ اس کی سطح میں قائم ہے، نہ اس کے دَل میں حلول رکھتی ہے۔ بلکہ اسے آئینے سے ایک خاص نسبت حاصل ہے جس کے سبب آئینہ اسے دکھاتا ہے۔ حِسّی طور پر یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ صورت آئینہ کو عارض اور اس کے ساتھ قائم ہے جیسے معروض کے ساتھ عارض کا قیام ہوتا ہے۔

اور حقیقت میں نمائشِ صورت سے آئینے کے اندر نسبتِ نمائش کے سوا کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور زوال صورت سے نسبتِ نمائش کے سوا کچھ زائل نہیں ہوتا۔ اور نسبت کے تغیر و تبدل سے آئینے میں ہرگز کوئی تغیر اور نقص لاحق نہیں ہوتا۔ (ولا بعد فيما قالوا) اور ان کے قول میں کوئی بعد نہیں ہے۔ (فان عند اهل السنة والجماعة من المتكلمين ان العلم صفة واحدة قديمة وتعلقاتها التى هى الصور العلمية بعضها حادث) اس لئے کہ متکلمین اہل سنت و جماعت کے نزدیک

کالعلم بان زیدا وجد الآن وان کان العلم بانه سیوجد غیر حادث فیترتب علیها ما لا یترتب علی نفس العلم من التفصیل و الحدوث فانه قدیم لا تفصیل هناك اصلا ۔فکما یجوز ان یکون الصور العلمیة تعلق الصفة الواحدة و ظهورها و یترتب علیها مالا یترتب علی تلك الصفة فکذالك یجوز ان یکون العالم ظهور الصور العلمیة وهو المعنی بالوجود الخارجی للعالم والصور العلمیة ظهور الصفة الواحدة و هی ظهور الوجود الخاص......

ثابت شدہ کہ علم صفت واحدی است قدیمہ وتعلقات او کہ صور علمیہ اند بعضے او حادث است۔ کالعلم بان زیدا وجد الآن چنانچہ دانستن ایں کہ زید موجود شد الحال۔ وایں علم راعلم تصدیقی گویند۔وان کان العلم بانه سیوجد غیر حادث اگر چہ دانستن ایں کہ زید وجود خواہد گرفت غیر حادث است بلکہ قدیم است، ثابت است ازلا، وایں علم راعلم تصوری گویند۔فیترتب علیها ما لا یترتب علی نفس العلم من التفصیل و الحدوث ۔یعنی پس مترتب شود بر تعلقات علم چیز ہا کہ مرتب نمی شدند بر ذات علم مثل تفصیل وحدوث کہ اینہا راہ نمی یابند در علم واجبی فانه قدیم لا تفصیل هناك اصلا زیرا کہ علم حق تعالیٰ وتقدس قدیم است وتفصیل نیست در واصلا، ظاہر آن است کہ مراد از تفصیل کہ نفی فرمودہ تفصیل تصدیقات خواہد بود والا تفاصیل تصوری معلوم حق تعالیٰ عز شانہ است از لا نقلا وعقلا۔

فکما یجوز ان یکون الصور العلمیة تعلق الصفة الواحدة و ظهورها و یترتب علیها مالا یترتب علی تلك الصفة پس چنانچہ جائز است کہ صور علمیہ تعلق صفت واحدہ بود وظہور او مترتب شود بر اں صور علمیہ چیز ہا کہ مترتب نشوند آنہا بر اں صفت، فکذالك یجوز ان یکون العالم ظهور الصور العلمیة پس ہم چناں جائز است کہ عالم ظہور صور علمیہ بود وهو المعنی بالوجود الخارجی للعالم و بودن عالم ظہور صور علمیہ ہمیں مراد است از وجود خارجی مر عالم را، والصور العلمیة ظهور الصفة الواحدة وصور علمیہ ظہور صفت واحد است ۔ و هی ظهور الوجود الخاص وآں صفت واحد ظہور خاص واجب است عز شانہ۔

ثابت شدہ ہے کہ علم صفت واحدہ قدیمہ ہے۔اور اس کے تعلقات جو صور علمیہ ہیں ان میں بعض حادث ہیں (كالعلم بان زيدا وجد الآنَ) جیسے اس بات کا علم کہ زید اب وجود میں آ گیا۔اور اس علم کو علم تصدیقی کہتے ہیں۔(وان كان العلم با نه سيوجد غير حا دث) اگر چہ اس بات کا علم کہ زید آئندہ موجود ہوگا، حادث نہیں۔ بلکہ قدیم ہے، اور ازل ہی میں ثابت ہے۔اور اس علم کو علم تصوری کہتے ہیں۔(فيتر تب عليها ما لا يتر تب على نفس العلم من التفصيل وا لحد و ث)تو علم کے تعلقات پر ایسی چیزیں مرتب ہوتی ہیں جو خود ذاتِ علم پر نہیں مرتب ہوتیں۔جیسے تفصیل اور حدوث۔کہ ان کے لئے علم واجبی میں کوئی سبیل نہیں۔

(فانہ قديم لا تفصيل هناك اصلا) اس لئے کہ حق تعالیٰ وتقدس کا علم قدیم ہے جس میں اصلاً تفصیل نہیں۔

جس تفصیل کی نفی فرمائی ہے ظاہر یہ ہے کہ اس سے تصدیقات کی تفصیل مراد ہوگی ورنہ نقلاً عقلاً ثابت ہے کہ تصوری تفصیلات ازل ہی میں حق تعالیٰ کو معلوم ہیں۔

(فكما يجو زان يكون الصور العلمية تعلق الصفة الوا حدة و ظهورها ۔ و يتر تب عليها ما لا يتر تب على تلك الصفة) تو جس طرح یہ جائز ہے کہ صور علمیہ صفت واحدہ کا تعلق اور اس کا ظہور ہوں اور ان صور علمیہ پر ایسی چیزیں مترتب ہوں جو خود اس صفت پر مرتب نہ ہوں۔

(فكذالك يجوزان يكون العا لم ظهور الصور العلمية) تو اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ عالم صور علمیہ کا ظہور ہو (و هو المعنى با لوجود الخا رجى للعالم)اور عالم کا صور علمیہ کا ظہور ہونا ہی عالم کے وجود خارجی سے مراد ہے۔

(والصور العلمية ظهو ر الصفة الواحدة)اور صور علمیہ صفت واحدہ کا ظہور ہے۔(وهى ظهو ر الوجو د الخاص) اور وہ صفت واحدہ، واجب تعالیٰ شانہ کے وجود خاص کا ظہور ہے۔

ولا یمتنع العقل عن ذالك و لم یرد بخلافه نص شرعی لا صریحا و لا دلالة اذ لا یلزم منه ان یکون العالم عینَ الالٰه تعالی الله عن ذالك کما لا یلزم ان یکون الصور العلمیة عین صفة العلم والصفات الفعلیة عین القدرة و الارادة عند الشیخ ابی الحسن الاشعری مع انها تحصل بظهورهما لکونها حادثة وهما قدیمتان عنده و من قال ان العالم عین الحق و هو المعنی بوحدة الوجود عنده فقد اراد ما ذکرنا و هو ان العالم ظهور الوجود علی الترتیب السابق...

و لا یمتنع العقل عن ذالك وامتناع نمی کند عقل ازاں معنی کہ گفتہ شد یعنی دلیل عقلی بر امتناع او قائم نشدہ است۔ و لم یرد بخلافه نص شرعی لا صریحا و لا دلالة وواردنشدہ است بخلاف آنچہ ذکر کردہ شدہ است از مذہب صوفیہ نص شرعی نیز نہ صراحۃً و نہ دلالۃً یعنی دلیل نقلی نیز قائم نشدہ است بر امتناع او اذ لا یلزم منه ان یکون العالم عینَ الالٰه زیراچہ لازم نمی آید از مذہب ایشاں بودن عالم عین الٰہ کہ آں خلاف عقل است و نقل نیز ۔ تعالی الله عن ذالك برتر است حق عز شانہ ازیں کہ او عین عالم گردد یا عالم عین او، کما لا یلزم ان یکون الصور العلمیة عین صفة العلم چنانچہ لازم نمی آید کہ صور علمیہ عین صفت علم بود۔ والصفات الفعلیة عین القدرة و الارادة عند الشیخ ابی الحسن الاشعری ولازم نمی آید کہ صفات فعلیہ مثل خالقیت ورازقیت وامثال آں عین صفت قدرت وارادہ بود نزدیک شیخ ابی الحسن الاشعری مع انها تحصل بظهورهما باوجود آں کہ ایں صفات فعلیہ نزدیک ایشاں متعلقات صفت قدرت و ارادہ اند و حاصل می شوند آنہا بظہور آں ہر دو لکونها حادثة وهما قدیمتان عنده زیراچہ صفات فعلیہ حادث اند وقدرۃ وارادہ ہر دو قدیم، واتحاد حادث باقدیم محال عقلی است و من قال ان العالم عین الحق و هو المعنی بوحدة الوجود عنده فقد اراد ما ذکرنا وازائمہ ایں فن کسے کہ گفتہ است کہ عالم عین حق است تعالیٰ وتقدس وہمیں معنی مراد است بوحدۃ وجود نزد صوفیہ پس مراد ازیں قول ہماں است کہ ما گفتیم و هو ان العالم ظهور الوجود علی الترتیب السابق وآں آن است کہ عالم ظہور وجود حق است بر ترتیب سابق کہ عالم

(ولا یمتنع العقل عن ذا لک)اور بیان شدہ معنی کو عقل محال نہیں سمجھتی۔یعنی اس کے ممتنع و محال ہونے پر دلیل عقلی قائم نہیں ہوئی ہے۔(ولم یر د بخلافہ نص شرعی لا صریحا ولادلا لۃ یعنی مذہب صوفیہ کے مذکورہ بیان کے خلاف کوئی شرعی نص بھی وارد نہیں، نہ صراحۃً، نہ دلالۃً۔یعنی اس کے ممتنع ہونے پر دلیل نقلی بھی قائم نہیں

(اذلا یلز م منہ ان یکو ن العا لم عین الا لہ) اس لئے کہ ان کے مذہب کی وجہ سے عالم کا عینِ الٰہ ہونا لازم نہیں آتا۔کیونکہ وہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔(تعا لیٰ اللہ عن ذالک) یعنی اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ وہ عینِ عالم ہو یا عالم اس کا عین ہو(کما لایلزم ان یکو ن الصور العلمیۃ عین صفۃ العلم) جس طرح کہ یہ لازم نہیں آتا کہ صور علمیہ عین صفت علم ہو جائیں(والصفا ت الفعلیۃ عین القد رۃ والا رادۃ عند ابی الحسن الا شعری) اور جس طرح یہ لازم نہیں آتا کہ صفات فعلیہ جیسے خالقیت، رازقیت اور ان کے امثال امام ابوالحسن اشعری کے نزدیک عینِ صفت قدرت وارادہ ہو جائیں(مع انہا تحصل بظہور ہما) باوجودیکہ صفات فعلیہ ان کے نزدیک صفت قدرت وارادہ کے متعلقات ہیں۔اور قدرت و ارادہ کے ظہور سے حاصل ہوتی ہیں (ولکونہا حادثۃ وہما قدیمتان عندہ) اور اس لیے کہ ان کے نزدیک صفات فعلیہ حادث ہیں اور قدرت وارادہ قدیم ہیں اور حادث کا قدیم کے ساتھ اتحاد محال عقلی ہے۔

(ومن قال ان العا لم عین الحق و ہو المعنی بو حدۃ الو جو د عند ہم فقد ارا د ما ذ کر نا)اور اس فن کے ائمہ کرام میں سے جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ عالم حق تعالیٰ وتقدس کا عین ہے اور وحدت وجود سے صوفیہ کے نزدیک یہی مراد ہے تو اس قول سے ان کی مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔(و ہوا ن العا لم ظہو ر الو جو د علی التر تیب السا بق) اور وہ یہ ہے کہ عالم حق تعالیٰ کے وجود کا ظہور ہے اسی ترتیب پر جو پہلے بیان ہوئی کہ عالم صور علمیہ کا ظہور ہے۔اور علم وجودِ

لا انه نفس الوجود من حیث حتی یلزم کون العالم الٰها تعالی الله عن ذالك ـو یر تفع التکلیف والتلذذ وغیرهما من لوازم الامکان و الحدوث وهو کفر و زندقة عندهم وهو المراد عندهم من الآیة :اَلَا اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط......................

ظہور صور علمیہ است و علم ظہور وجود خاص کہ عین واجب است تعالیٰ وتقدس پس عالم نیز ظہور وجود بود لا انه نفس الوجود من حیث ہو نہ ایں کہ عالم عین وجود حق است من حیث ہو بے ملاحظہ ترتیب و تنزل حتی یلزم کون العالم الٰها تعالی الله عن ذالك تا کہ لازم آید کہ عالم عین الٰہ است عز شانہ برتر است حق تعالیٰ وتقدس ازاں کہ عالم عین او گردد یا او عین عالم گردد ـو یر تفع التکلیف و تکلیف شرعی کہ بر عباد است مرتفع گردد ـ والتلذذ وغیرهما ودور شود تلذذ و مانند ایں ہر دو من لوازم الامکان و الحدوث از لوازمات امکان وحدوث کہ محال است بر واجب تعالیٰ وتقدس عقلا ونقلا وهو کفر و زندقة عندهم وایں حکم عینیت عالم باالٰہ کفر است وزندقہ نزدیک صوفیہ نیز پس چگونہ قائل باشند بعینیت ،ازیں جہت گفتہ اند

اے بردہ گماں کہ صاحب تحقیقی و اندر صفت صدق و صفا صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

وهو المراد عندهم من الآیة :اَلَا اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط وہمیں معنی کہ عالم ظہور صور علمیہ است و علم ظہور وجود حق است عز شانہ مراد است از آیہ کریمہ قرآن مجید الا انه بکل شیء محیط یعنی دانا و آگاہ باش کہ بدرستی کہ حق سبحانہ تعالیٰ شانہ بہر شئی محیط است مراد ازیں احاطہ نزدیک صاحب عرفان احاطۂ ذاتی است بترتیب کہ بالا گذشت ـ ونزدیک ارباب علم و برہان احاطۂ صفات است کہ در آیہ قرآن مبین شدہ است کہ ان الله قد احاط بکل شیء علما یعنی تحقیق حق سبحانہ تعالیٰ احاطہ کردہ است ہر شئی را از روے دانش (۱) و من الحدیث عن ابی هریرة رضی الله عنه وہمیں معنی

(۱)(ب: دانست)

خاص کا ظہور ہے اور وہ وجود خاص واجب تعالیٰ وتقدس کا عین ہے۔لھذا عالم بھی ظہور وجود حق ہوگا۔ (لا انه نفس الوجود من حيث هو) ایسا نہیں ہے کہ عالم بے ملاحظۂ ترتیب وتنزل من حیث ھو حق تعالیٰ کا عین وجود ہے۔ (حتى يلزم كون العالم الها تعالىٰ عن ذالك) یہاں تک کہ لازم آئے کہ عالم عینِ اللہ ہے (عزشانہ) حق تعالیٰ وتقدس اس بات سے برتر ہے کہ عالم اس کا عین ہوجائے یا وہ عینِ عالم ہوجائے۔ (ويرتفع التكليف) اور بندوں کے اوپر جو تکلیف شرعی ہے وہ مرتفع ہوجائے (والتلذذ وغيرهما من لوازم الامكان والحدوث) اورلذت حاصل کرنا بھی دور ہوجائے اسی طرح تکلیف وتلذذ کے علاوہ جو امکان وحدوث کے لوازم ہیں سب ختم ہوجائیں کیوں کہ یہ سب واجب تعالیٰ کے لیے عقلاً ونقلاً محال ہیں، (وهو كفر وزندقة عندهم) اور اللہ کے ساتھ عینیتِ عالم کا یہ حکم صوفیہ کرام کے نزدیک بھی کفر وزندقہ ہے۔ پھر کس طرح وہ عینیت کے قائل ہوسکتے ہیں۔اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ: شعر

اے وہ شخص جسے اپنے متعلق صاحبِ تحقیق اور صدق وصفا میں صدیق ہونے کا گمان ہے، سن لے کہ وجود کا ہر مرتبہ ایک جدا حکم رکھتا ہے۔اگر تو مراتب کا پاس ولحاظ نہیں رکھتا تو زندیق ہے۔

وهو المراد عندهم من الآية "الا انه بكل شيء محيط"[۱]: یعنی یہی معنی کہ عالم صور علمیہ کا ظہور ہے اور علم وجود حق عزشانہ کا ظہور ہے، قرآن مجید کی آیت کریمہ " الا انه بكل شيء محيط" سے مراد ہے۔یعنی خبردار ہوجاؤ کہ یقیناً حق تعالیٰ شانہ ہر شی کو محیط ہے۔

صاحبِ عرفان کے نزدیک اس احاطہ سے مراد احاطۂ ذاتی ہے اسی ترتیب کے مطابق جس کا بیان اوپر گزرا۔اور اربابِ علم وبرہان کے نزدیک احاطۂ صفات ہے۔جس کا بیان اِس آیتِ قرآنی میں ہے کہ (ان الله قد احاط بكل شيء علما)[۲] یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ نے علم کے اعتبار سے ہر چیز کا احاطہ کررکھا ہے (ومن الحديث عن ابى هريرة[۳] رضى الله تعالىٰ عنه) اور

(۱)(سورہ فصلت ۴۱/آیت ۵۴)(۲) (۱۲/طلاق ۶۵/)(۳) حضرت ابو ہریرہ کے حالات ص ۲۶۴ پر۔

(قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم) (انَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ قَالَ مَنْ عَادَیٰ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ) ....

کہ مذکور شد مراد است از حدیثے کہ مروی است از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

باید دانست کہ ایں حدیث مذکور است در کتب ثقات مثل صحیح بخاری وغیرہ از طرق متعددہ کہ زائد اند بر پانژدہ طرق، ومنقول است از اصحاب متعددہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم) گفت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ فرمود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (انَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ قَالَ مَنْ عَادَیٰ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ) بدرستے کہ فرمود حق سبحانہ وتعالیٰ کے کہ دشمنی کند از جہت من ولی مرا پس تحقیق خبر کردم من اورا بجنگ۔

یعنی کسے کہ ولی مرا از جہت ولایت من وقرب من کہ مراورا است دشمن دارد پس من اورا خبری کنم کہ من خصم وے ام، وانتقام کش از وے بتسلیط مظاہر قہریہ براو۔

و در روایت دیگر بجاے عادی ،اذل واقع است و در روایتے آذی ، و در روایتے اهان، ودر روایتے بجاے ولی ، مومن است۔ ودر روایتے بجاے آذنته ، اعلمته است، ودر روایتے فقد استحل محاربتی ،ودر روایتے فقد بارزنی بالمحاربة ،

وکلمہ لِیْ احتمال دارد کہ متعلق بفعل باشد ومعنی او بریں تقدیر چنانچہ بالا مذکور شد ۔

واحتمال دارد کہ متعلق بولی باشد، چنانچہ بعضے تصریح نمودہ اند۔ پس براں تقدیر حال باشد، از ولی ،مقدم شد بر صاحب خود، از جہت تنکیر او۔ چنانچہ مقرر است در علم نحو۔

ومراد از محاربۃ لازم اوست کہ ہلاکی است چراکہ حرب ناشی از مخالفۃ وعداوۃ است وغایت او ہلاکی است ۔ وحاصل معنی آن است کہ کسے کہ مکروہ پنداشت وعداوت کرد ولی مرا، یا مومن مرا، عداوت کرد باما، وکسے کہ عداوت کرد باما پس او پیش آمد مرہلاکی کامل را۔

(۱)(بخاری ۲/ کتاب الرقاق باب ۳۸ التواضع / حدیث ۶۲۵۳)

یہی مذکورہ بالا معنی اس حدیث سے بھی مراد ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

جاننا چاہئے کہ یہ حدیث کتب ثقات جیسے صحیح بخاری وغیرہ میں متعدد صحابہٴ کرام کے ذریعہ پندرہ سے زائد طریقوں سے منقول ہے۔ (قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔(اِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ قَالَ مَنْ عَادَىٰ لِىْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ)[1] بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ جس نے میری وجہ سے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میں اس کو جنگ سے خبردار کرتا ہوں، یعنی جو شخص میرے ولی کو اس وجہ سے دشمن رکھتا ہے کہ اسے میری ولایت اور میرا قرب حاصل ہے تو میں اسے خبردار کرتا ہوں کہ میں اس کا خصم ہوں اور اس پر اپنے قہر کے مظاہر مسلّط فرما کر انتقام لینے والا ہوں۔ ۲

ایک دوسری روایت میں عَادَىٰ (دشمنی کی) کی جگہ اَذَلَّ (ذلیل کیا) ہے۔ اور ایک روایت میں آذی (ستایا)، اور ایک روایت میں اھان (گستاخی کی) ہے۔ اور ایک روایت میں ولی کی جگہ مومن ہے۔ اور ایک روایت میں آذنته کی جگہ اعلمته ہے اور ایک روایت میں فقد استحل محاربتی (مجھ سے لڑائی حلال کرلی)، اور ایک روایت میں فقد بارزنی بالمحاربة (مجھ سے مقابلۂ جنگ کیا) ہے۔ اور کلمۂ لی میں احتمال ہے کہ فعل سے متعلق ہو۔ اس تقدیر پر اس کا معنی وہی ہوگا جو اوپر گزرا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ولی سے متعلق ہو۔ جیسا کہ بعض نے اس کی تصریح کی ہے۔ اس صورت میں ولی سے حال ہوگا۔ اور ذوالحال پر تقدم اس کے نکرہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ علم نحو میں اس کا یہی قانون بیان ہوا ہے۔ اور محاربت سے اس کا لازم معنی مراد ہے یعنی ہلاکت۔ کیوں کہ جنگ مخالفت وعداوت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی غایت ہلاکت ہے۔

اس کا حاصل معنی یہ ہے کہ جس کسی نے میرے ولی یا مومن کو ناگوار رکھا اور دشمنی کی اس نے میرے ساتھ عداوت کی۔ اور جس نے مجھ سے عداوت ٹھانی اس نے اپنی کامل ہلاکت کو دعوت دی

(۱) (بخاری ۲/ کتاب الرقاق باب ۳۸ التواضع / حدیث ۵۳ ۶۲ (۲) حاشیہ ص ۲۶۴ پر۔

وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه..............................

وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه وقریب نمی شود سوے من بندۂ من بہ ہیچ شی کہ محبوب باشد سوے من از چیزے کہ فرض کردہ ام آں چیز را براں بندہ یعنی وسیلہا ے کہ مقرب اند بسوے حضرت عز شانہ بسیار اند واز ہمہ وسیلۂ فرائض محبوب تر است نزدیک حق جل وعلا۔ پس قربے کہ ازیں وسیلہ حاصل شود اعلیٰ بود۔ ودریں قرب فنائے مطلق رومی دہد۔ وسراین آن است کہ اعمال وعبادات کہ از قبیلہ فرائض اند حق عز شانہ بر بندہائے خود ایجاب فرمودہ وایشاں برائے امتثال امر ارتکاب آں نمودہ اند۔ وچوں دراں ایجاب وارتکاب وجود ایشاں درمیان نیست نتیجہ آں فنائے ذات واستہلاک جہتِ خلقیت اوست در جہت حقیقت، وایں را فرائض گویند ودریں قرب حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ فاعل ومدرک است۔ وسالک باقویٰ واعضاوجوارح خود بمنزلۂ آلہ۔ وحدیث ان اللہ تعالیٰ قال علی لسان نبیه ، او عبده ، سمع الله لمن حمده ، و ان الحق ینطق علی لسان عمر اشارت بایں مرتبہ است۔ صرح به المحققون۔

فائدہ زائدہ : بعضے از فرزندان شیخی قدس سرہ واوصل الینا برہ دریں تردد افتادند کہ اشتغال حضرت ایشاں بتدریس علوم بسیار است اما ایں اشتغال ظاہری سبب غفلت از حضور می شدہ باشد یانہ؟ درواقعہ دیدند کہ مخبر غیبی خبر لاریبی می گوید: کہ

حضرت ایشاں را قرب فرائض است۔ ودر قرب فرائض حق جل وعلا فاعل است وبندہ آلہ۔ ودر فاعلیت حق عز شانہ اشتغالِ امرے، مزاحمِ امرے دیگر نمی شود۔ وایں ظاہرے است لا یتستر و مکشوفے است لا یتقنّع، اللهم اجعلنا من الفائزین بها والذائقین لها بمنه وکرمه و بحرمة النبی و خدمه۔

(۱) قدس سرہ واوصل الینا برہ۔

(وَ مَاتَقرَّ بَ اِلَیَّ عَبدِیُ بِشَیْءٍ اَحبَّ اِلَیّ مِمَّا افتَرَ ضتُ عَلَیہِ) اور میرے بندے نے میرا قرب حاصل نہ کیا کسی ایسی چیز سے جو میرے نزدیک اُس عمل سے زیادہ محبوب ہو جسے اس کے اوپر میں نے فرض کیا ہے۔ یعنی بارگاہِ خداوندی میں قرب پیدا کرنے والے وسیلے تو بہت ہیں لیکن حق جل وعلا کے نزدیک تمام وسیلوں میں فرائض محبوب تر ہیں۔ اس لیے جو قرب کہ اس وسیلہ سے حاصل ہوگا وہ اعلیٰ تر ہوگا۔ اور اسی قرب میں فنائے مطلق حاصل ہوتا ہے۔ اس میں سِر (راز) یہ ہے کہ اعمال و عبادات جو فرائض کی قبیل سے ہیں حق عز شانہ نے اپنے بندوں پر واجب فرمایا ہے اور اور بندے حکم کی بجا آوری کے لیے ان کو انجام دیا کرتے ہیں۔ اور ایجاب وارتکاب میں ان کا وجود بیچ میں نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ فنائے ذات اور اس کی خلقت کے اعتبار سے استہلاک ہے۔ اس کو قرب فرائض کہتے ہیں۔ اور اس قرب میں حق سبحانہ وتعالیٰ فاعل ومدرک ہے۔ اور سالک اپنے قویٰ واعضاو جوارح کے ساتھ آلہ کی منزل میں ہے۔ اور حدیث " ان الله تعالیٰ قال علی لسان نبیه او علی عبده ، سمع الله لمن حمده[1]، وان الحق ینطق علی لسان عمر[2]" اسی مرتبہ کی جانب اشارہ ہے۔ محققین نے اس کی تصریح کی ہے۔

فائدہ زائدہ:--- میرے استاذ گرامی قدس سرہ واوصل الینا برہ کے ایک فرزند اس تردد میں پڑے کہ تدریس علوم میں حضرت (والد ماجد) کی مشغولیت بہت زیادہ ہے۔ یہ ظاہری مشغولیت بارگاہِ حق جلّ وعلا کی حضوری سے غفلت کا باعث ہوئی یا نہیں؟ واقع میں دیکھا کہ ایک غیبی خبر دینے والا یقینی خبر دے رہا ہے کہ حضرت کو قرب فرائض حاصل ہے۔ اور قرب فرائض میں حق جل وعلا فاعل ہوتا ہے اور بندہ آلہ، اور حق عز شانہ کی فاعلیت میں ایک امر کے ساتھ اشتغال کسی دوسرے امر کا مزاحم نہیں ہوتا۔ اور یہ ظاہر ہے۔ مستور نہیں، کھلا ہے۔ پردے میں نہیں۔ اے اللہ! ہمیں اپنے احسان وکرم سے اور اپنے نبی کی حرمت اور ان کے خدام کے طفیل اس حقیقت سے کامیاب اور ذوق یافتہ لوگوں میں بنا !

(۱) صحیح مسلم ۱/۳۰۳/۱/۳۰۴-(۲) ترمذی نے اسی کے معنی میں روایت کیا ھے حدیث نمبر ۳۶۸۲ ص ۲۶۰-

ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها............

پس می باید کہ بندہ باداے فرائض تقرب حق تعالیٰ جوید و در اصلاحِ او پوید و عادت او بر خلاف آں جاری است ۔ چنانچہ فرمود: ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل ہمیشہ است بندۂ من کہ تقرب می جوید سوے من بنوافل ۔

و در عبارتِ اول کہ بصیغہ تفضیل فرمود اشارہ نمود بایں کہ وسیلہاے دیگر نیز محبوب اند چرا کہ تحقق تفضیل موقوف است بر اشتراک اصل حب در ہمہ وسیلہ ہا ہم ازیں جہت در نوافل نیز اثبات حب فرمود بقول خود حتی احببته یعنی ہمیشہ تقرب می جوید بندہ من بنوافل تا ایں کہ من آں بندہ را دوست می دارم فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها پس وقتے کہ او را حب داشتم پس می باشم من گوش او کہ می شنود بداں، و چشم او کہ می بیند بداں، و دست او کہ می گیرد بداں، و پائے او کہ می رود بداں ۔ و دریں مرتبہ حق سبحانہ تعالیٰ بمنزلۂ آلہ است و بندہ فاعل و مدرک ۔ و ایں قرب را قرب نوافل می گویند ۔

و سرّ وے آن است کہ اعمال و عبادات کہ از قبیل نوافل اند حق جل و علا آن را بر بندگان خود ایجاب نہ کردہ است بلکہ ایشاں آن را از جہت تقرب بحضرت او بخود ارتکاب نمودہ اند ۔ و بر خود لازم گردانیدہ اند ۔

و چوں دریں ارتکاب و التزام وجود ایشاں درمیان است فنائے ذات و استہلاک جہت خلقیت آں در جہت حقیقت فائدہ نمی دہد بلکہ نتیجہ آں ہمین است کہ قویٰ و اعضا و جوارح بندہ عین حق گردد بایں معنی کہ جہت حقیقت بر خلقیت غالب آید و او را مقہور و مغلوب گرداند ۔

پس لا جرم بندہ سالک فاعل و مدرک بود و حق سبحانہ آلہ وے ۔ و ایں معنی نزدیک ارباب مشاہدہ و عرفان است ۔

لہذا ہونا یہ چاہیے کہ بندہ فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ حق تعالیٰ کا تقرب تلاش کرتا رہے، اور اصلاحِ حال میں کوشاں رہے۔ مگر اس کی عادت اس کے بر خلاف جاری رہے جیسا کہ فرمایا: (ولَایَزَالُ عَبۡدِیۡ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ) میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے اس سے قبل فرائض سے متعلق عبارت میں اسم تفضیل کا صیغہ (اَحَبُّ) ذکر فرمایا: یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دوسرے وسیلے بھی محبوب ہیں۔ کیونکہ معنیٰ تفضیل کا ثبوت اصل حُبّ کے اشترک پر موقوف ہے۔ یعنی محبوب سارے وسیلے ہیں، البتہ فرائض محبوب تر ہیں۔ اسی وجہ سے نوافل میں بھی محبوبیت کا اثبات اپنے اس قول سے فرمایا: (حَتّٰی اَحۡبَبۡتُہٗ) یعنی بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب تلاش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس بندے کو دوست بنالیتا ہوں (فَاِذَا اَحۡبَبۡتُہٗ کُنۡتُ سَمۡعَہُ الَّذِیۡ یَسۡمَعُ بِہٖ وَ بَصَرَہُ الَّذِیۡ یُبۡصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیۡ یَبۡطِشُ بِھَا وَرِجۡلَہُ الَّتِی یَمۡشِیۡ بِھَا) پھر جس وقت میں اسے محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پیر جس سے وہ چلتا ہے۔ اس مرتبہ میں حق سبحانہ تعالیٰ بمنزلۂ آلہ ہے اور بندہ فاعل و مدرک۔ اور اس قرب کو قربِ نوافل کہتے ہیں۔ مروی یہ ہے کہ اعمال وعبادات جو نوافل کی قبیل سے ہیں حق جل وعلا نے اپنے بندوں پر ان کو واجب نہیں کیا ہے۔ بلکہ بندے اس کی بارگاہ میں تقرب کی خاطر ان کو عمل میں لائے ہیں اور ان کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور چونکہ اس ارتکاب و التزام میں ان کا وجود بیچ میں ہے اس لیے ان سے فنائے ذات اور جہت حقیقت میں جہتِ خلقیت کے استہلاک کا فائدہ رونما نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ بندے کے قویٰ اور اعضا و جوارح عینِ حق ہوجاتے ہیں بایں معنیٰ کہ جہتِ حقیقت جہتِ خلقیت پر غالب آکر اس کو مقہور و مغلوب بنادیتی ہے۔

لہذا ناچار بندۂ سالک فاعل و مدرک ہوتا ہے۔ اور حق سبحانہ اس کا آلہ، یہ معنیٰ اربابِ مشاہدہ و

وان سألنی لا عطینه وان استعاذنی لاعیذنه ۔ و ما ترددت عن شیٔ انا فاعله ترددی عن قبض نفس المومن ....

ونزدیک اصحاب مجاہدہ وعلم آن است کہ کنت اسرع الی قضاء حوائجه من سمعه فی الاستماع و بصره فی النظرو یده فی البطش، و رجله فی المشی،

وحاصل وے آن است کہ ادائے نوافل وسیلہ قرب من است بمرتبہ کہ می رساند بندہ رابمحبت من کہ موجب حصول مطلوب اواست۔

پس چنانچہ قضائے حوائج بندہ من با عضاو جوارح اومی شد ہمچناں قضائے حوائجش رامن می کنم، بلکہ من اسرع ام در حصول مراداوازاعضائے وے۔

ومحققان ایں فن فرمودہ اند کہ مراتب اولیاء اللہ تعالیٰ باعتبار قرب فرایض ونوافل چہاراند۔

یکے جماعت متصف بقرب فرائض۔

ویکے فرقہ (متصف) بقرب نوافل۔

وجماعتے متصف بہردو۔وایں طائفہ اصحاب جمع وتفصیل اند۔

وطائفہ مقید بہیچ یکے از۔شہانیستند، بلکہ بہر یکے ازیں می تواند متصف شد۔

وان سألنی لا عطینه اگرسوال کند بندہ من مراہرآئینہ بدہم من اورامسئول او۔

وان استعاذنی لاعیذنه واگر پناہ جوید بندہ من بمن ازمہلکات، ہرآئینہ پناہ دہم من اورا ازاں۔ایں ہمہ بیان محبت است وآثاروے۔

و ما ترددت عن شیٔ انا فاعله ترددی عن قبض نفس المومن اکثر مردم بریں اندکہ معنی تردد توقف وتاخیراست۔یعنی توقف نمی کنم من از ہیچ شی کہ کنندۂ وے ام مثل توقف وتاخیرے کہ می کنم ازقبض کردن روح بندہ مومن۔وبعضے بریں اند کہ مراداز تردد تسلیطِ بلاہا است۔یعنی ما مسلط نمی

عرفان کے نزدیک ہے۔ لیکن اصحابِ مجاہدہ واہل علم کے نزدیک یہ ہے کہ (کُنْتُ اَسْرَعَ اِلیٰ قَضَاءِ حَوَائِجِہٖ مِنْ سَمْعِہٖ فِیْ الْاِسْتِمَاعِ وَ بَصَرِہٖ فِی النَّظَرِ وَ یَدِہٖ فِی الْبَطْشِ وَرِجْلِہٖ فِی الْمَشْی) [۱] سننے میں اس کے کان، دیکھنے میں اس کی آنکھ، پکڑنے میں اس کے ہاتھ اور چلنے میں اس کے پاؤں کی تیزی سے زیادہ میں اس کی حاجتیں پوری کرنے میں تیز ہو جاتا ہوں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ادائے نوافل میرے قرب کا وسیلہ ہے یہاں تک کہ وہ (ادائے نوافل) میرے بندے کو میری محبوبیت تک پہونچا دیتی ہے جو اس کے مطلوب کے حصول کا سبب ہوتی ہے۔ تو جس طرح میرے بندے کی حاجتوں کی تکمیل اس کے اعضا و جوارح سے ہوتی رہتی ہے اسی طرح اس کے حوائج کی تکمیل میں کر دیا کرتا ہوں۔ بلکہ میں اس کی مراد کے حصول میں اس کے اعضا سے زیادہ تیز ہوتا ہوں۔

اس فن کے محققین نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کے مراتب قربِ فرائض و نوافل کے اعتبار سے چار ہیں۔

(۱) ایک جماعت متصف بقربِ فرائض (۲) ایک فرقہ متصف بقرب نوافل (۳) ایک جماعت جو دونوں سے متصف ہے اور یہ گروہ اصحابِ جمع و تفصیل ہیں۔ (۴) ایک گروہ جو ان میں سے کسی سے مقید نہیں۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک سے متصف ہو سکتے ہیں۔ (وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ) اور اگر بندہ مجھ سے کسی بات کا سوال کرے تو میں اس کی مانگی ہوئی چیز ضرور ضرور عطا کروں گا (وَاِنِ اسْتَعَاذَ بِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ) اور اگر میرا بندہ اسباب ہلاکت سے میری پناہ مانگے تو ضرور ضرور اسے پناہ دوں۔ یہ سب محبت اور اس کے آثار کا بیان ہے۔

(وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُہٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ قَبْضِ نَفْسِ الْمُؤْمِنْ) اکثر لوگ اس بات پر ہیں تردد کا معنی توقف و تاخیر ہے یعنی میں اپنے کرنے والے کاموں میں کسی چیز سے اتنا توقف و تاخیر نہیں کرتا جتنا بندہ مومن کی روح قبض کرنے میں کرتا ہوں [۲]

---

(۱) ۱؎ وعن ابی عثمان احد ائمة الصوفية ما اسند عنه البيهقی فی الزهد معنی الحديث كنت اسرع الیٰ قضاء حوائجه من سمعه فی الاستماع و عينه فی النظر ويده فی اللمس و رجله فی المشی۔۱۲ (۲) حاشيه ص ۲٦٦ پر۔

یکرہ الموت و انا اکرہ مساء تہ" و لابد لہ منہ"رواہ البخاری وغیرھما من الآی و

الاحادیث ....

کنیم بلاہارا بر ہیچ شی مثل مسلط کردن بلاہارادر قبض روح مومن بمرتبہ کہ اختیاری کند موت رابرحیات

۔پس قبض می کنیم روح اورا۔ وبعضے برآنند کہ مراداز تر ددارسال ملائکہ رضااند۔یعنی نمی فرستیم ماملائکہ

رضاخود بر ہیچ امرے مثل فرستادن من ایشاں رابر قبض روح بندہ مومن۔یعنی بمرتبہ می فرستیم کہ اوخود

خواہان موت باشد چنانچہ ازانبیاے مرسل علیہم السلام وسلف کُمّل منقول است۔وبالجملہ دلالت می

کند براہتمام حال وے کہ آثار محبت است وثمرۂ مودت یکرہ الموت و انا اکرہ مساء تہ و لابد

لہ منہ ناخوش می داردآں بندۂ مومن مرگ راومن ناخوش دارم ناخوشی اورا،وحال آن است کہ ناچار

است آں بندہ راازاں مرگ۔

رواہ البخاری روایت کردہ است ایں حدیث راشیخ بخاری رحمۃ اللہ سبحانہ علیہ

وغیرھما من الآی و الاحادیث وغیرآں ہردوازآیت وحدیث کہ گذشت ازآیات

قرآنی واحادیث نبوی بسیاراست دریں مضمون۔ومعنی وے ہمان است کہ بالاتصویر کردہ شد۔

وازآیات مثل قول حق جل وعلا: کان اللہ بکل شیءٍ محیطا ،

ومثل قولہ تعالیٰ وتقدس: وما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ ،

ومثل قولہ تعالیٰ وتقدس: نحن اقرب الیہ من حبل الورید ،

وقولہ عزاسمہ: و اعلموا ان اللہ یحول بین المرء و قلبہ

وآیت: ھو الاول و الآخر ، الیٰ غیر ذالك۔

وازاحادیث مثل حدیث ابی ہریرہ کہ مروی است درکتب ثقات:

رُوِیَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رسول اللہ: صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ

وَسَلَّمْ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَا ابْنَ آدَمْ اِمَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ؟ قَالَ: یَا رَبِّ اَکَیْفَ

اور بعض اس پر ہیں کہ تردد سے مراد (بلاؤوں اور آزمائشوں کا مسلط کرنا) ہے یعنی ہم کسی شیء پر بلاؤں کو اس طرح مسلط نہیں کرتے جس طرح ہم مومن کی روح قبض کرنے میں بلاؤں کو مسلط کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ حیات پر موت کو پسند کرتا ہے۔ پھر ہم اس کی روح قبض کرتے ہیں۔ اور بعض اس پر ہیں کہ تردد سے مراد خوشنودی کے فرشتوں کا بھیجنا ہے۔ یعنی ہم کسی معاملے پر اپنی خوشنودی کے فرشتوں کو نہیں بھیجتے ہیں جس طرح ہم انھیں بندہ مومن کی روح قبض کرنے کے لیے بھیجتے ہیں، یعنی ہم ایسے مرتبے میں بھیجتے ہیں کہ وہ خود موت کا خواہاں ہوتا ہے جیسا کہ انبیا و مرسلین اور اسلاف کاملین سے منقول ہے۔

مختصر یہ کہ کلام مذکور اس کے اہتمام حال پر دلالت کرتا ہے جو نشانِ محبت اور ثمرۂ مودت ہے۔

(یکره الموت وانا اکره مساء ته ولا بد له منه) وہ بندہ مومن موت کو ناپسند رکھتا ہے اور میں اس کی ناخوشی کو ناپسند کرتا ہوں۔ اور حال یہ ہے کہ اس بندے کو موت سے چھٹکارا نہیں (رواه البخاری)[1] اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ (وغیرهما من الآیات و الاحادیث) ان دونوں آیت و حدیث کے علاوہ اس مضمون کی دوسری بہت سی قرآنی آیتیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں موجود ہیں۔ ان کا معنی وہی ہے جن کی اوپر تصویر کشی کی گئی ہے۔

آیتیں: جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: وکان الله بکل شیء محیطا) ٤/١٢٦ "ومارمیت اذ رمیت ولکن الله رمی" ٨/١٧ اور جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: "ونحن اقرب الیه من حبل الورید" ٥٠/١٦ اور جیسے خدائے عز اسمہ کا قول: "واعلموا ان الله یحول بین المرء و قلبه" ٨/٢٤ اور اسی طرح کی دوسری آیتیں۔

اور حدیثیں: جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو کتبِ ثقات میں مروی ہے۔[2]

ترجمہ: حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حق عز و علا بروز قیامت فرمائے گا کہ اے ابن آدم! میں مریض ہوا تو تو نے میری عیادت نہ کی؟ بندہ عرض کرے گا، اے رب! میں تیری عیادت

(۱) صحیح بخاری باب التواضع رقم الحدیث ٦١٣٧۔ لیکن اس میں "لا بد منہ" نہیں ہے ہاں بیہقی میں ہے: انظر فتح الباری ۱۱/۳۴۷۔
(۲) (رَوَاهُ مُسْلِم) (مشکوة ص ١٣٤ باب عیادة المریض) (۳) آیات کا ترجمہ بر ص ٢٦٧

اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنْ؟ قال: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِىْ فُلاناً مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ . اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَهٗ لَوَجَدْتَنِىْ عِنْدَهٗ يَا ابْنَ آدَمْ ! اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِىْ قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنْ؟ قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهٗ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِىْ فُلاَنٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذَالِكَ عِنْدِىْ. يَا ابْنَ آدَمَ! اِسْتَقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِى. قَالَ: يَا رَبِّ ! كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنْ ؟ قَالَ: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِىْ فُلاَنٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ اَمَا اَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهٗ وَجَدْتَّ ذَالِكَ عِنْدِىْ۔(رَوَاهُ مُسْلِم) كذافى المشكوٰة برواية مسلم (مشكوة ص ١٣٤ باب عيادة المريض)

معنی چنیں باشد: کہ فرمود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ خواہد فرمود حق جل وعلا روز قیامت کہ اے فرزند آدم! من مریض شدم تو مرا نہ پرسیدی؟ بندہ بگوید کہ اے رب! چگونہ پرسم ترا کہ تو رب العالمینی؟ حق تعالیٰ فرماید آیا نمی دانی کہ چوں بندۂ من فلاں مریض شدہ بود، تو نپرسیدی آں بندہ را، آیا نمی دانی کہ اگر اورا می پرسیدی می یافتی مرا نزدیک او از یں جہت گفتہ اند: ؎

ظاہر عیادت ارچہ بصورت عیادت است   لیکن بنقطۂ زعبادت زیادت است

باز فرماید: کہ فرزند آدم! طعام طلبیدہ ام من از تو، مرا طعام ندادی؟ بگوید بندہ: اے ربّ! چہ گونہ طعام دہم ترا کہ پروردگار عالمیانی؟ حق فرماید: آیا نمی دانی کہ طعام طلبید از تو بندہ من فلان، تو اورا طعام ندادی، آیا نمی دانی کہ تو اگر طعام می دادی اورا می یافتی او را نزدیک من ۔ ہم چناں سوال وجواب در مادہ آب نیز ۔ وامثال آں بسیار و مشعر است باحاطۂ ذاتی جعلنا الله من العارفين بحقيقتها ۔

وليس ذالك الظهور من تجزٍ و تغير ونیست آں ظہور وجود از قبیل تجزی و تغیر یعنی عالم کہ ظہور صور علمیہ است وعلم ظہور وجود ازاں قبیل نیست کہ حق کل گردد و عالم اجزاے او یا حلول باشد چنانچہ ملاحدہ خذلہم اللہ بآں رفتہ اند، یا عینیت واتحاد یا تغیر ونقصان پذیرد چنانچہ علماء ظاہریہ هداهم الله اسرار العرفان گفتہ اند کہ وحدۃ وجود مستلزم اینہا است ۔ ولھذا صوفیہ قدس اللہ اسرارهم واطلع علينا

کیسے کرتا تو تو رب العالمین ہے۔

حق تعالیٰ فرمائے گا، کیا نہیں جانتا کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تو تو نے اس کی مزاج پرسی نہ کی۔
کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی مزاج پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔
اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ظاہر عیادت اگر چہ صورت میں عیادت ہے لیکن ایک نقطہ کے سبب عبادت سے بڑھ کر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو تو نے مجھے کھانا نہ دیا؟
بندہ عرض کرے گا اے رب! میں تجھ کو کھانا کیسے دیتا؟ کہ تو سارے جہاں والوں کا پروردگار ہے۔

حق تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے نہیں معلوم کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو تو نے اس کو کھانا نہ دیا؟

کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کو کھانا دیتا تو اس کو میرے نزدیک پاتا۔
اور اسی طرح پانی کے تعلق سے بھی سوال و جواب ہوگا۔

یہ اور اس کے امثال بہت حدیثیں ہیں جو احاطۂ ذاتی کا پتہ دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی حقیقت کے عارفین میں سے بنائے۔

(ولیس ذالك الظهور من تَجزٍّ و تغير)

اور وہ ظہور و وجود تجزی و تغیر کی قبیل سے نہیں کہ حق کل ہو جائے، اور عالم اس کے اجزا ہوں یا اس میں حلول کیے ہوئے ہو۔ جیسا کہ ملاحدہ خذلهم الله نے سمجھا ہے۔ یا عینیت واتحاد یا تغیر و نقصان قبول کرے جیسا کہ علماے ظاہر یہ ہداہم اللہ اسرار العرفان نے کہا ہے کہ وحدۃ وجود ان کو مستلزم ہے اور اسی لیے صوفیہ قدس اللہ اسرارہم واطلع علینا انوارہم نے فرمایا کہ یہ فائدہ یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں خدا ہے

كالعلم يتعلق و يظهرو لايكون هناك تغير اصلاً عند المتكلمين وهو الآن كما كان

انوار ہم فرمودہ اند: ؎

این قاعدہ یاد دار کانجا کہ خداست   نہ جز نہ کل ونہ ظرف ونہ مظروف است

بلکہ ہمہ ظہور وجود حق است بے شائبۂ تغیر ونقصان، بلکہ ایں شیون وصفات اوست وتعینات و

اعتبارات او۔ رباعی ؎

مجموعۂ کونین بقانون سبق[1]   کردیم تصفح ورقاً بعد ورقٍ

حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درو   جز ذات حق و شیون[2] ذاتیہ حق

تا چند حدیث جسم و ابعاد و جہات   تا کے سخن از معدن و حیوان و نبات

یک ذات فقط بود محقّق نہ ذوات   ایں کثرتِ وہمی زشیون ست وصفات

كالعلم يتعلق و يظهرو لايكون هناك تغير اصلاً عند المتكلمين ۔ چنانچہ صفت علم تعلق می گیرد بمعلومات متکثرہ مختلفہ وظاہر می شود بانواعِ تعلقات، ونیست اورا ہیچ تغیر ہرگز، نہ قدیم حادث گردد ونہ واحد کثیر نزد متکلمین ۔ پس بودن ایں عالم ظہور وجود خاص واجبی بترتیب سابق نیز ازاں قبیل[3] بود۔ وهو الآن كما كان وآں ذات حق عز شانہ الآن کہ ظہور فرمود بانواعِ تعینات وتجلّیات کما کان ہم چنان است کہ بود قبل ظہور عالم، ہیچ تغیر وتغیرے ونقصان وقصورے بدامنِ عزتِ ذاتی اورا[4] نیافتہ، ہم ازیں جہت محققان ایں فن فرمودہ اند کہ حقیقت حق سبحانہ جز ہستی نیست، وہستی اورا انحطاط پستی نے، مقدس است از سمۂِ تبدل وتغیر ومبرا است از وصمۂ تعدد وتکثر، از ہمہ نشانہا بے نشان، نہ در علم گنجد، ونہ در عیان، ہمہ چندہا وچونہا ازو پیدا، واو بے چند وچون، ہمہ چیز ہا ازو مدرک، واو از احاطۂ

کردیم تفحص ورقا بعد ورق		مجموعۂ کون رابقانونِ سبق

(۱) الف میں : (table above)

(۲) الف : (صفات)

(۳) ب : قبیلہ۔

(۴) الف: ہیچ تغیرے بدامن عز ذاتی او۔

وہاں نہ جز ہے نہ کل، نہ ظرف، نہ مظروف۔ بلکہ سب کا سب بے شائبہ تغیر ونقصان وجود حق کا ظہور ہے۔ بلکہ یہ اس کے شئون وصفات ہیں اور اس کے تعینات واعتبارات۔

رباعی: سارے کونین کو قانون سبق کے مطابق ورق درورق ہم نے چھان ڈالا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اس میں ذاتِ حق اور اس کی شئون ذاتیہ کے سوا کچھ نہ دیکھا نہ پڑھا۔

جسم اور ابعاد و جہات کی کیا بات؟، معدن اور حیوان ونباتات کا کیا ذکر؟ وہاں تو صرف ایک ذات ثابت ہے نہ کہ متعدد ذاتیں۔ یہ کثرتِ وہمی اس کے شیون وصفات سے ہے۔

(كالعلم يتعلق و يظهر فلا يكون هناك تغير اصلا عند المتكلمين) متکلمین کے نزدیک جس طرح صفت علم معلوماتِ متکثرہ مختلفہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اور طرح طرح کے تعلقات کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ اور ہرگز اس میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ نہ تو قدیم، حادث ہو جاتا ہے، نہ واحد، کثیر بن جاتا ہے۔

تو اس عالم کا بہ ترتیب سابق، واجب کے وجود خاص کا ظہور ہونا بھی اسی قبیل سے ہے

(وهو الآن كما كان) اور وہ ذاتِ حق عزشانہ اب جب کہ طرح طرح کے تعینات و تجلیات کے ساتھ ظہور فرما ہے اسی طرح ہے جیسے کہ ظہورِ عالم کے پہلے تھی۔ کسی طرح کے کسی تغیر وتغیر یا نقصان وقصور نے اس کے دامنِ عزت پر راہ نہیں پائی۔

اسی وجہ سے محققینِ فن نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی حقیقت ہستی کے سوا نہیں۔ اور اس کی ہستی کے لیے انحطاط و پستی نہیں۔ وہ تغیر وتبدل کے عیب سے پاک ہے۔ تعدد وتکثر کے داغ سے مبرّا ہے۔ تمام نشانوں سے بے نشان، نہ علم میں سمائے، نہ عیان میں آئے،

تمام کم وکیف اسی سے پیدا ہیں مگر وہ ہر کم وکیف سے بری۔ تمام چیزیں اسی سے مدرک ہیں مگر خود وہ احاطۂ ادراک سے باہر ہے۔ چشمِ مشاہدہ اس کے جمال سے خیرہ ہے اور دیدۂ روشن اس کے

والیه الاشارة بقوله تعالی "قل هو الله احد الله الصمد، لم یلد، و لم یولد، ولم یکن له کفوا احد" یعنی انه المحیط بکل الاشیاء ظهرت منه لا کظهور الابناء من الآباء ....

ادراک بیرون، چشم مشاہدہ از جمال او خیرہ، ودیدۂ سر بے ملاحظہ کمال او تیرہ، ؎

او بے نشان محض چو[1] جوئی از و نشاں — ہر ذرہ بر خدائی او صد نشاں بود
چشمت چو نیست پردہ زرخ کے بر افگند — صاحب نظر کجاست کہ او خود عیاں بود
آنرا کہ پردہا ز نظر بر گرفتہ اند — در صد ہزار پردۂ دیگر نہاں بود
حقا کہ کوشش تو بجائے نمی رسد — گر نے کشش ز جانب او ہر زماں بود
سدّ وجود بشکن اگر مرد ایں رہی — ورنہ ہزار سال رہ اندر میاں بود
او بود در ازل متوحد کہ در وجود — جزوے نبود تا بابد ہم چناں بود

رباعی: ؎

اے ہمہ توجہ کردمت کز ہمہ کان منتہی — ہم زنشان مبتدی ہم زبیاں منتہی
قوت و فکر دمبدم مو بموے زد قدم — یک سر موے بیش وکم از تو نیافت آگہی

والیه الاشارة وسوے ایں کہ تغیر ونقصان را درانجا راہ نیست اشارت فرمود بقوله تعالیٰ بقول خود حق عز شانہ" قل هو الله احد الله الصمد، لم یلد، و لم یولد، ولم یکن له کفوا احد" یعنی بگوا ے محمد! صلوات اللہ وسلامہ علیک کہ شان این است کہ اللہ احد است فی ذاتہ واللہ صمد است فی صفاتہ یعنی محتاج الیہ است در قضاے حوائج بندہاے خود، نہ او زادہ است کس را، ونہ زائیدہ کس است، و نیست او را مشابہے ومماثل ہیچ آفریدۂ، نہ در ذات، ونہ در صفات، یعنی انه المحیط بکل الاشیاء یعنی حق عز شانہ محیط است بہمہ اشیا ظهرت منه لا کظهور الابناء من الآباء ظاہر شدہ اند این ہمہ اشیا از حق جل وعلا نہ ہمچوں ظہور اولاد از آباء بل کظهور الصفات الفعلية من الصفات الذاتية

(۱) الف: چہ۔

کمال کے ملاحظہ کے بغیر تیرہ و تاریک ہے۔

وہ محض بے نشان ہے۔ لیکن اگر تو اس کے نشان کی تلاش میں ہے تو ہر ذرہ اس کی خدائی پر صد نشان ہے۔ جب تیرے پاس آنکھ نہیں تو وہ اپنے رخ سے پردہ کیوں ہٹائے۔ صاحب نظر کہاں ہے کہ وہ خودعیاں ہو۔ اگر کسی کی نظر سے پردے ہٹا دیے گئے ہیں، تو وہ دوسرے لاکھوں پردوں میں نہاں رہتا ہے۔

سچ بات یہ ہے کہ تیری کوشش کسی ٹھکانے نہیں لگ سکتی اگر اس کی جانب سے ہر گھڑی کشش نہ ہو۔ وجود کی دیوار توڑ دے اگر تو اس راہ کا مرد ہے ورنہ اس کے بیچ ہزاروں سال کی راہ ہوگی۔ وہ ازل میں اکیلا تھا کہ وجود میں اس کے سوا کچھ نہ تھا اور ابد تک یونہی رہے گا۔

اے وہ ذات کہ جس پر ساری توجہات ختم ہو گئیں، نشانوں سے جس کا آغاز ہوا، بیانوں سے اس کا اختتام ہوا، قوت وفکر نے تحقیق میں قدم آگے بڑھائے مگر بال برابر بھی اس کے بارے میں علم وآگہی حاصل نہ ہوسکی۔

(والیه الاشارة) اور اس جانب کہ تغیر ونقصان کو اس مقام میں راہ نہیں ہے (بقوله تعالی) اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا (قل هو الله احد الله الصمد لم يلد و لم يولد و لم يكن له كفوا احد) یعنی اے محمد! صلوٰت اللہ وسلامہ علیک۔ تم فرمادو کہ شان یہ ہے کہ اللہ اپنی ذات میں احد (یکتا) ہے۔ اور اللہ اپنی صفات میں بے نیاز ہے یعنی اپنے بندوں کی حاجتیں پوری کرنے میں محتاج الیہ ہے۔ (۱) نہ اس نے کسی کو جنا نہ اسے کسی نے جنا۔ مخلوق میں کوئی بھی اس کا ہمسر اور مشابہ نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں (انه لمحيط بكل الاشياء) یعنی حق عز شانہ تمام اشیاء کو محیط ہے۔ (ظهرت منه لا كظهور الابناء من الآباء) یہ تمام چیزیں حق جل وعلا سے ظاہر ہوئیں مگر اس طرح نہیں جیسے اولاد اپنے آبا سے پیدا ہوئیں بلکہ جس طرح صفات فعلیہ مثل خالقیت، رازقیت، اِحیاء، اِماتت اور

(۱) (یعنی سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں)

والمثال المطابق للمسئلة هو صفة الكلام و تعلقه بل جميع صفات الله تعالىٰ وتعلقاتهاو قوانا و ظهورهافان صفة الكلام عند اهل السنة و الجماعة من المتكلمين عند الاشاعرة صفة واحدة قديمة قائمة بذاته تعالى ....

بلکہ ہم چوں ظہور صفات فعلیہ مثل خالقیت ورازقیت واحیاوا ماتۃ وامثال آں، ازصفات ذاتیہ کہ ہفت اند مثل حی، علیم، سمیع، بصیر، کلیم، قدیر، مرید۔ عند الاشاعرة نزدیک شیخ ابوالحسن اشعری ومتابعان وے کہ اکابرائمہ دین اند۔ ہم ازیں جہت محققان ایں فن فرمودہ اند کہ ظہور وخفاے شیون واعتبارات بسبب تلبس بظاہر وجود وعدم آں موجب تغیر حقیقت وجود وصفات حقیقیہ اونیست، بلکہ مبتنی برتبدل نسبت واضافت است، وآں مقتضی تغیر در ذات نے[1]۔ اگر عمرو از یمین زید برخیزد وبریسارش نشیند نسبت زید باو مختلف شود وذاتش باصفات حقیقیہ خود ہم چناں برقرار۔ وہم چنیں حقیقت وجود بواسطہ تلبس امور شریفہ زیادتی کمال نمی گیرد۔ وبجہت ظہور در مظاہر خسیسہ نقصان نمی پذیرد۔ ونور آفتاب ہر چند برپاک وپلید تابد، ہیچ تغیر ببساط نوریت اوراہ نیابد۔ نہ از مشک بوے گیرد، نہ از گل رنگ، ونہ از خار عار، ونہ از خارا ننگ۔

چوں خور زفروغ خود جہاں آراید ۔۔۔ بر پاک و پلید اگر تابد شاید

نے نور او از ہیچ پلید آلاید ۔۔۔ نے پاکی او ز ہیچ پاک افزاید

وہر گاہ کہ در ظہور صفات فعلیہ از صفات ذاتیہ نوع خفا بود برائے توضیح ایں حال وظہور ایں مقال مثال دیگر آورد وفرمود: والمثال المطابق للمسئلة هو صفة الكلام و تعلقه مثال مطابق مر مسئلہ ظہور عالم را از وجود خاص حق عز شانہ صفۃ کلام وتعلق اواست بل جميع صفات الله تعالىٰ و تعلقاتها بلکہ جمیع صفات حق جل وعلا وتعلقات آنہا و قوانا و ظهورها وقوائے ماوظہور آں قوی فان صفة الكلام عند اهل السنة و الجماعة من المتكلمين صفة واحدة قديمة قائمة بذاته تعالىٰ

(۱) نسخہ: (نہ)

اس کے امثال صفات ذاتیہ سے ظہور پذیر ہوئیں۔ ذاتی صفتیں سات ہیں۔ وہ حیی، علیم، سمیع، بصیر، کلیم، قدیر، مرید ہے۔ اور حیات، علم، سمع، بصر، قدرۃ، ارادہ ذاتی صفات ہیں۔ (عند الاشاعرۃ) شیخ ابو الحسن اور ان کے متبعین کے نزدیک جو اکابر ائمہ دین ہیں (صفات فعلیہ، صفات ذاتیہ سے ظہور پذیر ہیں) اسی بنا پر اس فن کے محققین نے فرمایا ہے کہ ظاہر وجود سے تلبّس اور عدم تلبّس کے سبب شیون واعتبارات کا ظہور وخفا، حقیقتِ وجود اور اس کی صفات حقیقیہ میں تغیر کا موجب نہیں۔ بلکہ اس کی بنیاد نسبت واضافت کی تبدیلی پر ہے۔ اور نسبت واضافت کی تبدیلی ذات میں تغیر کی مقتضی نہیں۔ اگر عمر وزید کے داہنے سے اٹھ جائے اور اس کے بائیں جانب بیٹھ جائے تو زید کی نسبت اس کے ساتھ مختلف ہو جائے گی مگر اس کی ذات اپنی صفاتِ حقیقیہ کے ساتھ یونہی برقرار رہے گی۔

اسی طرح حقیقتِ وجود شرافت والے امور سے متلبس ہو کر زیادتِ کمال نہیں پاتی۔ یعنی اس کے کمال میں زیادتی اور اضافہ نہیں ہوتا۔ اور خسیس مظاہر میں ظہور کے سبب اس میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ جس طرح نورِ آفتاب ہر چند کہ پاک وناپاک اور گندی جگہوں پر چمکتا ہے۔ مگر اس کے بساط نورانیت پر کسی طرح کا تغیر واقع نہیں ہوتا۔ وہ نہ تو مشک سے خوشبو حاصل کرتا ہے نہ پھول سے رنگ۔ نہ ہی خار سے عار محسوس کرتا ہے نہ سنگ سے ننگ۔

ترجمہ اشعار: جب آفتاب اپنی روشنی سے دنیا کو آراستہ کرتا ہے۔ ہر ایک پاک وناپاک مقام پر اگر اپنی چمک ڈالے تو اسے زیب دیتا ہے۔ اس کا نور نہ تو کسی ناپاکی سے آلودہ ہوتا ہے، نہ ہی اس کی پاکی میں کسی پاک چیز سے اضافہ ہوتا ہے۔

چونکہ صفات ذاتیہ سے صفات فعلیہ کے ظہور میں ایک طرح کی پوشیدگی تھی اس لیے اس حال کی توضیح اور اس گفتگو کو روشن وظاہر کرنے کے لیے ایک دوسری مثال لائے۔ فرمایا: (والمثال المطابق للمسئلة هو صفة الكلام و تعلقه) حق عز شانہ کے وجود خاص سے ظہور عالم کی مثالِ مطابق صفت کلام اور اس کا تعلق ہے (بل جميع صفات الله تعالىٰ و تعلقاتها) بلکہ حق جل جلالہ کی تمام صفتیں اور ان کے تعلقات (وقوانا وظهورها) اور ہمارے قویٰ اور ان کا ظہور (فان صفة الكلام عند اهل السنة و الجماعة من المتكلمين صفة واحدة قديمة قائمة بذاته تعالىٰ

کما مر یتعلق ویظهر فیکون امراً و نهیاً و خبراً و استخباراً فیترتب علیه ان یکون هناك مامور و مامور به و منهی و منهی عنه و مخبر به و مخبر عنه والنسبة الواقعیة و لا تبدل و لا تغیر فی تلك الصفة وهی الآن کما کان..............................

کما مر پس تحقیق صفت کلام نزدیک اہل سنت و جماعت از متکلمین صفت واحدہ است قدیمہ قائمہ بذات حق عز شانہ چنانچہ بالا گذشت۔(۱) یتعلق ویظهر فیکون امراً و نهیاً و خبراً و استخباراً تعلق می گیرد آں صفت وظاہر می شود، پس می گردد او باعتبار تعلق امر و نہی وخبر واستفہام وامثال آں، مثل تمنی، ترجی، وتعجب وقسم۔

فیترتب علیه ان یکون هناك مامور و مامور به و منهی و منهی عنه و مخبر به و مخبر عنه پس مترتب می شود براں تعلق وظہور ایں کہ باشد دراں جا مامور کہ عباد اند، و مامور بہ کہ افعال واعمال اند، و منہی کہ عباد اند، و منہی عنہ کہ آں افعال واعمال اند، ومخبر بہ ومخبر عنہ کہ ہر یکے ازیں ہا ہم ذات تواند بود وہم افعال۔

چنانچہ در قصص انبیا واخبارات غیبی در قرآن مجید وفرقان حمید بتفصیل ذکر یافتہ مثلاً تا زید سخن نگفتہ است این ہمہ معانی در قوت نطق او مندرج اند غیر متمایز۔ وہر گاہ کہ از قوت بفعل آمد مثلاً گفت بنشیں، امر شد، ومنشیں نہی شد، ونشستہ است خبر ماضی شد، وخواہد نشست خبر استقبال شد، وآیا نشستہ است استفہام شد، وکاش کہ بنشیند تمنی شد، وہم چنان ترجی، وچہ خوب نشستہ است تعجب شد، ومانند آں ،ودریں جا ضروری است کہ مامور ومامور بہ ومنہی ومنہی عنہ باید تا تعلق امر ونہی تواند شد۔

والنسبة الواقعیة ونسبت واقعیہ کہ ہیچ کدامے ایشاں را وجود نیست در مرتبۂ ذاتِ صفت، بے ظہور او وتعلق او و لا تبدل و لا تغیر فی تلك الصفة وہیچ تبدلے وتغیرے راہ نیافتہ است دراں صفت وهی الآن کما کان وآں صفت حالا یعنی بعد از تعلق ومقتضیات او نیز ہم چناں است کہ بود اولاً

---

(۱) الف: چنانچہ مذکور شد پیش ازیں۔

کما مرّ) کہ صفتِ کلام متکلمین اہل سنت و جماعت کے نزدیک صفتِ واحدہ، قدیمہ ہے، جو حق عز شانہ کے ساتھ قائم ہے، جیسا کہ اوپر گزرا۔ (یتعلق و یظهر فیکون امرا و نهیا وخبرا و استخبارا) وہ صفت متعلق ہو کر ظاہر ہوتی ہے، تو وہی باعتبار تعلق امر، نہی، خبر، اور استفہام وغیرہ ہو جاتی ہے جیسے تمنی، ترجی، تعجب، قسم۔

(فیترتب علیه ان یکون هناك مامور و مامور به و منهی و منهی عنه و مخبر به و مخبر عنه) اس تعلق وظہور پر یہ باتیں مرتب ہوتی ہیں: کہ وہاں کوئی مامور ہو، یہ بندے ہیں۔ اور کوئی مامور بہ بھی ہو، یہ اعمال وافعال ہیں۔ یوں ہی کوئی منہی ہو، یہ بندے ہیں۔ اور منہی عنہ، یہ افعال و اعمال ہیں۔ اور کوئی مخبر بہ اور کوئی مخبر عنہ ہو، مخبر بہ اور مخبر عنہ میں سے ہر ایک، ذات بھی ہو سکتا ہے، فعل بھی۔ جیسا کہ انبیاے کرام کے قصوں اور غیبی خبروں میں قرآن مجید وفرقانِ حمید کے اندر تفصیل سے مروی ہے۔ مثلاً۔ جب تک زید نے بات نہیں کی ہے یہ سارے معانی اس کی قوتِ نطق میں غیر متمایز مندرج ہیں۔ اور جب نطق قوت سے فعل میں آ گیا مثلاً اس نے کہا: ''بنشیں'' (بیٹھ جاؤ) تو امر ہو گیا۔ اور ''منشیں'' (مت بیٹھو) نہی ہو گیا، اور ''نشستہ است'' (وہ بیٹھا ہے) ماضی کی خبر ہے۔ ''خواہد نشست'' (وہ بیٹھے گا) مستقبل کی خبر ہے۔ اور: ''آیا نشستہ است'' (کیا وہ بیٹھا ہے) استفہام ہوا۔ اور ''کاش کہ بنشیند'' تمنی ہو گیا۔ اور یونہی ترجی بھی۔ اور ''چہ خوب نشستہ است'' تعجب ہوا۔ اور یونہی قسم وغیرہ۔

اور اس مقام پر ضروری ہے کہ مامور، مامور بہ، منہی، منہی عنہ، پایا جائے تاکہ امر ونہی کا تعلق ہو سکے۔ (والنسبة الواقعية) اور نسبتِ واقعیہ بھی ہونی چاہیے، امور مذکورہ (مامور، مامور بہ، نسبت واقعیہ وغیرہ) میں سے کسی کے لیے خود صفت کے مرتبے میں کوئی وجود نہیں۔ ہاں جب صفت کا تعلق اور ظہور ہوتا ہے تب یہ امور پائے جاتے ہیں (ولا تبدل ولا تغیر فی تلك الصفة) اور صفت میں کسی طرح کا تغیر وتبدل راہ نہیں پاتا (وهی الآن کما کان) اور وہ صفت اب بھی یعنی تعلق اور اس

وان قوة تكلمنا مثلا قوة واحدة بظهورها يحصل الكلام الحسن و القبيح فيترتب عليه مالا يترتب على تلك الصفة من الشرائع ....

یعنی قبل آں تعلق کہ تقاضاے ہیچ کدامی ازینہا نداشت ۔ پس ہر گاہ کہ در صفت و در تعلقات او ایں نسبت بود اگر در وجود خاص واجبی ظہور او کہ عبارت از عالم است ہمچناں بود مستبعد نباشد۔

پس لازم نمی آید ازیں کہ عالم ظہور حق عز شانہ بود و ترتب آثار عالم بر حق عز شانہ کہ موجب کفر و ضلال است باتفاق عقلا از علما و عرفا۔

و چوں اہتمام حضرت شیخی قدس الله روحه و اوصل الينا فتوحه بتوضیح ایں حال و اظہار حقیقت ایں مقال بیشتر بود مثال دیگر آورد کہ تعلق بذات اشخاص دارد بر مقتضاے آیت کریمہ سنريهم آياتنا في الآفاق و في انفسهم افلا تبصرون ۔ زیراچہ علم ہر احدے بذات خود بیشتر است از علم بغیر و جزئیات او مستحضر، و فرمود

" وان قوة تكلمنا مثلا قوة واحدة بظهورها يحصل الكلام الحسن و القبيح فيترتب عليه مالا يترتب على تلك الصفة من الشرائع کہ بدرستے قوت تکلم ما قوت واحدہ است کہ بظہور او حاصل می شود کلام حسن و قبیح ، پس مترتب می شود براں کلامے کہ ظاہر شدہ از قوتِ تکلمِ افرادِ انسانی چیز ہاے کہ مترتب نمی شود براں صفت از احکام شرعی مثل ایمان و کفر و صلوۃ و طلاق و عتاق و ثنا و قذف و امثال آں۔

و بعضے طالبان حضرت شیخی قدس سره واوصل الىّ بره التماس نمودند کہ مثال منقول از ائمہ کبار است یا مخترع خاطر گہر بار؟ اشارت فرمودند کہ مخترع است۔

و چوں طالباں را بمطالب رسانید براے تکمیل ایشاں تکملہ بیان فرمود کہ صحت عقائد شرعی و تصوفی موقوف برآن است ، پس فرمود:

کے مقتضیات کے بعد بھی اسی طرح ہے جیسے تعلق سے پہلے تھی کہ کسی طرح کا تقاضا وہ نہیں رکھتی تھی۔

توجب صفت اور اس کے تعلقات میں یہ نسبت ہے اگر اسی طرح کی نسبت واجب کے وجود خاص اور اس کے ظہور میں (جو عالم سے عبارت ہے) ہو تو مستبعد نہیں ہوگا۔ تو عالم کے ظہور حق عز شانہ ہونے سے یہ لازم نہ آئے گا حق عز شانہ پر عالم کے آثار مترتب ہوں، حق عز شانہ پر آثارِ عالم کا ترتب علما و عرفا تمام عقلا کے نزدیک بالاتفاق موجب کفر و ضلال ہے۔

اور چوں کہ ہمارے شیخ (قدس الله روحه و اوصل الینا فتوحه) کے نزدیک اس حال کی توضیح اور اس گفتگو کی حقیقت کے اظہار کا اہتمام زیادہ تھا اس لیے ایک دوسری مثال لائے جو ذاتِ اشخاص سے تعلق رکھتی ہے۔ بہ مقتضائے آیتِ کریمہ: (سنريهم آياتنا فى الآفاق و فى انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق)[1] ابھی ہم انھیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بیشک وہ حق ہے۔ اس لیے کہ ہر شخص کو دوسری چیز کے علم کے مقابلے میں اپنی ذات کا علم زیادہ ہوتا ہے اور اس کے جزئیات مستحضر ہوتے ہیں۔ فرمایا: (وان قوة تكلمنا مثلاً قوة واحدة بظهورها يحصل الكلام الحسن و القبيح فيترتب عليه مالا يترتب علىٰ تلك الصفة من الشرائع) اور یقیناً ہمارے تکلم کی قوت ایک قوت ہے، جس کے ظہور سے کلام حسن و قبیح (اچھا اور برا کلام) حاصل ہوتا ہے اور افراد انسانی کی قوت تکلم سے ظاہر شدہ کلام پر بہت سے احکام شرعی مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً ایمان، کفر، نماز، طلاق، اعتاق، (غلام آزاد کرنا) تعریف کرنا، تہمت لگانا، اور اس کے امثال۔ مگر یہ احکام اس صفتِ تکلم پر مرتب نہیں ہوتے۔

ہمارے استاذ گرامی (قدس سرہ) سے ان کے بعض شاگردوں نے گزارش کی کہ یہ مثال ائمۂ کبار سے منقول ہے؟ یا حضرت کی خاطر گہر بار کی ایجاد ہے؟ (بعض طالبان سے مراد سید احمد دکھنی ہیں) حضرت نے اشارہ فرمایا کہ خود ان کی اپنی ایجاد ہے۔

جب طالب علموں کو مطالب تک پہونچا دیا تو ان کی تکمیل کے لیے ایک تکملہ بیان فرمایا جس پر عقائد شریعت و تصوف کی صحت موقوف ہے۔ فرمایا:

---

(۱) سورۂ فصلت ۵۳/۴۱

التکملة :قد رسخ وجود الحق تعالیٰ و تقدس فی عقل کل احد الا فی عقل بعض السفهاء کالقرامطة و ظهر مما قدمنا ان العقل لا یمتنع من ان یکون وجود الخلق ظهور وجود الحق یظهر بظهوره کما انه ظهور القدرة و الارادة و العلم فلاحاجة الیٰ تجشم اثبات وحدة الوجود بدلیل اذیکفی لارباب الکشف ان لا یکون کشفهم مخالفا للعقل الذی هو حجة الله ، ولا للنص الشرعی(ولا)اجماعا من العلماء و العرفاء ....

التکملة :

قد رسخ وجود الحق تعالیٰ و تقدس فی عقل کل احد الا فی عقل بعض السفهاء کالقرامطة تحقیق راسخ شدہ وجود حق تعالیٰ وتقدس در عقل ہر احدے از افراد انسانی مگر در عقل بعض سفہا ہمچوں قرامطہ کہ ایشاں منکر صانع اند و ظهر مما قدمنا ان العقل لا یمتنع من ان یکون وجود الخلق ظهور وجود الحق یظهر بظهوره وظاہر شد از آں چہ ما مقدم کردیم کہ تحقیق عقل امتناع نمی کند از ایں کہ وجود خلق ظہور وجود حق بود عز شانہ، ظاہر شود آں بظہور وجود او تعالیٰ کما انه ظهور القدرة و الارادة و العلم ، چنانچہ عالم ظہور قدرت و ارادہ و علم است فلاحاجة الیٰ تجشم اثبات وحدة الوجود بدلیل ،پس حاجت نیست ارباب تصوف را سوے تکلف اثبات کردن وحدۃ وجود بدلیل ۔ اذیکفی لارباب الکشف ان لا یکون کشفهم مخالفا للعقل الذی هو حجة الله ، ولا للنص الشرعی ،زیراچہ کافی است ۔مر ارباب کشف را ایں کہ کشف ایشاں مخالف عقل نباشد کہ او حجت است از حجج حق تعالیٰ عز شانہ، ومخالف نص شرعی نیز نبود کہ مخالفت کشف با نص شرعی جائز نیست (ولا)اجماعا من العلماء و العرفاء زیرا کہ ہر یکے از یں سہ (۳) حجت است از حجج حق ، وحجج حق متعاضد بوند نہ متخالف۔

والنبی عند اهل السنة و الجماعة من المتکلمین انسان بعثه الله لتبلیغ ما اوحی الیه ونبی نزدیک اہل سنت و جماعت از متکلمین کہ ارباب استدلال و برہان اند و تابع ظاہر شریعت

التکملة:

قد رسخ وجود الحق تعالی و تقدس فی عقل کل احد الا فی عقل بعض السفهاء کالقرامطة) یقیناً حق تعالیٰ وتقدس کا وجود افرادِ انسانی میں سے ہر ایک کی عقل میں راسخ ہے ہاں بعض سفہا کی عقلوں میں نہ آیا جیسے قرامطہ کہ یہ صانع کے منکر ہیں۔ ۱

(و ظهر مما قدمنا ان العقل لا یمتنع من ان یکون وجود الخلق ظهور وجود الحق بظهر بظهوره) ہماری بیان کردہ گزشتہ بحثوں سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ یقیناً عقل اس بات کو محال نہیں سمجھتی کہ وجودِ خلق، وجودِ حق عز شانہ کا ظہور ہو کہ اسی وجودِ حق کے ظہور سے اس کا ظہور ہو(کما انه ظهور القدرة و الارادة و العلم)جس طرح سے عالَم قدرت وارادہ اور علم کا ظہور ہے ۔(فلا حاجة الی تجشم اثبات وحدة الوجود بد لیل) لہٰذا اربابِ تصوف کو دلیل کے ذریعہ وحدۃ الوجود کو ثابت کرنے کی زحمت اٹھانے کی کوئی حاجت نہیں۔(اذ یکفی لارباب الکشف ان لایکون کشفهم مخالفا للعقل الذی هو حجة الله و لا للنص الشرعی) اس لیے کہ اربابِ کشف کے لیے یہ بات کافی ہے کہ ان کا کشف مخالفِ عقل نہ ہو کہ وہ حق عز شانہ کی حجتوں میں سے ایک حجت ہے۔ اور نصِ شرعی کے بھی مخالف نہ ہو۔ کیوں کہ کشف کا نصِ شرعی کے مخالف ہونا جائز نہیں۔ (اور حسبِ تصریح عرفا ایسے کشف کا کوئی اعتبار نہیں۔ن۔ر)

(ولا اجماعا من العلماء و العرفاء) نہ ہی علما و عرفا کے اجماع کے خلاف ہو۔ اس لیے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک حق تعالیٰ کی حجتوں میں ایک حجت ہے اور حق کی حجتیں آپس میں ایک دوسرے کو قوت پہونچاتی ہیں، باہم اختلاف نہیں رکھتیں۔

(والنبی عند اهل السنة والجماعة من المتکلمین انسان بعثه الله لتبلیغ ما اوحی الیه) اور متکلمینِ اہلِ سنت وجماعت جو اربابِ استدلال و برہان اور شریعتِ انبیا کے پیروکار ہیں،

(۱) قرامطہ: فرقۂ اسماعیلیہ کا ایک لقب: کہ پہلا شخص جس نے لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دی وہ حمدان قرمط (م ۲۹۳ھ) ہے۔ قرمط واسط کا ایک قریہ ہے۔ن۔ر

وكذا الرسول و قد يخص بمن له شريعة و كتاب فيكون اخص من النبى والولى هو العارف بالله وصفاته المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصى المعرض عن الانهماك فى اللذات و الشهوات ولايبلغ عند هم الولى درجة النبى بالاجماع لان النبى مع ماله من شرف الولاية معصوم عن المعاصى..........

انبیاء انسانے است کہ فرستادہ است اوراحق عز شانہ برائے تبلیغ چیز ہا کہ وحی کردہ است حق عز شانہ سوے او وكذا الرسول وہمچنیں رسول نیز بہمیں معنی است کہ در نبی ذکر کردہ شد۔ پس نبی و رسول بریں معنی مترادف یک دیگر بوند و قد يخص بمن له شريعة و كتاب واند کے است خاص کردہ می شود رسول را بشرطے، وآں آن است کہ رسول کسے بود کہ اورا شریعت بود و کتاب نیز، و در نبی ایں شرط نیست فيكون اخص من النبى، پس رسول باعتبار ایں شتراط اخص از نبی بود، زیرا کہ ہر رسول نبی تواند بود، و ہر نبی رسول نہ، وتصحیح تعریف نبی و رسول بے تزییف[1] و قبول در مبسوطات مسطور است۔ و در مطولات مذکور، اختصار مانع ذکر آن است۔

والولى هو العارف بالله وصفاته المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصى المعرض عن الانهماك فى اللذات و الشهوات وولی نزدیک علمائے اہل سنت و جماعت کے است کہ عارف بود باللہ تعالیٰ وصفات جمالی وجلالی او[2]، ومواظب بر طاعات فرائض وسنن موکدہ وزوائد۔ بلکہ نوافل واوراد نیز، و پرہیزگار بود از گناہان محرمات ومکروہات ومعرض بود از توغل در شہوات مثل اطعمہ شہیہ ولباس ہائے بہیہ وامثال آں، پس بریں قول ہمہ اہل زہد وتقویٰ اولیاء اللہ تو انند بود وایں معنی در شرح مقاصد مسطور است۔ و نزد صوفیہ نیز ولی بہمیں معنی معین است۔

ولايبلغ عند هم الولى درجة النبى بالاجماع ونمی رسد نزد اہل سنت و جماعت از علماد مشائخ ولی بمرتبۂ نبی باجماع۔

(۱) الف: بتضعیف۔ (۲) الف: خداشناس باشد باصفات جلال وجمال او۔

ان کے نزدیک نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وحی کردہ احکام کو بندوں تک پہونچانے کے لیے بھیجا ہو۔ (وکذا الرسول) اور ایسے ہی رسول بھی اسی معنی میں ہے جو نبی کے بارے میں ذکر ہوا۔ لہذا نبی اور رسول اس معنی میں ایک دوسرے کے مُرادف ہوں گے۔ (وقد يخص بمن له شريعةٌ و كتابٌ)[1]

اور کبھی رسول کی تعریف میں ایک شرط لگا کر اسے خاص کر دیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو صاحبِ شریعت و کتاب ہو۔ اور نبی میں یہ شرط نہیں ہے۔

(فيكون اخص من النبى) لہذا رسول اس شرط کے ساتھ نبی سے اخص ہوگا۔ اس لیے کہ ہر رسول نبی ہوگا مگر ہر نبی رسول نہیں ہوسکتا۔ نبی ورسول کی تعریف تزییف وقبول کے ساتھ مبسوط کتابوں میں تحریر ہے اور مطولات میں یہ سب مذکور ہیں۔ یہاں چونکہ اختصار مطلوب ہے اس لیے ان بحثوں کا ذکر مناسب نہیں۔

(والولى هو العارف بالله و صفاته المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصى المعرض عن الانهماك فى اللذات والشهوات) علمائے اہل سنت وجماعت کے نزدیک ولی: ایسا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات جلال و جمال کی معرفت رکھتا ہو۔ طاعاتِ الٰہی یعنی فرائض وسنن مؤکدہ، سننِ زوائد، بلکہ نوافل اور اَوْرَاد ووظائف کی پابندی کرتا ہو۔ گناہوں، حرام کاموں، حتیٰ کہ مکروہات سے بچتا ہو، مزیدار کھانوں، دلکش پوشاکوں اور اس طرح کی دیگر لذتوں اور شہوتوں میں غلو سے کنارہ کش ہو،

لہذا اس قول پر تمام اہلِ زہد وتقویٰ، اولیاء اللہ ہوسکتے ہیں۔ اور یہ معنی شرح مقاصد میں تحریر ہے۔ اور صوفیہ کرام کے نزدیک بھی ولی اسی معنی میں ہے (ولا يبلغ عندهم الولى درجة النبى بالاجماع) اہلِ سنت کے علما ومشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی بھی ولی نبی کے مرتبہ تک نہیں

(۱) نبی اور رسول کے درمیان نسبت کا بیان ص ۲۶۸ پر ملاحظہ کریں۔

لان النبی مع ماله من شرف الولایة معصوم عن المعاصی و مامون عن سوء العاقبة بحکم النصوص القاطعة ....

لان النبی مع ماله من شرف الولایة معصوم عن المعاصی زیراچہ نبی باچیزے کہ مرا اورا است از شرف ولایت معصوم است از معاصی، ہیچ صغیرہ از وبوقوع نمی آید، چہ جاے کبیرہ۔

وولی محفوظ است نہ معصوم، صغیرہ از وبوقوع می آید، وکبیرہ نیز احیاناً جائز بود، لیکن سبق عنایت الٰہی ، واتباع نبوی اوراازو متنبہ ومتدارک می گرداند، فی الحال تائب می شود،

و مامون عن سوء العاقبة بحکم النصوص القاطعة ونیز نبی مامون است یعنی امن دادہ شدہ است اورا زسوے عاقبت کہ عبارت است اززوال رتبہ او بحکم نص ہاے قاطعہ۔

چنانچہ حق عزشانہ درکلام مجید خودخبرمی دہد کہ " انی لا یخاف لدی المرسلون "یعنی نمی ترسد ازسوے عاقبت نزدیک من مرسلاں۔ ونیز فرمود: " یوم لا یخزی الله النبی و الذین آمنوا معه "یعنی قیامت روزے است کہ مُہان[1] نمی کند حق جل وعلا نبی را، وکسانے راکہ بااوایمان آوردہ اند۔

ونیز فرمود:" ولقد سبقت کلمتنا لعبادناالمرسلین انهم لهم المنصورون وان جندنا لهم الغالبون "ومفسراں بریں اند کہ از نصرت وغلبہ دنیوی واخروی ہردومراداند، ونیز فرمودہ: انا لننصر رسلنا والذین آمنوا معه فی الحیوٰة الدنیا ویوم یقوم الاشهاد "وامثال آں نصوص قرآنی و احادیث بسیاراست،

واجماع نیز براں واقع است، ومقتضاے قیاس نیز ہماں است کہ ہرگاہ ازتبعیت وگرویدن باو، وانقیاد اوامر ونواہی او ہمہ عالم خلاصی یابد اوخود چہ ساں مامون العاقبۃ نبود۔

پس ایں حکمے است کہ دلالت می کند برثبوت او کتاب وسنت واجماع وقیاس، ودرولی ایں نیست۔ بلکہ گاہے ولی ازایمان برمی آید، وتوجہ کند سوے معصیت، چنانچہ قصہ بلعم وبرصیصا وامثال

(۱) بالضم خوار کردہ شدہ۔

پہونچ سکتا۔(لان النبی مع ما له من شرف الولایة معصوم عن المعاصی)اس لیے کہ نبی شرفِ ولایت حاصل ہونے کے ساتھ گناہوں سے معصوم ہے۔کوئی بھی گناہِ صغیرہ اس سے سرزد نہیں ہوتا چہ جائیکہ کوئی گناہِ کبیرہ صادر ہو۔اور ولی گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے مگر معصوم نہیں ہوتا۔اس سے صغیرہ کا وقوع ہو جاتا ہے اور گناہِ کبیرہ بھی کبھی سرزد ہو سکتا ہے مگر عنایت الٰہی اور اتباعِ نبوی کے باعث وہ خبردار ہو کر تدارک کی توفیق پاتا ہے،اور فوراً تائب ہو جاتا ہے۔(مامون عن سوء العاقبة بحکم النصوص القاطعة) نیز نبی قطعی نصوص کے بموجب سوئے عاقبت سے مامون ہوتا ہے۔

(سوئے عاقبت سے مراد مرتبۂ نبوت کا زوال ہے) چنانچہ حق تعالیٰ عزشانہ اپنے کلام مجید میں خبر دیتا ہے:

انی لایخاف لدیَّ المرسلون)[1] بے شک میرے حضور رسولوں کو (سوئے عاقبت کا) خوف نہیں ہوتا۔نیز فرمایا:(یوم لایخزی الله النبی والذین آمنوا معه)[2] یعنی روز قیامت جس دن کہ اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو (کنز الایمان) نیز فرمایا:

لقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انهم لهم المنصورون وان جندنا لهم الغالبون)[3] اور بے شک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے کہ بے شک انھیں کی مدد ہوگی اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب آئے گا۔(کنز الایمان)

اور مفسرین اس پر ہیں کہ نصرت سے غلبۂ دنیوی واخروی دونوں مراد ہیں۔اسی طرح کے دوسرے اور قرآنی نصوص اس معنی پر برہانِ قاطع ہیں۔اس پر حدیثیں بھی بہت ہیں،اجماع بھی اسی پر قائم ہے۔قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ جب ان کی اتباع،ان کی گرویدگی،ان کے اوامر و نواہی کی بجاآوری کے سبب پورا عالم رہائی پاتا ہے تو وہ خود کیوں کر مامون العاقبت نہ ہوں گے۔لہذا یہ ایک ایسا حکم ہے جس کے ثبوت پر کتاب وسنت،اجماع اور قیاس سب دلالت کرتے ہیں۔

اور ولی کے اندر یہ خوبی نہیں بلکہ کبھی تو ولی ایمان سے جدا ہو جاتا ہے اور معصیت پر کمر بستہ ہو جاتا ہے جیسا کہ بلعم باعور اور برصیصا[4] کا قصہ اور اسی طرح کے کچھ دوسرے قصے مشہور و معروف ہیں۔

(۱)(سورۂ نمل ۲۷/ آیت ۱۰)(۲)(سورۂ تحریم ۶۶/ آیت ۱۰)(۳)(الصافات ۳۷/ ۱۷۱)(۴) برصیصا اور بلعم باعور کا تعارف ص ۲۶۹ پر دیکھیں۔

مشرف بالوحی ومشاهدة الملك ومبعوث لصلاح العالم و نظام امر المعاش و المعاد الیٰ غير ذالك من الكمال نعم قد يقع التردد فی ان نبوة النبی افضل ام ولايته فمن قائل بالاول لما فی النبوة من معنی الوساطة بين الجانبين ....

آں معروف ومشہور است۔ مشرف بالوحی

نیز او مشرف است بوحی کہ عبارت است از اخبار الٰہی خواہ بوسیلۂ ملک، خواہ بے وسیلہ، خواہ در خواب وخواہ در بیداری، وخواہ باآواز، وخواہ بے آواز، ومشاهدة الملك ونیز او مشرف است بمشاہدۂ ملک، ومبعوث لصلاح العالم و نظام امر المعاش و المعاد، وفرستادہ شدہ است بصلاح عالم کہ بہبود ایشاناں بایشاں بیان نماید۔

و برائے انتظام و جمعیت امر معاش کہ آں عبارت است از صلاح معاملات وتعیش زندگانی دنیوی، چراکہ احکام شرعی کہ در بیع وشرا است ودر حلال وحرام، ودر عدل وظلم وقصاص، ونکاح وطلاق و عتاق وامثال آں، اگر نبی بیان نفرمودے ہر آئینہ روائح زندگانی خلائق متعسر بودے۔ بلکہ متعذر۔

وانتظام امر معاد کہ عبارت است از نشاء اخروی کہ ہمہ مبعوث خواہند گشت بارواح واجساد معاً نہ بارواح فقط چنانچہ معتقد حکما است۔ وجزائے کردار نیک وبد خواہند یافت۔ وایں بے بیان نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نمی تواں یافت۔ زیراکہ عقل مدرکِ ایں نیست۔

ولہذا رئیس حکما بوعلی سینا نیز اعتراف آں نمودہ وعلامہ ربانی ملا جلال دوانی در شرح عقاید عضدی نقل کلام او فرمودہ۔ الیٰ غير ذالك من الكمال آنچہ بالا گذشت غیر آنہا نیز در نبی کمالات بسیار اند۔ پس ظاہر شد کہ مرتبۂ ولایتِ ولی بمرتبۂ نبوتِ نبی ہرگز نرسد۔

نعم قد يقع التردد فی ان نبوة النبی افضل ام ولايته چوں ہرگاہ کہ درایں جا منشأ سوال شد کہ ولایتِ ولی خود بمرتبہ نبوت نبی نمی رسد۔ زیراچہ نبی باوجود ولایت کمالات دیگر دارد ولیکن حال ولایت نبی بانبوتش چہ ساں بود وکدامی از ہردو فاضل تر تواند بود؟

(مشرف بالوحی) نیز نبی وحی سے شرف یاب ہوتا ہے جس کا معنی ہے: اِخبارِ الٰہی کہ خدائے تعالیٰ کی جانب سے نبی تک خبر خواہ فرشتے کے واسطے سے آئے یا بلا واسطہ، چاہے خواب میں یا بیداری میں، خواہ آواز کے ساتھ یا بے آواز کے، (نبی تک آمدِ وحی الٰہی کی متعدد صورتیں ہیں انھیں صورتوں کو شارح نے ذکر کیا۔ ن، ر) (و مشاهدة الملك) نیز نبی مشاہدۂ فرشتہ سے بھی شرف یاب ہوتا ہے۔

(مبعوث لصلاح العالم ونظام امر المعاش و المعاد) نبی عالم والوں کی صلاح و درستی کے لیے بھیجے جاتے ہیں تا کہ ان سے ان کی بہبودی اور فلاح کی راہیں بیان کریں۔ یوں ہی امر معاش کی جمعیت و انتظام کے واسطے مبعوث ہوتے ہیں جو معاملات کی درستی، اور دنیا میں صحیح طور سے زندگی گزارنے سے عبارت ہے۔ کیونکہ وہ احکام شرع جو خرید و فروخت، حلال و حرام، عدل و ظلم اور قصاص، نکاح، طلاق و عتاق وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ اگر انھیں نبی بیان نہ کریں تو یقیناً خلائق کی سکون و راحت والی زندگی دشوار بلکہ محال ہو جائے

اور امر معاد کا انتظام بھی انبیاے کرام کی بعثت کا مقصود ہے جس سے مراد ہے آخرت میں دوبارہ اٹھایا جانا کہ سب اپنی روح اور جسم کے ساتھ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ ایسا نہیں کہ صرف روح کے ساتھ اٹھائے جائیں جیسا کہ حکما کا عقیدہ ہے اور پھر اپنے اچھے برے کردار و عمل کی جزا پائیں گے۔ اور یہ بات نبی کے بیان کے بغیر دریافت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ بات عقل کے ادراک سے بالاتر ہے۔ [۱]

اسی بنا پر رئیسِ حکما بوعلی بن سینا[۲] نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے اور علامۂ ربانی ملا جلال دوانی[۳] نے شرح عقائد عضدی میں اس کا کلام نقل فرمایا ہے۔ (الی غیر ذالك من الكمال) مندرجہ بالا کمالات کے علاوہ بھی نبی میں بہت سے کمالات ہوتے ہیں۔ لہذا ظاہر ہوا کہ ولی کا مرتبۂ ولایت، نبی کے مرتبۂ نبوت تک ہرگز نہیں پہونچ سکتا۔

(نعم قد يقع التردد فی ان نبوة النبی افضل اَم ولايته) اور چونکہ اس مقام پر ایک سوال پیدا ہو رہا تھا کہ ولی کی ولایت نبی کے مرتبۂ نبوت تک نہیں پہونچ سکتی۔ [۴]

(۱) (امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں: الٰہیات و نبوات اور معاد کو جو میزانِ عقل سے تولنا چاہے گا وہ لغزش کرے گا)۔ (الملفوظ ص ۲ چہارم)
(۲) تعارف ص ۲۷۰ پر دیکھیں۔ (۳) تعارف ص ۲۷۱ پر دیکھیں۔ (۴) حاشیہ ص ۲۷۱ پر دیکھیں۔

فمن قائل بالاول لما فی النبوة من معنی الوساطة بین الجانبین والقائم بمصالح الخلق فی الدارین مع شرف مشاهد ة الملك و من مائل الی الثانی لما فی الولایة من القرب و الاختصاص الذی فی النبی فی غایة الکمال ....

جواب فرمود کہ آرے ایں محل تر دداست وائمہ درواختلاف دارند۔

فمن قائل بالاول پس بسیار مردم قایل باول اند۔ کہ نبوت نبی افضل است از ولایتِ او،

لما فی النبوة من معنی الوساطة بین الجانبین از جہت امرے کہ ثابت است در نبوت از معنی وساطت جانبین، یعنی نبی وسیلۂ حق است عزشانہ بخلق، ووسیلۂ خلق است بحق۔

زیراچہ کہ حق جل وعلا درنہایت لطافت، وخلق از جہت طبایع در غایتِ کثافت بے واسطہ استفاضہ فیض از جناب حق عزشانہ نمی تواند یافت۔

پس لاجرم حق تعالیٰ از نہایتِ کرم کہ بندگان خود دارد نبی بعث کرد کہ ذو جہتین بود۔ جہتِ باطن او بحق یکساں کہ بآں جہت استفاضۂ کمالات از حق تواند کرد، وجہت ظاہر بخلق یکساں کہ بآں جہت افاضۂ انوار برایشاں تواند کرد۔

والقائم بمصالح الخلق فی الدارین وقایم است نبی بارشاد مصالح خلق کہ دنیوی اند و اخروی، مع شرف مشاهد ة الملك باشرف مشاہدۂ ملک۔

وظاہراست کہ نبی درولایت خودتوجہ بخلق ندارد، بلکہ استغراق در معارف حق وارد۔ پس باعتبار افادہ خلق نبوت افضل بوداز ولایت،

و من مائل الی الثانی وبسیار مردم میل کردہ اند بثانی، یعنی ولایت نبی افضل است از نبوت او لما فی الولایة من القرب و الاختصاص الذی فی النبی فی غایة الکمال از جہت امرے کہ ثابت است درولایت از قرب حق عزشانہ واختصاص بجنابِ [1] اقدسِ او کہ آن در نبی بغایت کمال است

(۱) نسخہ: بجانب۔

اس لیے کہ نبی کمالِ ولایت کے ساتھ وہ دوسرے کمالات بھی رکھتا ہے لیکن خود نبی کی ولایت کا حال اس کی نبوت کے ساتھ کس طور پر ہوتا ہے اور ان دونوں میں سے کون فاضل تر ہے؟ جواب عطا فرمایا کہ: ہاں یہ محل تردد ہے اور ائمہ کرام کا اس سلسلے میں اختلاف ہے (فمن قائل بالاول) تو بہت سے لوگ اول کے قائل ہیں کہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے (لما فی النبوة من معنی الوساطة بین الجانبین) اس وجہ سے کہ نبوت میں جانبین کی وساطت کا معنی ثابت ہے۔ یعنی ایک نبی حق عزشانہ کا مخلوق کے لیے وسیلہ ہے۔ اور حق عزشانہ تک مخلوق کا وسیلہ ہے۔

اس لیے کہ حق جل وعلا نہایت لطافت میں ہے اور مخلوق طبیعتوں کے اعتبار سے غایتِ کثافت میں ہے۔ حق عزشانہ کی بارگاہ سے بے واسطہ اکتسابِ فیض نہیں کرسکتی تھی[1]

لہٰذا حق تعالیٰ نے اس انتہائی کرم کی وجہ سے جو وہ اپنے بندوں پر رکھتا ہے نبی مبعوث فرمایا جو مخلوق اور خدا دونوں جہت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی جہتِ باطن حق تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے کہ اس جہت سے استفاضۂ کمالات کرتے ہیں۔ یعنی بارگاہِ خداوندی سے انوار وتجلیات وکمالات کا فیضان حاصل کرتے ہیں۔ اور ان کی جہت ظاہر مخلوق کی طرف ہوتی ہے کہ اس جہت سے مخلوق پر انوار وتجلیات کا فیضان کرتے رہتے ہیں۔ (والقائم بمصالح الخلق فی الدارین) اور نبی مصالح خلق کی ارشاد و رہنمائی کے فرائض انجام دیتے رہتے ہیں۔ اور مخلوق کی دنیاوی اور اخروی خیر وصلاح سے آگاہ کرتے ہیں۔ (مع شرف مشاهدة الملك) مشاہدہ فرشتہ کے شرف کے ساتھ۔ اور ظاہر ہے کہ نبی اپنی ولایت میں مخلوق کی جانب توجہ نہیں رکھتا۔ بلکہ حق تعالیٰ کی معرفتوں میں مستغرق رہتا ہے۔ لہٰذا افادۂ خلق کے اعتبار سے نبوت، ولایت سے افضل ہوگی۔

(ومن مائل الی الثانی) اور بہت سے لوگ ثانی کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ (لما فی الولایة من القرب و الاختصاص الذی فی النبی فی غایة الکمال) اس لیے کہ ولایت میں حق عزشانہ سے ایک قرب واختصاص ہوتا ہے جو

(۱) الملفوظ سے وساطت نبوت کا فائدہ اور مثال ص ۲۷۲ پر ملاحظہ کریں۔

بخلاف ولاية غير النبی ۔ والنبی عند اهل السنة و الجماعة من المتصوفة هو المخبر عن الحقايق الالٰهية ای عن معرفة ذات الحق و اسمائه و صفاته واحكامه ....

پس از جہتِ اصالت، ولایت نبی افضل بود از نبوت وے، زیرا چہ نبی اول بولایت می رسد و دراں مرتبہ کسب کمالات و قرب حق جل وعلا حاصل می کند۔ بعدازیں بامر الٰہی توجہ می نماید بارشاد خلائق، پس ہر یکے را جہت افضلیت پیدا شد، لاکن محققاں میل بثانی کردہ اند، بخلاف ولاية غير النبی بخلاف ولایت غیر نبی کہ درواں قربے کہ ولایت نبی دارد نیست اصلا۔ چنانچہ پیشتر بیان خواہد یافت۔ اگر نی الجملہ از قرب خالی نیست۔ پس ولایت ولی فاضل نتواند بود بر نبوت نبی، چنانچہ جاہلاں زعم کردہ اند، وایں معنی در کتب کلامیہ مثل شرح مواقف وشرح مقاصد مذکور است ۔والنبی عند اهل السنة و الجماعة من المتصوفة هو المخبر عن الحقايق الالٰهية ونبی نزدیک اہل سنت وجماعت از صوفیہ کہ صاحب مکاشفہ وعرفان اند، وواقف اسرار حقیقت آں کس است کہ مخبر باشد از حقایق الٰہیہ ای عن معرفة ذات الحق و اسمائه و صفاته واحكامه یعنی مخبر باشد از ذات حق عز شانہ واسماء وصفات او واحکام او،

وشیخ محقق سید محمد لاہ جی در شرح گلشن راز نقل فرمودہ کہ اخبار حقیقی پیش اہل تحقیق اولاً وبالذات حقیقۃ محمدی [را] است ۔علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ وازکی السلام من الملک العلام کہ مُعَبَّر بہ عقل کل وروح اعظم، وعقل اول، ومظہر ابداع، وقلم است کہ مبعوث است بجہت انبیا، بے واسطہ بسوے نفس کل، و بواسطہ بسوے نفس جزئیہ، پس نبوت ہر نبی از انبیا من لدن آدم الیٰ عیسیٰ علیہم التحیۃ والسلام مظہریست ازاں مظاہر نبوت حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ پس نبوت او باعتبار عمل نہ باعتبار حقیقت اوّلی و ذاتی ودائمی باشد ونبوت سائر انبیا باعتبار عمل بدو عرضی، ونائبی(۱) قابل زوال ونسخ، ازیں جہت شریعت او

(۱) نسخہ: (نیابی)

نبی کو بغایت کمال حاصل ہوتا ہے۔

لہذا اصل ہونے کے سبب نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہوگی۔اس لیے کہ نبی پہلے ولایت تک پہونچتا ہے۔اس مرتبہ میں کمال اور حق جل وعلا کا قرب حاصل کرتا ہے اس کے بعد بہ امر الٰہی مخلوقات کی رہنمائی کی طرف توجہ فرماتا ہے۔اس طرح ہر ایک کے لیے جہت افضلیت ظاہر ہوئی۔لیکن محققین کا میلان ثانی کی طرف ہے۔(بخلاف ولاية غير النبى) غیر نبی کی ولایت میں یہ بات نہیں، اس لیے کہ اس میں وہ قرب جو نبی کی ولایت میں ہوتا ہے اصلاً نہیں۔جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔اگر چہ فی الجملہ قرب سے خالی نہیں ہے پھر بھی ولی کی ولایت، نبی کی نبوت سے افضل نہیں ہوسکتی جیسا کہ جاہلوں نے گمان کیا ہے۔اور یہ معنی علم کلام کی کتابوں میں جیسے شرح مواقف، شرح مقاصد وغیرہ میں مذکور ہے۔

(والنبى عند اهل السنة و الجماعة من المتصوفة هو المخبر عن الحقائق الالٰهية) اور اہل سنت وجماعت میں صوفیۂ کرام ہیں جو صاحبانِ مکاشفہ وعرفان اور واقفانِ اسرارِ حقیقت ہیں ان کے نزدیک نبی وہ شخص ہے جو حقائق الٰہیہ کی خبر دینے والا ہو (جیسا کہ نبأ خبر کے معنی کا پتہ دیتا ہے) (اى عن معرفة ذات الحق و اسما ئه وصفاته واحكامه) یعنی وہ حق عز شانہ کی ذات، اسماء، اس کی صفات، اور اس کے احکام کی خبر دینے والا ہو۔

اور شیخ محقق سید محمد لاہ جی نے شرح گلشنِ راز میں نقل فرمایا کہ اہلِ تحقیق کے نزدیک اخبار حقیقی اولاً وبالذات حقیقت محمدی کے لیے ہے۔علی صاحبہا افضل الصلاۃ وازکی السلام من الملک العلام۔جس کی تعبیر عقلِ کل، روحِ اعظم، عقلِ اول، مظہرِ ابداع اور قلم سے ہے۔جو انبیا کی طرف مبعوث ہے نفس کل کی جانب بے واسطہ اور نفس جزئی کی جانب بواسطہ۔لہذا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاے کرام میں سے ہر نبی کی نبوت حقیقتِ محمدی کی نبوت کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔لہذا حضور کی نبوت باعتبار عمل، نہ باعتبار حقیقت، اوّلی، ذاتی، اور دائمی ہے۔اور باقی تمام انبیاے کرام کی نبوت اس پر عمل کے اعتبار سے عرضی، نائبی، اور قابل زوال ونسخ۔اسی وجہ سے حضور کی

والنبوة علی قسمین - نبوة التعریف و نبوة التشریع - فالاولیٰ الانباء عن معرفة الذات و الصفات و الاسماء والثانیة........................

ناسخ جمیع شرائع آمد کہ لاحکم للنائب عند حضور المناب عنہ۔ وایں معنی رابلسان حال وے فرمودہ:

وکلھمّ عن سبق معنای دائر	بدائرتی او وارد من شریعتی
و مامنھمّ الا و قد کان داعیا	بہ قومہ للحق عن تَبَعِیّتی
وجُل خصالی دون تکلیف ظاھر	ختمت بشرعی وَضُعَ کل شریعة

وخلاف در تعریف نبی و رسول میان علمائے ظاہر و صوفیہ لفظی است ازیراچہ جمیع انبیا نزدیک ہمہ موصوف بحالتین بودہ اند بیان ظاہر شریعت، بعوام فرمودند، وکشف اسرار حقیقت برخواص نمودند، وہیچ کدامے از تعریفین نہ اخص از دیگرے، ونہ اعم، زیراچہ از ہیچ احدے از علما وصوفیہ انکار ہیچ فردے از نبی منقول ومروی نشد۔ بلکہ او کفر است وضلال نزد ہمہ۔ چنانچہ آیہ کریمہ ”لا نفرق بین احد من رسلہ“ مشعر بآن است۔

والنبوة علی قسمین ونبوت بر دو قسم است، نبوة التعریف ، یکے نبوت تعریفی است کہ ثابت است مر جمیع انبیا را علیہم السلام، و نبوة التشریع ودیگر نبوت تشریعی کہ ثابت است مر انبیاء مرسل را۔

وباید دانست کہ ایں ہر دو قسم متباین نیستند بلکہ اول داخل است در ثانی، پس ثانی اخص بود واول اعم۔ چنانچہ از تعریف ہر دو مفہوم خواہد شد۔ فالاولیٰ الانباء عن معرفة الذات و الصفات و الاسماء پس اولیٰ یعنی نبوت تعریفی عبارت است از خبر کردن معرفت ذات حق عز شانہ وصفات او و اسماء او، بروجہ ظاہر اہل عوام را، و بروجہ حقیقت زمرۂ خواص را، وایں وظیفۂ جمیع انبیا است۔ والثانیة

(۱) نسخہ: (بود)

شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ بن کر آئی، کہ: لا حکم للنائب عند حضور المناب عنه مناب عنه کی موجودگی میں نائب کا کوئی حکم نہیں ہوتا۔ اس معنیٰ کو بہ زبان حال یوں فرمایا:

وکلهمْ عن سبق معنای دائر بدائرتی او وارد من شریعتی

ومامنهمْ الا وقدکان داعیا به قومه للحق من تَبَعِیَّتی

وجلّ خصالی دون تکلیف ظاهر ختمت بشرعی وَضُعَ کل شریعة

علمائے ظاہر اور صوفیہ کے درمیان نبی اور رسول کی تعریف میں اختلاف لفظی ہے۔ اس لیے کہ سب کے نزدیک تمام انبیائے کرام دونوں حالتوں سے موصوف ہوا کرتے ہیں۔ ظاہر شریعت کا بیان عوام سے کرتے ہیں۔ اور اسرار حقیقت کی عقدہ کشائی خواص کے سامنے کرتے ہیں۔ دونوں تعریفوں میں کوئی بھی ایک دوسرے سے نہ اخص ہے نہ اعم۔

اس لیے کہ علما اور صوفیہ میں سے کسی ایک سے بھی نبی کے کسی فرد کا انکار منقول و مروی نہ ہوا۔ بلکہ وہ کفر و گمراہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ (لانفرق بین احد من رسله)(۱) (ہم رسولوں کے درمیان کسی کے ساتھ فرق نہیں کرتے) اسی بات کا پتہ دے رہی ہے۔

(والنبوة علی قسمین) نبوت کی دو قسمیں ہیں۔ (نبوة التعریف) ایک قسم نبوتِ تعریفی ہے جو تمام انبیائے کرام کے لیے ثابت ہے (و نبوة التشریع) دوسری قسم نبوتِ تشریعی ہے جو انبیائے مرسلین کے لیے ثابت ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ دونوں قسمیں متباین نہیں ہیں۔ بلکہ پہلی قسم دوسری قسم میں داخل ہے۔ لہذا ثانی اخص اور اول اعم ہے۔ جیسا کہ دونوں کی تعریف سے سمجھا جا سکے گا۔ (فالاولیٰ الانباء عن معرفة الذات و الصفات والاسماء) تو پہلی قسم یعنی نبوتِ تعریفی: اس سے مراد ہے نبی کا حق عز شانہ کی ذات، اس کی صفات، اس کے اسما کی معرفت کی خبر دینا۔ ظاہر صورت پر عوام کے لیے، اور بر وجہ حقیقت خواص کے لیے بیان کرنا۔ اور یہ تمام انبیائے کرام کا کام ہے۔ (والثا نیة جمیع ذالك مع

(۱) (آیت ۲۸۵ سورۂ بقرہ)

جمیع ذالك مع تبليغ الاحكام والتاديب بالاخلاق والتعليم بالحكمة والقيام بالسياسة و
يخص هذه بالرسالة و الولى هو القايم بالحق عند الفناء عن نفسه وذالك.........

جميع ذالك مع تبليغ الاحكام والتاديب بالاخلاق والتعليم بالحكمة والقيام بالسياسة و دومی یعنی نبوت تشریعی عبارت است از جمیع آں چہ در اول مذکور است با امر زاید کہ آں تبلیغ احکام است، وتادیب باخلاق، وتعلیم بحکمت، وقیام بسیاست۔ وایں وظیفۂ رسل است۔ و يخص هذه بالرسالة وخاص است نبوت بایں معنی بر سالت۔ پس نزد صوفیہ نیز رسول اخص شد از نبی۔

وباید دانست کہ خلاف در ولی میان علما وصوفیہ معنوی است۔ زیرا چہ ولی نزد علما اعم است از آں چہ نزد صوفیہ است۔ زیرا کہ ایشاں فنا شرط کردہ اند در ولایت، ونزد علما شرط نیست۔ چنانچہ تعریف آں بیان می کند و الولى هو القايم بالحق عند الفناء عن نفسه وولی نزد ایں طائفہ قدس اللہ اسرارھم آں کہ قائم بود بحق عز شانہ نزدیک فنا از ذات خود۔ وفنا نزد ایشاں عبارت از آنست کہ بواسطہ استیلا وغلبۂ ظہور ہستی حق بر باطن سالک بماسوائے او شعور نماند۔ وبعضے شرط کردہ اند کہ فناء الفنا نیز حاصل شدہ باشد۔ وآں عبارت از آن کہ باآں بے شعوری ہم شعور نماند۔ ومحققاں بر آنند کہ فناء الفنا مندرج است در فنا۔ زیرا کہ صاحب فنا را اگر بفنائے خود شعور باشد صاحب فنا نباشد، بجہت آن کہ صفت فنا وموصوف آن نیز از قبیل ماسوائے حق اند سبحانہ پس شعور باآں منافی فنا باشد، ازیں جہت گفتہ اند

ازیں ساں کہ فنائے خویشتن می خواہی | از خرمن ہستیت جوے کے کاہی [1]
تا یک سر موے زخویشتن آگاہی | گردم زپے از راہ فنا گمراہی [2]

وقیام بحق نزدیک ایشاں عبارت است از استقامت نزدیک بقا باللہ بعد از فنا وعبور از ہمہ منازل، وسیر کردن از حق بحق در حق ببر آمدن از رسوم بالکلیہ کذا فی الاصطلاحات الکاشیۃ، وذالك

(۱) نسخہ الف: میں یوں ہے: نہ ہناز کہ بفنائے خویشتن می خواہی | از خرمن ہست جوے کے کاہی
(۲) نسخہ: تا یک سر موے خویشتن آگاہی | گردم زپے از رہ فنا گمراہی

تبلیغ الاحکام و التأدیب بالاخلاق والتعلیم بالحکمة والقیام بالسیاسة) قسمِ دوم: یعنی نبوتِ تشریعی سے مراد قسمِ اول میں مذکور تمام امور کے علاوہ کچھ زائد امور جیسے احکام الٰہیہ کی تبلیغ، اخلاقیات کی تعلیم، حکمت و دانائی کی تعلیم اور انتظامِ سیاست وغیرہ، یہ رسولوں کا کام ہے۔(ویخص هذه بالرسالة) اور نبوت اس معنی میں رسالت کے ساتھ خاص ہے۔تو صوفیہ کے نزدیک بھی رسول، نبی سے اخص ہوا۔

جاننا چاہیے کہ علما اور صوفیہ کے درمیان ولی کے سلسلے میں اختلاف معنوی ہے۔اس لیے کہ ولی علما کے نزدیک اس سے اعم ہے جو صوفیہ کے نزدیک ہے۔اس لیے کہ ان لوگوں نے ولایت میں فنا کو شرط قرار دیا ہے۔اور علما کے نزدیک شرط نہیں۔جیسا کہ اس کی تعریف کر رہے ہیں (والولی هوالقائم بالحق عند الفناء عن نفسه) ولی اس گروہ (قدس الله اسرارهم) کے نزدیک وہ شخص ہے جو اپنی ذات سے فنا ہو کر حق عزشانہ کے ساتھ قائم ہو۔اور فنا ان کے نزدیک اس سے عبارت ہے کہ سالک کے باطن پر ہستی حق کے ظہور کا اس قدر غلبہ اور تسلط ہو کہ اُسے اس کے ماسوا کا شعور نہ رہے۔

اور بعض نے شرط قرار دیا کہ اسے فناء الفنا بھی حاصل ہو جائے۔فناء الفنا کا مطلب یہ ہے کہ اسے اس بے شعوری کا بھی شعور نہ رہے۔مگر محققین اس پر ہیں کہ فناء الفنا، فنا میں مندرج ہے۔اس لیے کہ صاحبِ فنا کو اگر اپنی فنا کا شعور ہو جائے تو وہ صاحبِ فنا نہ ہوگا۔اس وجہ سے کہ صفتِ فنا اور اس کا موصوف بھی ماسوائے حق سبحانہ کی قبیل سے ہیں۔لہذا اس کا شعور فنا کے منافی ہوگا۔اسی وجہ سے لوگوں نے کہا ؎

ترجمہ شعر: اس انداز سے اگر اپنی فنا چاہتا ہے تو اپنے خرمنِ وجود سے تو ایک جو بھی نہ گھٹا سکے گا (سارے وجود کو فنا کرنا تو در کنار) فنا کی راہ میں بال برابر بھی خود آگاہی میرے نزدیک راہِ فنا سے گم راہی ہے۔

اور صوفیہ کے نزدیک قیام بحق کا مطلب یہ ہے کہ سالک کو فنا اور تمام منزلیں طے کر لینے کے بعد بقا باللہ پر استقامت حاصل ہو اور تمام رسوم سے بالکلیہ باہر آ کر اس کی سیر حق سے حق کی جانب، حق میں ہو۔ایسا ہی اصطلاحاتِ کاشیہ میں ہے۔[1]

(۱) صاحب اصطلاحات کاشیہ کا تعارف ص ۲۷۳ پر۔

بتولی الحق اياه حتى يبلغه غاية مقام القرب و التمكين واجمع اهل المعرفة على ما نقل عنهم صاحب التعرف ان بين الرسل تفاضلاً و لم يعين الفاضل لقول النبی ﷺ "لا تخيروا بين الانبياء "واوجبوا فضل محمدصلى الله تعالى عليه وسلم بالخبر وهو قوله صلى الله عليه وسلم " انا سيد ولد آدم و لا فخر " ....

بتولی الحق اياه ،وآں بسبب تولی حق است بآں ولی حتى يبلغه غاية مقام القرب و التمكين تا می رساند آں را بمرتبۂ نہایت مقام قرب وتمکین کہ اورااز وبرآوردہ وبخودمی رساند۔

وتمکین عبارت ازآن است کہ از صفات متضادہ جمالی وجلالی تغیر دراحوال اونرود۔

واجمع اهل المعرفة على ما نقل عنهم صاحب التعرف ان بين الرسل تفاضلاً۔ اجماع کردہ اہل معرفت بنابراں کہ نقل کردہ است از ایشاں صاحب تعرف بریں کہ تحقیق میان رُسُل تفاضل است ۔بعضے از بعضے فاضل اند لقولہ عزوجل " و لقد فضلنا بعض النبيين على بعض " ازیں جہت کہ فرمودحق عزوجل کہ تحقیق فضل دادیم ما بعض انبیا را بر بعضے۔ و قوله "تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض " وفرمودکہ آں رسل فضل دادیم ما بعض ایشاں را بر بعضے ۔

و لم يعين الفاضل لقول النبی ﷺ "لا تخيروا بين الانبياء " وتعین کردہ نشدہ است فاضل راکہ فلاں فاضل است از جہت آن کہ فرمودحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم وفضل ندہید بعض انبیارا بربعض بتعین کہ فلاں فاضل است برفلاں۔

واوجبوا فضل محمدصلى الله تعالى عليه وسلم بالخبر وواجب کردہ اند فضل سرور کائنات را برسائر انبیا صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین بحدیث۔

وهو قوله صلى الله عليه وسلم " انا سيد ولد آدم و لا فخر " وآں قول حضرت رسالت است صلی اللہ علیہ وسلم کہ من سید فرزندان آدم ام وہیچ فخر نیست یعنی ایں رااز جہت فخر نمی گویم

(۱) الف: ایں کہ من می گویم کہ من بزرگ وصاحب ام فرزندان آدم را۔

(وذالك بتولى الحق اياه حتى يبلغله غاية مقام القرب والتمكين) اور یہ اس طرح کہ خود حق اُس ولی کا والی ونگہبان ہو جائے یہاں تک کہ اُسے مقام قرب وتمکین کی انتہا تک پہونچادے۔

اور تمکین اس بات سے عبارت ہے کہ جلالی اور جمالی متضاد صفتوں کے سبب اس کے احوال میں تغیر واقع نہ ہو۔

(واجمع اهل المعرفة على ما نقل عنهم صاحب التعرف ان بين الرسل تفاضلا) اہل معرفت کا۔ جیسا کہ صاحبِ " تعرُّف "[۱] نے ان سے نقل کیا ہے۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ رسولوں کے درمیان تفاضل ہے۔ یعنی بعض بعض سے افضل ہیں۔ [۲]

چونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (" ولقد فضلنا بعض النبيين على بعض "[۳] بے شک ہم نے بعض انبیا کو بعض پر فضیلت بخشی۔ یونہی اس کا ارشاد ہے (تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض)[۴] یہ رسولوں کی جماعت ہے کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشی۔ (ولم يعين الفاضل لقول النبى ﷺ لاتخير وا بين الانبياء)[۵] اور فضیلت والے کو متعین نہیں کیا گیا کہ فلاں ہے۔ اس سبب سے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"بعض انبیا کو بعض پر معین طور پر فضیلت نہ دو" کہ فلاں نبی فلاں سے افضل ہے۔ (واَ وَجبُوا فضل محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالخبر) اور انھوں نے حدیث نبوی کی بنا پر تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کو واجب قرار دیا ہے (وهو قوله صلى الله عليه وسلم انا سيد ولد آدم ولا فخر)[۶] اور وہ حدیث یہ ہے:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ یعنی میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ بلکہ حق عز شانہ کے حکم کی بجا آوری کی بنا پر کہ اس نے فرمایا: "واما بنعمة ربك فحدث" اپنے رب کی نعمتوں کا خوب خوب چرچا کرو۔ اور اس کو ملحوظ رکھ کر غیر نبی کے لیے بھی اظہار فضائل شریعت و

(۱) تعارف ص ۳ ۲۷ پر۔ (۲) ص ۳ ۲۷ پر دیکھیں۔ (۳) سورہ اسرا، ۱۷ آیت ۵۵۔ (۴) سورہ بقرہ ۲ آیت ۵۳۔ (۵) تفسیر قرطبی ۳/ ۲۶۱۔ (۶) ترمذی۔

"وآدم و من دونه تحت لوائی و لا فخر" و سائر الاخبار التی جاء ت فی ذالك و قول الله تعالیٰ " كنتم خير امة اخرجت للناس "فلما كانت امته خير الامم وجب ان يكون نبينا خير الانبياء و سائر ما فی القرآن من الدلائل عن فضله صلی الله عليه وسلم وان الرسل صلوات الله عليهم افضل البشر جميعا وليس فی البشر من يوازی الانبياء فی الفضل ، لا صديق ، و لا ولی ، ولا غيرهم وقال النبی ﷺ..........................

بلکہ بنا بر امتثال امر حق است عز شانہ کہ فرمودہ "واما بنعمة ربك فحدث "واظہار فضائل بایں ملاحظہ مر غیر نبی را نیز در شریعت وطریقت جائز داشتہ اند، "وآدم و من دونه تحت لوائی و لا فخر " وحدیث دیگر آنست کہ فرمود: آدم وکسے کہ تحتِ اواست یعنی ہمہ فرزندان اودرتہِ عَلَمِ من اند، ونیست ہیچ فخرے۔ و سائر الاخبار التی جاء ت فی ذالك وہمہ اخبار ہا کہ آمدہ اند درفضیلت آں سرور صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ و قول الله تعالیٰ " كنتم خير امة اخرجت للناس "واز جہت قول حق تعالیٰ درحق امت حضرت رسالت پناہ فرمود کہ بودید شما بہترین امت درعلم ما کہ برآوردہ شدہ اید برائے مردماں، فلما كانت امته خير الامم وجب ان يكون نبينا خير الانبياء پس ہرگاہ کہ امت آں حضرت بہترین امتہائے دیگر بود لازم آمد کہ نبی ما صلوات اللہ وسلامہ علیہ بہترین سائر انبیا بود صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ چنانچہ مقتضائے الافضل للافضل ہمیں است ۔و سائر ما فی القرآن من الدلائل عن فضله صلی الله عليه وسلم ،وہمہ چیزہا کہ واقع است درقرآن از دلائل کہ انبا می کنند از فضل سرور کائنات بر ہمہ انبیا صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم۔

وان الرسل صلوات الله عليهم افضل البشر جميعاً ونیز اجماع واقع شدہ برایں کہ انبیا صلوات اللہ علیہم افضل کل بشر اند۔وليس فی البشر من يوازی الانبياء فی الفضل ، لا صديق ، و لا ولی ، ولا غيرهم ،ونیست در بشر ہیچ فردے کہ مقابل بود انبیا را در فضل نہ صدیق ونہ ولی ونہ غیر ایشاں ۔ وخواست کہ برائے ثبوت ایں دعویٰ مستندے فرماید از حدیث پس فرمود: وقال النبی ﷺ

طریقت کے اندر جائز قرار دیا گیا ہے (آدم ومن دونه تحت لوائی ولا فخر)[۱] اور دوسری حدیث یہ ہے کہ انھوں نے فرمایا: آدم اور وہ لوگ جو ان کے تحت ہیں یعنی تمام فرزندان آدم میرے پرچم تلے ہیں اور کوئی فخر نہیں (وسائر الاخبار التی جاء ت فی ذالك) اور وہ تمام حدیثیں جو آں سرور علیہ السلام کی فضیلت میں آئی ہیں۔(وقول الله تعالیٰ: كنتم خير امة اخرجت للناس)[۲] اور اس بنا پر کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بارے میں فرمایا کہ تم ہمارے علم میں بہترینِ امت تھے کہ لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو۔[۳]

(فلما كانت امته خير الامم وجب ان يكون نبينا خير الانبياء) لہٰذا جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دوسری تمام امتوں میں بہترین ہوئی تو لازم ہے کہ ہمارے نبی صلوات اللہ علیہ وسلامہ تمام انبیا میں بہترین ہوں۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

جیسا کہ الافضل للافضل (بہتر برائے بہتر) کا تقاضا ہے۔(وسا ئر ما فی ا لقرآن من الدلائل عن فضله صلى الله عليه وسلم) اور قرآن میں وارد وہ سبھی امور جو سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت پر دلالت کرنے والے ہیں۔

(وان الرسل صلوات الله عليهم افضل البشر جميعا) اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

(وليس فی البشر من يوازی الانبياء فی الفضل لا صديق ولاولی ولا غيرهم) اور انسانوں میں کوئی ایسا فرد نہیں جو فضل اور مرتبے میں انبیائے کرام کے مقابل اور برابر ہو سکے، نہ کوئی صدیق، نہ کوئی ولی، نہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا۔

پھر مصنف نے چاہا کہ اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے حدیث سے استناد فرمائیں تو انھوں نے

(۱) انظر سنن الترمذی۔ (۲) سورہ آل عمران آیت ۱۱۰۔ (۳) (تو امت کو خیر امت اور امتِ وسط قرار دیا" جعلنكم امة و سطا" میں (آیت ۱۴۳/سورۂ بقرہ)

صلی الله علیه وسلم لعلی " هذان سیدا کهول اهل الجنة من الاولین و الآخرین الا النبیین و المرسلین "۔یعنی ابا بکر و عمر رضی الله عنهما فاخبر صلی الله علیه وسلم انهما خیر الناس بعد النبیین وقال ابو یزید ا لبسطامی : آخر نهایات الصدیق اول احوال الانبیاء علیهم السلام "ولیس لنهایات الانبیاء غایة تدرك..................

صلی الله علیه وسلم لعلی " هذان سیدا کهول اهل الجنة من الاولین و الآخرین الا النبیین و المرسلین "۔ فرمود سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام مر امیر المومنین علی کرّم اللہ وجہہ را کہ ایں ہر دو یعنی امیر المومنین ابوبکر الصدیق ، و امیر المومنین عمر الفاروق بہترین پیرانِ اہل جنت انداز اولان و آخراں غیر انبیا و رسل، یعنی ابا بکر و عمر رضی الله عنهما یعنی مراد از لفظِ "هذان" کہ دلالت می کند بر دو فرد حضرت صدیق و فاروق اند رضی اللہ تعالیٰ عنہما فاخبر صلی الله علیه وسلم انهما خیر الناس بعد النبیین پس خبر داد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضرت صدیق و حضرت فاروق رضی اللہ عنہما بہترین مردم اند بعد انبیا۔ پس معلوم شد کہ غیر نبی را بر نبی فضل نیست ، ہر چند صدیق بود یا ولی۔ و بعد از اثبات مدعا بحدیث ، اثبات فرمود با قوال ائمہ کبار و فرمود :وقال ابو یزید ا لبسطامی : آخر نهایات الصدیق اول احوال الانبیاء علیهم السلام" فرمود شیخ محقق عارف باللہ ابو یزید بسطامی کہ سر سلسلہ مشائخ کبار است قدس اللہ تعالیٰ سرہ و اسرارہم و نور قلوبنا بانوارہ و انوارہم کہ آخر نہایات صدیقین اول احوال انبیا است علیہم السلام ولیس لنهایات الانبیاء غایة تدرك ونیست نہایات انبیا را غایتے کہ تواں ادراک کرد۔ یعنی رتبہ نبی را ہیچ ولی تصور و خطور ہم نکردہ یافت خود کجا بود۔

وچوں در قول اول نفی وقوع فرمود خواست کہ نفی امکان نیز فرماید ازیں جہت نقل کرد قول دیگر را و فرمود: وقال ایضا لو بدا للخلق من النبی صلی الله علیه وسلم ذرة لم یقم لها ما دون العرش و نیز فرمود: کہ اگر ظاہر شود مر خلق را از رتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ذرہ قیام نمی تواند نمود او را ہر چہ

فرمایا(وقال النبی ﷺ لعلیؓ هذان سیدا کهول الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین و المرسلین) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا کہ یہ دونوں (یعنی امیر المومنین حضرت ابوبکر اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہما) اولین وآخرین اہلِ جنت کے بوڑھوں کے سردار اور سب میں بہترین ہیں مگر انبیاو مرسلین کے علاوہ(یعنی ابابکر وعمر رضی الله عنهما)[1]۔ یعنی لفظ" هذان "جو کہ دو فرد پر دلالت کرتا ہے اس سے حضور کی مراد حضرت صدیق وفاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما(فاخبر صلی الله علیه وسلم انهما خیر الناس بعد النبیین) تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما "انبیا کے بعد" تمام لوگوں میں بہتر ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ غیر نبی کو نبی پر فضیلت نہیں ہے خواہ صدیق ہو یا ولی۔

اور حدیث سے اثبات مدعا کے بعد ائمۂ کبار کے اقوال سے اثبات فرماتے ہوئے کہا:وقال ابو یزید البسطامی آخر نهایات الصدیقین اول احوال الانبیاء علیهم السلام) اور شیخ محقق عارف باللہ حضرت ابویزید بسطامی[2] جو سلسلۂ مشائخ کبار کے سردار ہیں قد س ا الله سره واسرارهم ونورقلوبنا بانواره و ا نوا رهم نے فرمایا کہ صدیقین کی آخری حد انبیاء کرام کے احوال کی ابتدا ہے۔(ولیس لنهایات الانبیاء غایة تدرك) اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نہایات کے لیے کوئی غایت نہیں جس کا ادراک ہو سکے۔ یعنی رتبۂ نبی کو کوئی ولی تصور اور خیال میں نہیں لا سکتا تو وہاں خود اس کی رسائی کیا ہوگی۔ قولِ اول میں وقوع کی نفی فرمائی ہے اب چاہا کہ امکان کی بھی نفی فرمائیں اس لیے حضرت بایزید کا ایک دوسرا قول نقل فرمایا:۔

(وقال ایضا لوبدا للخلق من النبی ذرة لم یقم لها مادون العرش) نیز انھوں نے فرمایا کہ اگر مخلوق کے لیے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے رتبہ سے ایک ذرہ ظاہر ہو جائے تو اس کے لیے وہ تمام چیزیں جو عرش کے نیچے ہیں یعنی تمام عالم قائم نہ رہ سکیں۔

(۱) انظر سنن الترمذی ۵/۶۱۰/ وسنن ابن ماجہ ۱/۳۶۔ (۲) تعارف ص ۲۵۷ پر دیکھیں۔

وقال : مامثل معرفة الخلق و علمهم بالنبى عليه السلام الا مثل نداوة تخرج من راس الزق المربوط..............................

در تہ عرش است یعنی جمیع عالم۔ وچوں خواست کہ بیان کند نسبت رتبۂ جمیع خلایق را با رتبۂ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نقل فرمود قول ثالث را وگفت: وقال : مامثل معرفة الخلق و علمهم بالنبى عليه السلام الا مثل نداوة تخرج من راس الزق المربوط . یعنی وگفت شیخ محقق نیست مَثَل شناخت خلق ودانش ایشاں بنسبت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مگر مثل تری ایست[1] کہ برآمدہ باشد از سر مشک کہ بربستہ بود۔

ومحقق جامی قدس سرہ السامی در شواہد النبوۃ از ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ چنیں نقل فرمود کہ ادنیٰ مراتب مرسلین اعلیٰ مراتب انبیا است۔ وادنیٰ مراتب انبیا اعلیٰ مراتب صدیقاں است انتہی[2] وادنیٰ مراتب صدیقاں اعلیٰ مراتب شہدا است، وادنیٰ مراتب شہدا اعلیٰ مراتب صالحانست، وادنیٰ مراتب صالحاں اعلیٰ مراتب مومنانست۔ انتہیٰ۔

وحکایت لطیف در بیان مرتبۂ نبوت۔

عالم معالم ربانی، وعارف معارف سبحانی مولانا عصام الدین در حاشیۂ بیضاوی نوشتہ اند در تفسیر قول حق جل وعلا فی حق آدم وحوا علیہما السلام " و لا تقربا هذه الشجرة " کہ من در بعضے تفاسیر دیدم کہ مراد ازیں شجرۂ منہیہ شجرۂ علم است۔ من متأمل بودم در تحقیق ایں سخن مدتے کہ دیدم.......... ....انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پس بایشاں ملاقی شدم و پرسیدم از ایشاں از شجرۂ علم کہ منہی شدہ بودند از قرب او چہ حقیقت دارد فرمودند کہ شان من در معرفت حق تعالیٰ مشاہدۂ او بود، وممنوع بودیم از توجہ سوے او بدون مشاہدہ بایں کہ مکتفی بعلم باشم، پس یک مرتبہ از من مشاہدہ واقع شد واکتفا بعلم کردیم، ایں بلا برسرم آمد کہ معاتب شدیم واز جنت مخرج شدیم، انتہیٰ۔ ازیں جا معلوم می شود مرتبۂ

(۱) الف: مثل نداوتست۔ (۲) نسخہ الف میں بس اتنا ہی ہے اور ادنی کی جگہ اول لکھا ہے)

اب انھوں نے پوری خلائق کے مرتبے کی نسبت نبی علیہ السلام کے رتبے کے ساتھ بیان کرنی چاہی اس لیے حضرت بایزید کا ایک تیسرا قول نقل فرمایا اور کہا (وقال وما مثل معرفة الخلق وعلمهم بالنبی علیہ السلام الا مثل نداوة یخرج من راس الزق المربوط) یعنی شیخ محقق نے کہا کہ مخلوق کے علم و معرفت کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی بہ نسبت مماثلت نہیں مگر اس تری کی طرح جو اس مشک کے سرے سے نکل رہی ہو جو باندھ کر لٹکا دی گئی ہو۔

محقق جامی قدس سرہ السامی [۲] نے شواہد النبوۃ میں ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح نقل فرمایا کہ مراتبِ مرسلین کا ادنیٰ مرتبہ انبیا کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اور مراتبِ انبیا کا ادنی درجہ صدیقوں کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اور مراتبِ صدیقین کا ادنیٰ درجہ مراتبِ شہدا کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اور مراتبِ شہدا کا ادنیٰ درجہ مراتبِ صالحین کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اور مراتبِ صالحین کا ادنیٰ درجہ مراتبِ مومنین کا اعلیٰ درجہ ہے۔ (انتہیٰ)

❁ مرتبۂ نبوت کے بیان میں ایک لطیف حکایت ❁

عالمِ معالمِ ربانی، عارفِ معارفِ سبحانی، مولانا عصام الدین [۳] نے حاشیۂ بیضاوی میں زیرِ قولِ خدا بہ حقِ آدم وحوا علیہما السلام ” ولا تقربا هذه الشجرة “ تحریر فرمایا کہ میں نے بعض تفسیروں میں دیکھا کہ اس شجرہ مَنْہِیَّہ سے مراد شجرۂ علم ہے۔ میں ایک مدت تک اس بات کی تحقیق کے لیے تأمل میں پڑا رہا کہ ایک دفعہ خواب میں یا کشف میں .... آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا، میں نے ادب سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا کہ شجرِ علم جس کے قرب سے روکا گیا اس کی کیا حقیقت ہے؟ فرمایا کہ حق تعالیٰ کی معرفت میں میرا حال اس کے مشاہدہ کا تھا اور ہمیں بغیر مشاہدہ صرف علم پر اکتفا کرتے ہوئے اس کی جانب توجہ سے روک دیا گیا تھا۔ ایک مرتبہ مجھ سے صرف علمی مشاہدہ پر اکتفا واقع ہوا تو یہ بلا سر پر آئی کہ ہم عتاب میں پڑے اور جنت سے نکال دیے گئے۔ (انتہیٰ) [۴]

(۱) تعارف ص ۲۴۴ پر دیکھیں۔ (۲) تعارف ص ۲۴۴ پر دیکھیں۔ (۳) تعارف ص ۴۲۷ پر دیکھیں۔ (۴) وادنی مراتبِ صدیقاں سے یہاں تک نسخہ ب میں زائد ہے۔ ہوسکتا ہے کسی نے اضافہ کیا ہو۔ اس لیے کہ جب یہ معاملہ حضرت آدم وحوا دونوں کے ساتھ تھا تو اس کا تعلق کسی مرتبۂ ولایت سے ہوگا مرتبۂ نبوت سے خاص نہ ہوگا۔ لہذا مرتبۂ ولایت پر مرتبۂ نبوت کی تفضیل کے ثبوت میں اسے پیش کرنا درست نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں ظاہر قرآن سے اس کی تطبیق بہت دشوار ہے۔

وقال صاحب الفصوص فی فص حکمة قدریة فی کلمة عُزیریة فاذا سمعت آخرا من اهل الله یقول او ینقل الیك عنه انه قال الولایة اعلیٰ من النبوة فلیس یرید ذالك القائل الا ما ذکرنا او یقول ان الولی فوق النبی و الرسول فانه یعنی بذالك فی شخص واحد وهوان الرسول من حیث هو ولی اتم منه من حیث هو نبی و رسول...........

نبی از ولی ۔او وقال صاحب الفصوص فی فص حکمة قدریة فی کلمة عُزیریة وفرمود شیخ محقق عارف باللہ شیخ محی الدین ابن عربی صاحب فصوص کہ اول اظہار اشارات اسرار توحید او نمودہ، اول کشف حقائق بعبارات او فرمودہ، قدس اللہ روحہ واوصل الینا فتوحہ در مبحث کہ عنوان او چنیں است فص حکمة قدریة فی کلمة عزیریة فاذا سمعت آخرا من اهل الله یقول او ینقل الیك عنه انه قال الولایة اعلیٰ من النبوة فلیس یرید ذالك القائل الا ما ذکرنا پس ہر وقتے کہ شنوی آخراً یعنی در کمالیت ۔ وایں لفظ ''آخراً'' در بعضے کتب مبدل است بلفظِ ''احداً''، ومعنی وے ظاہر است ۔ از اہل اللہ کہ بگوید یا نقل کردہ شود سوے تو از وکہ او گفتہ است ''ولایت اعلیٰ است از نبوت'' پس نخواستہ است آں اہل اللہ کہ قائل است بداں قول مگر چیزے کہ ما ذکر کردیم بالا ۔ وآں ہماں است کہ حضرت شیخی بالا فرمود ۔ کہ مراد از ولایت ولایتِ نبی است کہ او فاضل است از نبوت او، نہ ولایت ولی کہ او فاضل بود از نبوتِ نبی ۔او یقول ان الولی فوق النبی و الرسول فانه یعنی بذالك فی شخص واحد یا اگر گوید اہل اللہ کہ ولی فوقِ نبی ورسول است، پس آں شخص خواستہ است بداں قول در یک شخص کہ مراد از وذات نبی است ۔ زیراچہ نبی ورسول چنانچہ بجہت نبوت و رسالت نبی ورسول است ہم چناں بجہت ولایت خود ولی نیز است ۔ وهوان الرسول من حیث هو ولی اتم منه من حیث هو نبی و رسول وآں آن ست کہ رسول ازیں حیثیت کہ او ولی است اتم و اکمل است ازیں حیثیت کہ او نبی ورسول است، چہ نبی ذو جہتین است جہتے بحق است کہ بداں فیض می گیرد وآں ولایت است، وجہت دیگر بخلق کہ بداں فیض می بخشد وآں نبوت ورسالت است ۔ وشک

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کا مرتبہ کیا ہے؟ اور ولی کا مرتبہ کیا ہے؟

(وقال صاحب الفصوص فی فص حکمۃ قدریۃ فی کلمۃ عُزَیْرِیَّۃ) شیخ محقق عارف باللہ شیخ محی الدین ابن عربی⁽¹⁾ صاحبِ فصوص الحکم⁽²⁾ جنھوں نے سب سے پہلے اسرارِ توحید کے اشارات کو ظاہر فرمایا اور انھوں نے ہی سب سے پہلے اپنی عبارات کے ذریعہ حقائق کا انکشاف فرمایا (قدس اللہ روحہ) انھوں نے ایک بحث کے اندر فرمایا جس کا عنوان اس طرح ہے (فص حکمۃ قدریۃ فی کلمۃ عُزَیریۃ۔ فاذاسمعت آخراً من اھل اللہ یقول او یُنقَل الیك عنه انه قال الولایۃ اعلیٰ من النبوۃ فلیس یرید ذالك القائل الا ماذکرنا) شارح فرماتے ہیں: ایک نسخہ میں "آخرا" کی جگہ "احدا" ہے۔ اور اس کا معنی ظاہر ہے۔

تو جب تم اہل اللہ میں کسی سے آخر میں یعنی درجۂ کمال میں یہ سنو یا تمہارے سامنے کسی اللہ والے سے کوئی نقل کرے کہ اس نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے اعلیٰ ہے تو اس سے اُس اہل اللہ کی مراد وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کر دی ہے۔ اور وہ وہی ہے جو حضرت استاذ گرامی نے فرمایا کہ ولایت سے مراد خود نبی کی ولایت ہے کہ وہ نبی کی نبوت پر فضیلت رکھتی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ ولی کی ولایت نبی کی نبوت سے فضیلت رکھتی ہے۔ (او یقول ان الولی فوق النبی و الرسول فانه یعنی بذالك فی شخص واحد) یا اگر کوئی اللہ والا یہ کہے کہ ولی، نبی اور رسول سے برتر ہے تو اس شخص نے اپنے اس قول سے ایک شخص کے اندر یہ دونوں چیزیں مراد لی ہیں کہ اس سے نبی کی ذات مراد ہے اس لیے کہ نبی اور رسول جس طرح نبوت و رسالت کی جہت سے نبی اور رسول ہیں اسی طرح اپنی ولایت کی جہت سے ولی بھی ہیں۔ (وھو ان الرسول من حیث ھو انه ولی اتم منه من حیث ھو نبی و رسول) اور وہ یہ ہے کہ رسول، نبی اور رسول ہونے کی حیثیت کے مقابلے میں ولی ہونے کی حیثیت سے اتم واکمل ہے۔ اس لیے کہ نبی دو جہتوں والا ہے۔ ایک جہت حق تعالیٰ سے وابستہ ہے کہ اس سے

(۱) تعارف ص ۱۷۲ پر دیکھیں۔ (۲) تعارف ص ۲۵۰ پر دیکھیں۔

لان الولی التابع له لیس اعلیٰ منه فان التابع لا یدرك المتبوع ابدا فیما هو تابع له اذلوادرکه لم یکن تابعا له فافهم انتهیٰ کلامه قال مولانا علی پیر وفی شرح الفصوص: ولا یتوهم ان تبعیة الولی فی الاعمال الظاهرة دون الاحوال و المقامات فان صحتها انما هو من ثمرات المتابعة لا غیر ....

نیست کہ جہتے کہ بحق بود افضل واعلیٰ است ازاں کہ بخلق بود نہ آں کہ ولی کہ تابع نبی است ولایت او اعلیٰ از نبوت نبی بود۔ ایں محال است عقلاً ونقلاً۔

وچوں دلیل نقلی بالا مذکور فرمود بدلیل عقلی نیز اشارہ نمود بقول خود لان الولی التابع له لیس اعلیٰ منه (۱) فان التابع لا یدرك المتبوع ابدا فیما هو تابع له زیراچہ ولی کہ تابع است اعلیٰ نمی تواند بود از نبی، زیراچہ تابع ادراک نمی کند متبوع خود را ہیچ وقتے در امورے کہ او تابع آں ست دراں امور۔ اذلوادرکه لم یکن تابعا له فافهم زیراچہ اگر دریابد تابع متبوع خود را ہر آئینہ تابع نماند مر اورا، پس ظاہر شد کہ ولی بمرتبہ نبی نمی رسد۔ چہ جائے آں کہ ولایت او افضل از نبوت نبی تواند بود، زیراچہ اگر دریابد رتبۂ نبی، ہر آئینہ نبی گردد نہ ولی۔ انتهیٰ کلامه منتہی شد کلام شیخ محقق صاحب فصوص قدس الله تعالیٰ روحه و اوصل الینا فتوحه۔

قال مولانا علی پیر وفی شرح الفصوص: ولا یتوهم ان تبعیة الولی فی الاعمال الظاهرة دون الاحوال و المقامات ذکر کرد شیخ عارف باللہ مولانا (ملا) علی پیر وصاحب تفسیر رحمانی در شرح فصوص کہ توہم کردہ نشود کہ تبعیت ولی مر نبی را در اعمال ظاہرہ بود بس، نہ در احوال ومقامات فان صحتها انما هو من ثمرات المتابعة لا غیر. زیراچہ صحت احوال ومقامات ولی نیست مگر از ثمرات متابعت نبی نہ غیر، زیراچہ معلوم ومقرر است کہ ارباب وجد و ریاضات، واصحاب کشف و مجاہدات کہ متابع نیستند ملت اسلام را مثل حکمائے متألہہ وجوگیاں وامثال ایشاں کہ نور ایمان از ایشاں

(۱): وفی نسخة: لا ان الولی التابع له اعلی منه . ص ۳۲۰ فصوص الحکم مع شرح العلامة الجامی- دار الکتب العلمیة بیروت . لبنان ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴م)

فیض لیتا ہے اور وہ جہت ولایت ہے۔ اور دوسری جہت مخلوق سے متعلق ہے کہ ان کو فیض بخشتا ہے۔ اور وہ نبوت ورسالت ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ جو جہت حق تعالیٰ سے وابستہ ہو وہ اس جہت سے افضل واعلیٰ ہوگی جو مخلوق سے متعلق ہو۔ ایسا نہیں کہ جو ولی تابع نبی ہے اس کی ولایت نبی کی نبوت سے اعلیٰ ہو۔ یہ عقلاً ونقلاً محال ہے۔

اور جب اوپر دلیلِ نقلی ذکر کر چکے تو دلیل عقلی کی جانب اپنے اگلے قول سے اشارہ فرمایا۔ (لان الولی التابع له لیس اعلیٰ منه فان التابع لا یدرك المتبوع ابدا فیما هو تابع له) اس لیے کہ وہ ولی جو نبی کا تابع ہے نبی سے اعلیٰ نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ تابع جن امور میں اپنے متبوع کا تابع ہے ان امور میں وہ اپنے متبوع تک نہیں پہونچ سکتا۔ (اذ لو ادرکه لم یکن تابعا له فافهم) اس لیے کہ تابع اگر اپنے متبوع کے مرتبہ کو پالے تو یقیناً وہ تابع نہ رہے گا۔ لہذا ظاہر ہوا کہ ولی نبی کے مرتبہ تک نہیں پہونچ سکتا چہ جائے کہ اس کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہو سکے۔ اس لیے کہ جو نبی کا رتبہ پا جائے گا وہ یقیناً نبی ہوگا۔ نہ کہ صرف ولی۔ (انتھیٰ) شیخ محقق صاحب فصوص (قدس اللہ روحہ واوصل الینا فتوحہ) کا کلام ختم ہوا۔

(قال مولانا علی پیرو[1] فی شرح الفصوص "لایتوهم ان تبعیة الولی فی الاعمال الظاهرة دون الاحوال والمقامات) شیخ عارف باللہ مولانا علی پیرو صاحبِ تفسیر رحمانی نے شرحِ فصوص میں ذکر کیا کہ گمان نہ کیا جائے کہ ولی، صرف اعمالِ ظاہرہ میں نبی کا تابع ہوتا ہے، احوال و مقامات میں نہیں۔ (فان صحتها انما هو من ثمرات المتابعة لاغیر) اس لیے کہ ولی کے احوال و مقامات کی صحت ودرستی صرف متابعتِ نبی کا ثمرہ ہے۔ اس سبب سے کہ یہ بات معلوم اور ثابت شدہ ہے کہ وہ وجد وریاضت اور کشف ومجاہدہ والے جو اسلام کے پیروکار نہیں ہیں جیسے خدا کا ثبوت ماننے والے حکما اور جوگی وغیرہ، ایسے لوگوں کے کشف اور حالات ومقامات کا حقیقت میں کوئی اعتبار نہیں

(۱) شیخ علی بن احمد م۸۳۵ھ تعارف ص ۲۷۵ پر دیکھیں۔

قوله "الا ماذكرنا" اراد به ان ولايته اعلىٰ من نبوته لاان ولاية الولى اعلىٰ من نبوة النبى كذا فى القيصرى ....

مسلوب است وطریق حقیقت در اسلوب ایشاں مغلوب، کشف وحالات ومقامات ایشاں را در حقیقت ہیچ اعتبارے واعتمادے نیست۔ قوله "الا ماذكرنا" اراد به ان ولايته اعلىٰ من نبوته لاان ولاية الولى اعلىٰ من نبوة النبى كذا فى القيصرى وقول صاحب فصوص کہ ''الا ماذکرنا'' است اشارت است بایں کہ تحقیق ولایتِ نبی اعلیٰ است از نبوت او، نہ آں کہ ولایتِ ولی اعلیٰ است از نبوتِ نبی چنانچہ در قیصری شرح فصوص مذکور است۔

وآں چہ از بعضے مشائخ کبار منقول است مثل خواجہ محمد بن علی حکیم الترمذی قدس سرہ، وشیخ سعد الدین حموی قدس سرہ کہ فرمودند: نهاية الانبياء بداية الاولياء معنی وے آں ست کہ نہایت انبیا در شریعت ابتدائے اولیا است۔(۱) در یافتن ولایت، زیرا کہ شرائع انبیا باعتبار مصالح کہ حق جل وعلا خواستہ است روز بروز در تزاید است، ودر آخر عمر تمام می شود۔

چنانچہ نبی ما محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را در آخر کار نازل شد کہ '' اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى و رضيت لكم الاسلام ديناً '' وولی تا بہ شریعت نبی خود را بکمال نگیرد قدم در ولایت نتواند نہاد۔

پس آں چہ نبی را بآخر کار باشد ولی را در ابتدائے کار شرط است کہ اگر کسے باں احکام کہ در مکہ نازل شد سلوک کند وباں چہ در مدینہ نازل شد التفات نماید ہرگز بولایت نرسد۔ بلکہ اگر انکار کند کافر گردد۔ نعوذ باللہ منہ، نہ بایں معنی کہ مرتبۂ انتہائے نبی مرتبۂ ابتدائے ولی است۔ حاشاهم عن ان يقصدوا ذالك۔ محقق جامی قدس سرہ السامی در شواہد النبوۃ چنیں فرمود۔

وچوں از تعریف نبی وولی فارغ شد خواست کہ بیان کند اصناف اولیا را، وحصر ہر صنف را در افراد

(۱) الف میں ہے: معنی آں آں ست کہ نہایت انبیا تریعت است وشریعت ابتدائے اولیا است۔
(۲) ب: وثبوت ایں انواع باحادیث ثابت شدہ وباجماع ارباب طریقت واصحاب حقیقت۔

نہ ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ کہ ان سے نور ایمان مسلوب ہے اور ان کے اسلوب میں طریق حقیقت مغلوب ہے۔ (قوله الا ماذكرنا اراد به ان ولايته اعلىٰ من نبوته لا ان ولاية الولی اعلی من نبوة النبی كما فی القيصری) اور صاحبِ فصوص کا قول " الا ما ذكرنا" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یقیناً نبی کی ولایت اس کی نبوت سے اعلیٰ ہے۔ ایسا نہیں کہ ولی کی ولایت نبی کی نبوت سے اعلیٰ ہے جیسا کہ قیصری[1] شرح فصوص میں ہے۔

اور جو کچھ بعض مشائخ کبار سے سے منقول ہے جیسے خواجہ محمد بن علی حکیم ترمذی[2] قدس سرہ اور شیخ سعدالدین حموی[3] قدس سرہ کہ انھوں نے فرمایا کہ " نهاية الانبياء بداية الاولياء" اس کا معنی یہ ہے کہ انبیا کی نہایت شریعت ہے، اور ولایت پانے کے لیے شریعت اولیا کی ابتدا ہے۔ اس لیے کہ انبیائے کرام کی شریعتیں ان مصلحتوں کے اعتبار سے ہیں جنھیں حق تعالیٰ جل وعلا نے چاہا۔ روز بروز زیادہ ہوتی رہتی ہیں اور آخر عمر میں پوری ہو جاتی ہیں۔ جیسے کہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آخرِ کار میں نازل ہوا کہ " اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتی و رضيت لكم الاسلام دينا "[4] اور ولی جب تک کہ اپنے نبی کی شریعت کو کامل طور پر نہ اختیار کرے ولایت میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ تو جو کچھ نبی کے لیے آخرِ کار میں ہوگا وہ ولی کے لیے ابتدائے کار میں شرط ہے۔ اگر کوئی شخص اُن احکام پر عمل پیرا ہو جو مکہ میں نازل ہوئے مگر جو احکام مدینہ میں نازل ہوئے ان کی جانب التفات نہ کرے تو ہر گز ولایت تک نہیں پہونچ سکتا۔ اور اگر انکار کر دے تو نعوذ باللہ اس کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔ قول مذکور کا یہ معنی نہیں کہ مرتبۂ انتہائے نبی مرتبۂ ابتدائے ولی ہوتا ہے (حاشاهم ان يقصدوا ذلك) انھیں اس سے دوری ہے کہ ایسا قصد کریں۔ محقق جامی قدس سرہ السامی (ولادت ۸۱۷ھ۔م ۸۹۸ھ) نے شواہد النبوۃ میں ایسا ہی فرمایا۔

اور مصنف جب نبی اور ولی کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو انھوں نے چاہا کہ اولیا کی انواع، اور

(۱) تعارف ص ۲۷۵ پر دیکھیں۔ (۲) تعارف ص ۲۷۶ پر دیکھیں۔ (۳) تعارف ص ۲۷۶ پر دیکھیں۔ (۴) (سورہ مائدہ ۵/آیت ۳)

:والاولیاء انواع منهم قطب العالم وهو الواحد الذی هو موضع نظر الله من العالم فی کل زمان وهو(الذی) یستفیض من الله بلاواسطة ولایکون فی کل زمان الا واحد و وجود جمیع الموجودات من اهل الدنیا والآخرة یعنی من العالم العلوی و السفلی موجود قائم بوجوده(به) و یسمی المدار ایضا وله یعنی للقطب المدار وزیران احدهما عن یمینه یسمی بعبد الملك یستفیض من روح القطب المدار و یفیض علی العالم العلوی.........

معینہ ، پس فرمود:والاولیاء انواع منهم قطب العالم وهو الواحد الذی هو موضع نظر الله من العالم فی کل زمان یعنی اولیا چند انواع اند بعضے از ایشاں قطب عالم است منحصر است در یک فردے کہ آں فرد محل نظر حق جل وعلا است از عالم در ہر زمان یعنی او بمنزلۂ نوّاب است مر سلطان را، ونظر سلطان حقیقت از افراد عالم واشخاص او بر ہماں فرد است در ہر زمان وهو(الذی) یستفیض من الله بلاواسطة وآں قطب عالم فیض می گیرد از حق عز شانہ بے واسطہ ولایکون فی کل زمان الا واحد ونمی باشد او در ہر زمان مگر یکے و وجود جمیع الموجودات من اهل الدنیا والآخرة ووجود جمیع موجودات از اہل دنیا وآخرہ یعنی من العالم العلوی و السفلی یعنی از عالم علوی وسفلی، موجود قائم بوجوده(به) یعنی بسبب وجود او است وموجود وقائم باو است اگر وجود او درمیان نمی بود قیام عالم نمی تواند بود بحکمۃ حق عز شانہ کہ افعال او معلل بغرض نیستند ومسبب بسبب نہ، و یسمی المدار ایضا و نامیدہ می شود آں قطب را بمدار نیز، زیراچہ مدار چوبے است کہ گردش چرخ چاہ دوّار براوست۔ وہر گاہ گردش ایں افلاک دوّار بعلویات وسفلیات موقوف شد بریں، ہر آئینہ تسمیہ او بمدار انسب بود، وله یعنی للقطب المدار وزیران وبرائے آں قطب مدار دو وزیر اند احدهما عن یمینه یسمی بعبد الملك یکے از آں دو وزیر جانب راست آں قطب مدار است کہ نامیدہ شدہ او را بہ عبدالملک یستفیض من روح القطب المدار و یفیض علی العالم العلوی فیض می گیرد آں وزیرے کہ مسمیٰ بعبد الملک است از روح قطب مدار وفیض بخشی می کند بر عالم علوی واذا ارتحل القطب المدار من الدنیا یقوم ذالك

افرادِ معینہ میں ہر نوع کا حصر بیان کریں، تو فرمایا: (والاولیاء انواع منهم قطب العالم) یعنی اولیا کی چند نوعیں ہیں ۔[1] ان میں بعض قطبِ عالم ہوتے ہیں (و هو الواحد الذی موضع نظر الله من العالم فی کل زمان) اور وہ ایک فرد میں منحصر ہے یعنی صرف ایک ہوتا ہے کہ وہی فرد ہر زمانے میں عالم میں سے حق جلّ وعلا کا محلِ نظر ہوتا ہے۔ یعنی وہ سلطان کے لیے بہ منزلۂ نوّاب ہے۔ اور سلطانِ حقیقت کی نظر ہر گھڑی عالم کے افراد و اشخاص میں سے اسی فرد پر ہے۔ (وهو یستفیض من الله بلا واسطة) اور وہ قطبِ عالم اللہ تعالیٰ عز شانہ سے بے واسطہ فیض لیتا ہے (ولا یکون فی کل زمان الا واحد) اور وہ ہر زمانے میں صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ (ووجود جمیع الموجودات من اهل الدنیا و الآخرة یعنی من العالم العلوی و السفلی موجود قائم بوجوده) اور اہل دنیا و آخرت یعنی عالمِ علوی اور سفلی کی تمام موجودات کا وجود اسی قطبِ عالم کے وجود کے سبب ہے۔ سب اسی سے موجود اور قائم ہیں۔ اور اگر اس کا وجود درمیان میں نہ ہوتا تو عالم کا قیام نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ حق عز شانہ کی حکمت سے ہے کیوں کہ اس کے افعال مُعَلّل بہ غرض نہیں۔ نہ مُسبّب بہ سبب (ویسمی المدار ایضا) اور قطب کو مدار بھی کہتے ہیں۔

مدار اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر کنویں کی چرخی کی گردش دوّار ہوتی ہے جسے ہندی میں لاٹھ کہتے ہیں۔ چوں کہ علویات و سفلیات کے ساتھ ان افلاک دوار کی گردش اسی پر موقوف ہوتی ہے اسی بنا پر مدار سے اس کو موسوم کرنا مناسب تھا (وله یعنی للقطب المدار وزیران) اور قطبِ مدار کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ (احدهما عن یمینه یسمی بعبد الملك) ان دو وزیروں میں سے ایک قطبِ مدار کے جانبِ راست میں ہوتا ہے جسے عبد الملک سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (ویستفیض من روح القطب المدار ویفیض علی العالم العلوی) اور عبد الملک قطبِ مدار کی روح سے فیض لے کر عالمِ علوی پر فیض بخشی کرتا ہے۔ (واذا ارتحل القطب المدار من الدنیا یقوم ذالك مقامه) اور

(۱) (نسخہ ب: ان انواع کا ثبوت احادیث اور اربابِ طریقت و اصحابِ حقیقت کے اجماع سے ثابت شدہ ہے)

مقامه و الثانی عن یساره یسمیٰ بعبد الرب یستفیض من قلب القطب المدار و یفیض علی العالم السفلی وهو علی قلب اسرافیل فله مقام کن فیکون مقام الافناء والاحیاء باذن الله المحیی و الممیت کما ان اسرافیل علیه السلام بالنفخة الاولیٰ منه یموت الخلائق کلها و بالنفخة الثانیة یحیی الخلایق و یبعث وقطب الاقطاب و هو الذی علی باطن محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و قلبه والقطبیة الکبری مرتبته فلایکون الا لورثته علیه السلام لاختصاصه بالاکملیة..........................

مقامه وقتے کہ انتقال کند آں قطب مدار از عالم دنیا قائم می شود آں وزیر مقام آں قطب و حاصل می شود اورا رتبۂ او۔ و الثانی عن یساره یسمیٰ بعبد الرب ووزیر ثانی جانب چپ آں قطب مدار است و مسمیٰ است بہ عبد الرب یستفیض من قلب القطب المدار و یفیض علی العالم السفلی فیض می گیرد آں وزیر مسمی بہ عبد الرب از قلب قطب مدار و فیض می رساند بر عالم سفلی وهو علی قلب اسرافیل فله مقام کن فیکون مقام الافناء والاحیاء باذن الله المحیی و الممیت ظاہر عبارت براں دلالت می کند کہ ضمیر هو راجع بہ وزیر اخیر باشد لٰکن صریح عبارت اصطلاحات کاشی بآں ناطق است کہ هو راجع بقطب مدار است۔ حاصل آن ست کہ آں قطب مدار با آں وزیر بر قلب اسرافیل علیه السلام است، پس اورا است مقام کن فیکون مقام فنا کردن و زندہ کردن باذن حق سبحانہ کہ محیی و ممیت حقیقی اوست کما ان اسرافیل علیه السلام بالنفخة الاولیٰ منه یموت الخلائق کلها و بالنفخة الثانیة یحیی الخلایق و یبعث چنانچہ اسرافیل علیہ السلام کہ بنفخۂ اولیٰ او بمیرد ہمہ خلایق و بنفخۂ ثانیہ زندہ می شود خلایق و مبعوث می گردد۔ وقطب الاقطاب و هو الذی علی باطن محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و قلبه و بعضے از انواع اولیا قطب الاقطاب است و آں قطب الاقطاب آن است کہ بر باطن سرور کائنات است و بر قلب او صلوات اللہ و سلامہ علیہ والقطبیة الکبری مرتبته فلایکون الا لورثته علیه السلام لاختصاصه بالاکملیة وقطبیت کبری مرتبہ اوست صلی

قطبِ مدار جب دنیا سے رحلت کر جاتے ہیں تو وہی وزیر[۱] ان کے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔ پھر اسی وزیر کو قطبِ مدار کا رتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ (والثانی عن یسارہ یسمی بعبد الرب یستفیض من قلب القطب المدار و یفیض علی العالم السفلی) اور وزیر دوم قطبِ مدار کے جانبِ چپ میں ہوتا ہے جو عبد الرب سے موسوم ہوتا ہے۔ یہ وزیر قطبِ مدار کے قلب [۲] سے فیض لے کر عالم سفلی پر اپنا فیضان کرتا ہے۔

(و ہو علی قلبِ اسرافیل فلہ مقام کن فیکون مقام الافناء و الاحیاء باذن اللہ المحیی و الممیت) ظاہر عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ضمیر ''ہو'' وزیر اخیر کی طرف راجع ہے لیکن اصطلاحاتِ کاشیہ کی صریح عبارت اس پر ناطق ہے کہ ''ہو'' قطبِ مدار کی طرف راجع ہے۔ حاصل یہ کہ وہ قطبِ مدار اس وزیر کے ساتھ قلبِ اسرافیل علیہ السلام پر ہوتے ہیں۔ تو ان کے لیے مقام کن فیکون ہوتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کے حکم سے فنا کرنے اور زندہ کرنے کا کمال، کیوں کہ زندگی عطا کرنے والی اور موت دینے والی حقیقی ذات وہی ہے۔

(کما ان اسرافیل علیہ السلام بالنفخۃ الاولی منہ یموت الخلائق کلھا و بالنفخۃ الثانیۃ یحی الخلائق و یبعث) جیسے اسرافیل علیہ السلام کہ ان کے پہلی بار صور پھونکنے سے تمام مخلوق مرجائے گی اور دوسری بار صور پھونکنے سے مخلوقات زندہ ہو جائیں گی اور دوبارہ اٹھائی جائیں گی۔ (و قطب الاقطاب ہو الذی علیٰ باطن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و قلبہ) اور انواع اولیا میں بعض قطب الاقطاب ہیں۔

اور قطب الاقطاب وہ ہے کہ سرور کائنات صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے باطن اور ان کے زیر قلب ہو (والقطبیۃ الکبری مرتبتہ فلایکون الا لورثتہ علیہ السلام لاختصاصہ بالاکملیۃ) اور قطبیت کبریٰ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ ہے تو یہ صرف ان کے وارثین

(۱) یہ حاشیہ ص ۲۷۷ پر دیکھیں۔ (۲) ص ۲۷۷ پر دیکھیں۔

فلا یکون خاتم الولایة و قطب الاقطاب الا علی باطن خا تم النبوة ومنهم الغوث وهو القطب حین ما یلتجأ الیه و لایسمیٰ فی غیر ذالك الوقت غوثا و منهم الامامان هما الشخصان اللذان احدهما عن یمین الغوث ونظره فی الملکوت والآخر عن شمال الغوث ونظره فی الملك وهو اعلیٰ من صاحبه وهو الذی یخلف القطب.........................

اللہ علیہ وسلم پس نباشد مگر بوارثان او علیہ السلام از جہت اختصاص آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام باکملیت حقیقی فلا یکون خاتم الولایة و قطب الاقطاب الا علی باطن خا تم النبوة پس نبود خاتم ولایت و قطب الاقطاب مگر بر باطن خاتم نبوت محمد رسول اللہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام، ومنهم الغوث وهو القطب حین ما یلتجأ الیه و لایسمیٰ فی غیر ذالك الوقت غوثاً۔ وبعضے از انواع اولیا غوث است واو قطب است در وقتے کہ التجا کردہ شود سوے وے یعنی قطب در وقتے کہ التجا کردہ می شود او مسمیٰ بغوث می گردد، ودر غیر آں وقت تسمیہ آں قطب بغوث نیست۔ و منهم الامامان وبعضے از انواع اولیا دو امام اند هما الشخصان اللذان احدهما عن یمین الغوث وآں دو شخص اند کہ یکے از ایشاں جانب راست غوث است۔[1] ونظره فی الملکوت ونظر او در ملکوت است کہ معبر است بعالم غیب و عالم ارواح و روحانیات مجردہ، یعنی اطلاعش بر عالم علوی بود، ومتوجہ عالم سفلی نیست ۔والآخر عن شمال الغوث ودوی ازاں ہر دو امام جانب چپ آن غوث است ونظره فی الملك وهو اعلیٰ من صاحبه ونظر او در عالم ملک است کہ مظاہر تفصیلی است کہ در اصطلاح ایشاں عبارت است از عالم شہادت، وعالم اجساد، وجسمانیات مادیہ۔ وایں امام کہ جانب شمال غوث است اعلیٰ است از صاحب خود کہ جانب یمین غوث است۔ وهو الذی یخلف القطب وایں امام اخیر ہمیں است کہ خلیفہ می شود (جانشین قطب می شود) قطب را بعد از انتقال وے (بعد از رحلت ازیں عالم) ومنهم العُنفان یعنی بعضے از انواع اولیا دو عنف اند ومعنی او پیشتر خود بیان می فرماید وهما اللذان

(۱) (ب: أی القطب۔ یعنی مراد از غوث ہمیں قطب است کہ در وقت التجا بسوے او غوث می گردد)

کے لیے ہوسکتا ہے۔اس وجہ سے کہ صرف آں سرور علیہ السلام اکملیتِ حقیقی سے مختص ہیں(فلا یکون خاتم الولایۃ و قطب الاقطاب الا علی باطن خاتم النبوۃ) تو خاتم ولایت اور قطب الاقطاب خاتم نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن ہی پر ہوگا۔

(ومنهم الغوث وهو القطب حين ما يلجأ اليه ولا يسمى فى غير ذالك الوقت غوثا) اور انواع اولیا میں بعض غوث ہیں اور وہ قطب ہی ہیں جب ان سے پناہ طلب کی جائے۔یعنی قطب التجا کیے جانے کے وقت غوث سے موسوم ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ اوقات میں غوث سے موسوم نہیں۔

(و منهم الامامان) اور انواع اولیا میں دو امام ہیں(وهما الشخصان الذان احدهما عن يمين الغوث) اور وہ دو ایسے شخص ہیں جن میں ایک غوث کے جانبِ راست میں ہوتا ہے (اى القطب) یعنی غوث سے مراد وہی قطب ہے جو طلبِ فریاد کے وقت غوث ہوجاتا ہے (و نظره فى الملكوت) عالم ملکوت اس کے پیش نظر ہوا کرتا ہے۔ا جس کی تعبیر عالم غیب، عالمِ ارواح اور روحانیتِ مجردہ سے ہوتی ہے۔یعنی عالمِ غیب پر اس کی توجہ ہوتی ہے، اور وہ عالمِ سفلی کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ ا

(والآخر عن شمال الغوث) ان دو اماموں میں دوسرا غوث کے بائیں جانب ہوتا ہے(ونظره فى الملك و هو الاعلىٰ من صاحبه) اور اس کی نظر عالم ملک پر ہے۔یہ مظاہر تفصیلی ہیں۔ان کی اصطلاح میں اسے عالم شہادت، عالم اجساد، اور جسمانیات مادی کہتے ہیں۔غوث کی بائیں جانب کا قطب امام اپنے ہمراہی قطب یعنی داہنی جانب کے امام سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

(وهو الذى يخلف القطب) اور یہ امام اخیر ہی وہ ہے جو قطب کے دنیا سے رحلت کرجانے کے بعد اس کا جانشین ہوتا ہے(ومنهم العنفان) انواع اولیا میں دو عُنف ہیں۔(هما الذان على

(۱) ص [illegible] ۲۷ پر دیکھیں۔

على قدم عزرائيل صلوات الله عليه سمى العنف بها لان العنف جمع عنيف وهوذوشدة الخصال و صلابة القول والفعل و عنيف الحال كعزرائيل صلوات الله عليه ومنهم العُمُد وهم الخمسة الذين على قدم جبرئيل صلوات الله عليه ومنهم الاوتاد وهم الرجال الاربعة الذين علىٰ منازل الجهات الاربع من العالم اى الشرق و الغرب و الشمال و الجنوب بهم يحفظ الله تعالىٰ تلك الجهات..............................

علىٰ قدم عزرائيل صلوات الله عليه وآں ہردو ہماناں اند کہ برقدم حضرت عزرائیل اند صلوات اللہ علیہ۔ ومعنی برقدم وے بودن آن ست کہ آثارے کہ از ایشاں صادر شوند موافق آثار آں باشند۔ سمى العنف بها لان العنف جمع عنيف وهوذوشدة الخصال و صلابة القول والفعل و عنيف الحال نامیدہ شد ذات عنف را بایں اسم ازیں جہت کہ عنف بضمتین جمع عنیف است وآں شدت خصال است، وصلابت قول و فعل و درشتی حال، كعزرائيل صلوات الله عليه چنانچہ حضرت عزرائیل صلوات اللہ سبحانہ وتعالیٰ علیہ موصوف بایں صفات است یعنی عنفین مظہر صفات جلال اند مثل حضرت عزرائیل۔

ومنهم العُمُد وبعضے از انواع اولیا عمد اند وعمد جمع عماد است یعنی ستون و هم الخمسة الذين على قدم جبرئيل وایشاں پنج نفر اند کہ برقدم جبرئیل اند صلوات الله عليه

ومنهم الاوتاد وبعضے از انواع اولیا اوتاد اند۔ واوتاد جمع وتد است بمعنی میخ یعنی چنانچہ استواری خیمہ بمیخ ہائے چوب است واستواری ایں زمینِ غَبرا بجبال است قال الله تعالیٰ: والجبال اوتاداً، ہم چناں استواری ایں گنبد گرداں و مافیہا وعلیہا بایں اوتاد اربعہ است۔

وهم الرجال الاربعة الذين علىٰ منازل الجهات الاربع من العالم وایشاں چہار مرد اند کہ موکل اند بر چہار منازل جہات اربعہ عالم اى الشرق و الغرب و الشمال و الجنوب وآں جہات اربعہ این اند بهم يحفظ الله تعالىٰ تلك الجهات بایشاں نگاہ می دارد حق تعالیٰ جل وعلا، آں

قدم عزرائیل صلوات الله علیه) یہ دونوں وہ ہیں جو حضرت عزرائیل علیہ السلام کے زیرِ قدم ہوتے ہیں۔ ان کے زیرِ قدم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو آثار اور کام ان سے صادر ہوتے ہیں وہ حضرت عزرائیل کے آثار کے موافق ہوتے ہیں۔(سمی العُنف بھا لان العُنف جمع عنیف وھو ذو شدة الخصال و صلابة القول والفعل و عنیف الحال) ذاتِ عُنف کو اس اسم سے نامزد کیا گیا اس وجہ سے کہ عُنُف (بضمتین) عَنیف کی جمع ہے اور عُنُف درشت مزاجی ،تندی قول، سختی فعل ، درشتی حال کو کہتے ہیں۔ یعنی عنیف تند مزاج ،تند خو ،درشت گفتار ،سخت فعل اور درشت حال ہوگا ۔(کعزرائیل صلوات الله علیه) جیسے حضرت عزرائیل صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ ان صفات سے موصوف ہیں یعنی دونوں عُنف صفات جلال کے مظہر ہیں جیسے حضرت عزرائیل علیہ السلام۔ (ومنھم العمد) اور انواع اولیاء میں بعض عمد ہیں اور ''عُمُد'' عِماد کی جمع ہے۔جس کا معنی ستون ہے۔ (وھم الخمسة الذین علی قدم جبرئیل)اور یہ پانچ نفر ہیں جو زیرِ قدم جبرئیل ہیں (صلوات الله علیه) (ومنھم الا و تا د) انواع اولیاء میں بعض اوتاد ہیں اور اَوتاد، وَتد کی جمع ہے جس کا معنی میخِ چوبیں ،کیل اور کھونٹی ہے۔ یعنی جس طرح خیمہ کی استواری لکڑی کے کھونٹوں سے ہے۔ اور اس زمین کی استواری پہاڑوں سے ہے۔

زمین از تب لرزہ آمد ستوہ   فرو کوفت بر دامنش میخ کوہ

ارشاد باری تعالی ہے؛وا لجبا ل او تا دا ؛ پہاڑوں کو میخیں بنایا" والجبال ارساھا " پہاڑوں کو جمایا۔ تا کہ زمین کو سکون ہو۔ تو اسی طرح اس گنبد گردوں ،اور اس میں اور اس پر پائی جانے والی چیزوں کے نظام کی استواری انھیں اوتاد اربعہ کے ذریعہ ہے۔

(وھم الرجال الاربعة الذین علی منازل الجھات الاربع من العالم) اور یہ چار لوگ ہیں۔ جو عالم کی چاروں جہتوں میں چار منزلوں پر مؤکل ومقرر ہیں ۔(ای الشرق و الغرب و الشمال والجنوب)اور وہ چاروں سمتیں مشرق ،مغرب ،شمال ،اور جنوب ہیں ۔(بھم یحفظ الله تعالیٰ تلك

(۱) شیخ سعدی/ بوستاں ۔(۲) (سورۃ النباء۷۸ آیت ۷) (۳) (نازعات ۳۲/۷۱)

لکونهم محالّ نظر ہ تعالی الاول یسمی عبد الرحمن وتد المشرق و مسکنه فی مصر جابلقا والثانی عبد الودود وتد المغرب فی مصر جابلسا. والثالث عبد الرحیم وتد الجنوب فی مصر باختر والرابع عبد القدوس وتد الشمال مقامه فی مصر خاور ومنهم الاقطاب الاثنا عشر قطبا وهم علی قلوب الانبیاء علیهم السلام ....

جہات اربعہ را لکونهم محالّ نظر ہ تعالیٰ زیرا چہ ایشاناں محلہا ے نظر حق اند۔الاول یسمی عبد الرحمن وتد المشرق و مسکنه فی مصر جابلقا، اول ازیں چہار اوتاد شخصے است کہ مسمّی است بعبد الرحمٰن کہ او وتد مشرق است و مسکن او در شہر جابلقا است۔والثانی عبد الودود وتد المغرب فی مصر جابلسا ودومی از ایشاں عبد الودود است و او وتد مغرب است و منزل گاہ [1] وے شہر جابلسا۔ والثالث عبد الرحیم وتد الجنوب فی مصر باختر وثالث ایشاں عبد الرحیم است کہ او وتد جنوب است۔ومقام او در شہر باختر است۔والرابع عبد القدوس وتد الشمال مقامه فی مصر خاور وچہارم ایشاں عبد القدوس است کہ او وتد شمال است مقام او در شہر خاور ومنهم الاقطاب الاثنا عشر قطبا وبعضے از انواع اولیا دوازدہ قطب اند وهم علی قلوب الانبیاء علیهم السلام وایشاں بر قلوب انبیا اند علیہم السلام یعنی ایشاں را نسبت خاص است بہر یکے ازیں انبیا کہ فیض از وی گیرند ودر عالم ظاہر کار وے می کنند۔

ودر عبارت بعضے مشائخ بجاے قلب ، قدم افتادہ است و شیخ محقق ، عارف باللہ شیخ محی الدین ابن عربی در فتوحات مکیہ خود در باب چہار صد و شصت سیومی کہ عقد کردہ است براے بیان ایں دوازدہ اقطاب ہر دو را تجویز نمودہ۔و اخیر را اولیٰ شمردہ۔ وقال ان شئت قلت علیٰ قدم و هو اولیٰ لاعظم فی الادب مع الرسول ۔ونیز فرمودہ: کہ ایں دوازدہ اقطاب اند کہ مدار ایں امت را حق تعالیٰ بر ایشاں ساختہ است چنانچہ مدار عالم حسی وجسمانی در دنیا و آخرت بر دوازدہ برج است۔ وکلاے

(۱)(جاے بود)

الجہات) انھیں چاروں کے ذریعہ حق جل وعلا ان چاروں سمتوں کی حفاظت کرتا ہے۔(لکونھم محال نظرہ تعالیٰ) اس لیے کہ یہ لوگ نظرِ حق جلّ وعلا کے محل ہیں۔

(الاول یسمی عبد الرحمن وتد المشرق و مسکنه فی مصر جا بلقا) ان چاروں اوتاد میں پہلے شخص کا نام عبدالرحمٰن ہے، یہ وتدِ مشرق ہیں۔ ان کا مقام شہر جابلقا ہے(والثانی عبد الودود وتد المغرب فی مصر جابلسا) ان چاروں اوتاد میں دوسرے شخص کا نام عبدالودود ہے، یہ وتدِ مغرب ہیں، ان کا مقام شہر جابلسا ہے۔

(والثالث عبد ا لرحیم وتد الجنوب فی مصر باختر) ان اوتاد میں تیسرے عبدالرحیم ہیں، وتدِ جنوب۔ان کا مقام شہر باختر ہے۔(والرابع عبد القدوس وتد الشمال مقامه فی مصرخاور) ان میں چوتھے عبدالقدوس ہیں، یہ وتد شمال ہیں۔ان کا مقام شہر خاور میں ہے

(ومنھم الاقطاب، الاثنا عشر قطبا) انواع اولیا میں بارہ قطب ہیں (وھم علی قلوب الانبیاء علیھم السلام) اور یہ لوگ زیر قلب انبیا علیہم السلام ہوتے ہیں یعنی ان میں ہر ایک کو انبیا میں سے ایک نبی سے خاص نسبت ہوتی ہے۔ کہ ان سے فیض لیتے ہیں اور عالم ظاہر میں فیض بخشتے ہیں۔اور ان کا کام انجام دیتے ہیں۔اور بعض مشائخ کی عبارت میں قلب کی جگہ قدم واقع ہوا ہے۔

شیخ محقق عارف باللہ شیخ محی الدین ابن عربی(۱) نے اپنی فتوحات مکیہ(۲) کے باب ۴۶۳ میں جسے انھوں نے ان بارہ اقطاب کے بیان کے لیے قائم کیا ہے ان دونوں کو جائز قرار دیا ہے۔اور اخیر کو اولیٰ شمار کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں :وان شئت قلت علی قدم وھو اولیٰ واعظم فی الادب مع الرسول اگر چاہو تو ''علیٰ قدم'' کہہ لو اور یہی رسولوں کے ساتھ ادب میں اولیٰ و اعظم ہے۔

نیز انھوں نے یہ بھی فرمایا: کہ یہ بارہ اقطاب ہیں: جنھیں حق تعالی نے مدار امت بنایا ہے جیسے مدارِ عالم حسی وجسمانی دنیا و آخرت میں بارہ برجوں پر ہے۔اور یہ حضرات کون وفساد معتاد و غیر معتاد کے

(۱) تعارف ص ۲۷۴ پر دیکھیں۔(۲) تعارف ص ۲۷۹ پر دیکھیں۔

حق اندعز شانہ برائے اظہار آثار واحکام ازکون وفساد معتادی وغیر معتادی، ونیست ہیچ کس ازیں اقطاب وغیرہم بر قلب سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر یک فردے کہ از مفرداں است۔ واو خاتم اولیا است خاصۃً۔

ونیز فرمودہ کہ: مدت دعوت ایشاں در عالم تا اجل معین است، بعد ازاں نسخ می شود بدعوت دیگر۔ چنانچہ نسخ شرائع بشرائع می شد۔

وبیان فرمود لا علی التعیین: کہ:

مدت بعضے دریں منصب سی وسہ سال وچہار ماہ است، وبعضے راسی سال وسہ ماہ وبست روز، وبعضے رابست وہشت سال وسہ ماہ ودہ روز، وبعضے رانوزدہ سال وپنج ماہ ودہ روز، وبعضے رابیست وسہ سال ودہ روز کم، وبعضے رابیست وپنج سال، وبعضے راشانزدہ سال وہشت ماہ، وبعضے راسیزدہ سال ودہ ماہ وبیست روز، وبعضے رایازدہ سال وسہ ماہ ودہ روز، وبعضے رادو سال ونہ ماہ ودہ روز، وبعضے راہشت سال وچہار ماہ، وبعضے راپنج سال وشش ماہ وبیست روز۔ [۱]

ونیز فرمودہ کہ:

ہر یکے از ایشاں را یک سورہ از قرآن است۔

ومنازل بعدد آیات آں سورت است۔

وآں سور دوازدہ ایں است۔

یٰسین، واخلاص، واذا جاء، وقل یا ایہا الکافرون، واذا زلزلت، وسورۃ البقرۃ، وسورہ مجادلہ [۲]، وآل عمران، والکہف، وسورۂ انعام، وسورۂ طٰہٰ، وسورۃ الملک۔

(۱) (۱: در ہر دو نسخہ ایں جا اغلاط بود از فتوحات مکیہ (۴/۷۸، میمنیہ مصر ۱۳۲۹ھ) تصحیح شد۔ محمد احمد مصباحی۔)

(۲): شیخ اکبر قدس سرہ در فتوحات مکیہ بعد ذکر اقطاب وسُور آنہا نوشت: آں قطب را کہ اورا سورۂ مجادلہ است، سورتش سورۂ واقعہ است، واورا بہ ایں سورہ شیفتگی خاص است۔ محمد احمد مصباحی)

آثار واحکام ظاہر کرنے کے لیے حق عز شانہ کے وکیل ہیں۔ اوران اقطاب وغیرہ میں سے صرف ایک فرد قلب سید المرسلین، خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں اور وہی خاتم اولیا ہیں۔

نیز انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ عالم میں ان کی مدت دعوت ایک میعاد معین تک ہوتی ہے اس کے بعد دوسرے کی دعوت سے منسوخ ہوجاتی ہے۔ جیسے ایک شریعت دوسری شریعت سے منسوخ ہوجاتی ہے اور بغیر تعیین کے بیان فرمایا کہ اس منصب پر بعض کی مدت کار ۳۳؍ سال ۴؍ مہینہ ہے۔ بعض کی تیس سال تین مہینہ بیس دن، اور بعض کی اٹھائیس سال، تین مہینہ دس دن، بعض کی انیس سال پانچ مہینہ دس دن، بعض کی دس دن کم تیئیس سال، بعض کی پچیس سال، بعض کی سولہ سال آٹھ مہینے، بعض کی تیرہ سال دس مہینہ بیس دن، بعض کی گیارہ سال تین مہینہ دس دن، بعض کی دو سال نو مہینہ دس دن، بعض کی آٹھ سال چار مہینہ، بعض کی پانچ سال چھ مہینہ بیس دن ہے۔ [۱]

نیز انھوں نے فرمایا: کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے قرآن کی ایک سورہ ہے، اور اس سورہ کی آیتوں کی تعداد کے مطابق اس کی منزلیں ہیں۔ وہ بارہ سورتیں یہ ہیں: سورۂ یٰسین، اخلاص، اذا جاء، قل یاایہا الکافرون، اذا زلزلت، سورۂ بقرہ، سورۂ مجادلہ، آل عمران، الکہف، سورۂ انعام، سورۂ طٰہٰ، سورۂ ملک [۲]۔

---

[۱] نقشہ برائے توضیح:

کالم نمبر۱: سال	ماہ	دن	کالم نمبر۲: سال	ماہ	دن	کالم نمبر۳: سال	ماہ	دن
۳۳	۴	–	۲۲	۱۱	۲۰	۱۱	۳	۱۰
۳۰	۳	۲۰	۱۹	۵	۱۰	۰۲	۹	۱۰
۲۸	۳	۱۰	۱۶	۸	–	۸	۴	–
۲۵	–	–	۱۳	۱۰	۲۰	۵	۶	۲۰

(فتوحات ص ۷۸ ج ۴)

[۲]: شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات میں اقطاب اور ان کی سورتوں کی ترتیب اس طرح بیان فرمائی ہے:
(۱) سورۂ یٰس (۲) سورۂ اخلاص (۳) سورۂ اذا جاء نصر اللہ (۴) سورۂ کافرون (۵) سورۂ اذا زلزلت (۶) سورۂ بقرہ (۷) سورۂ مجادلہ (۸) سورۂ آل عمران (۹) سورۂ کہف (۱۰) سورۂ انعام (۱۱) سورۂ طٰہٰ (۱۲) سورۂ ملک۔ پھر فرمایا ہے کہ سورۂ مجادلہ والے قطب کی سورت سورۂ واقعہ ہے اور اسے اس سورہ سے خاص شیفتگی ہے۔
(فتوحات مکیہ ج ۴ ص ۷۸۔ مطبع میمنیہ مصر ۱۳۲۹ھ) (محمد احمد مصباحی)

ونقل فرموده که من جمیع انبیا و مرسلین را دیدم بمشاہدۂ عینی ، و بر حضرت ابراہیم قرآن خواندم ،،
بر دست حضرت عیسیٰ توبہ کردم ، وحضرت موسیٰ علم کشف و وضوح وتقلیب لیل ونہار مرا عطا فرمود ۔
وحضرت ھود را یک مسئلہ پرسیدم مرا تعریف او فرمود ، بعد ازیں در وجود ہم چنیں واقع یافتم ، وجمیع
مومناں را کہ وجود گرفتہ اند وخواہند گرفت تا روز قیامت حضرت جل وعلا در صعید واحد برائے من ظاہر
ساخت ۔ انتہیٰ ۔

فالواحد منهم علی قلب نوح علیه السلام پس یکے از ایشاں بر قلب حضرت نوح است
علیہ السلام وسورۂ او یٰسین است ، وایں کامل ترین اقطاب است ، باعتبار حکم ، وحق تعالیٰ اورا صورت
ظاہری وباطنی ہر دو عطا فرمود ۔ پس ایں خلیفۂ حق است در ظاہر بشمشیر و در باطن بہمت ۔
ودریں اقطاب جامع مقتضیات قطبیہ غیر او کس نیست ، اگر ازیں اقطاب کس بر قلب حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم می شد ، ہمیں قطب می شد تا ثیر در عالم ظاہر اً و باطناً از وست ، تقویۂ ایں دین حق
بایں فرموده اظهره بالسیف وعصمه من الجور فحکم بالعدل الذی هو حکم الحق واورا
چند خصالے است :

یکے حلم باقدرت فلا یغضب لنفسه واذا غضب لا یقوم شیٔ لغضبه ۔

ودوم اَناۃ ، ووقار ۔ وسیوم اقتصاد در اشیا ومیزان زمان حال بدست اوست در حال بمقتضاے او
عمل می فرماید ۔

وچہارم تدبیر اشیا ومعرفۃ حکمت ۔ وپنجم تفصیل اشیاء وآں اطلاع است بما به یتمیز الاشیاء
عن المشارکات ، وششم عدل است میان حکومات وقسمۃ وقضایا ، وہفتم ادب وهو العلم بجوامع

---

(۱) (عبارت آئندہ در نسخہ "ب" زائد است :) ۔

اور نقل فرمایا: کہ میں نے اپنے مشاہدہ کی آنکھوں سے تمام انبیا و مرسلین کو دیکھا، میں نے حضرت ابراہیم سے قرآن پڑھا، حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پر توبہ کی، حضرت موسیٰ نے کشف و وضوح اور تقلیب لیل و نہار کا علم عطا فرمایا۔ حضرت ہود سے میں نے ایک سوال کیا، انھوں نے مجھے جواب بتایا۔ اس کے بعد میں نے وجود میں ایسا ہی واقع پایا۔ تمام مومنین کو جو موجود ہو چکے ہیں یا تا قیامت موجود ہوں گے حضرت حق جل وعلا نے سب کو ایک زمین میں میرے لیے ظاہر کیا (انتھیٰ) ابن عربی کا کلام ختم ہوا۔

(فالواحد منهم علی قلب نوح علیه السلام) پھر ان میں ایک حضرت نوح علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ ان کی سورہ یٰسین شریف ہے۔ اور یہ حکم کے اعتبار سے اقطاب میں کامل ترین ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کو صورت ظاہری اور صورت باطنی دونوں عطا فرمائی ہیں. لہذا یہ ظاہر میں شمشیر کے ذریعہ، اور باطن میں ہمت کے ذریعہ حق تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، اور ان اقطاب میں مقتضیاتِ قطبیت کا جامع ان کے علاوہ کوئی نہیں۔ اگر ان اقطاب میں سے کوئی قلبِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا تو یہی قطب ہوتا۔ عالم کے اندر ظاہراً وباطناً تاثیر اسی سے ہے۔ اس دین حق کی تقویت اسی سے فرمائی ہے۔ (اظهره بالسیف وعصمه من الجور فحکم بالعدل الذی هو حکم الحق) حق جل وعلا نے اس کو تلوار پر قابو دیا اور ظلم سے اس کی حفاظت فرمائی۔ تو اس کا فیصلہ عدل کے ساتھ ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس کی چند عادات وخصال ہیں۔ قدرت کے باوجود حلم و بردباری (فلا یغضب لنفسه واذا غضب لا یقوم شیء لغضبه) تو وہ اپنے نفس کے لیے غضب نہیں کرتا۔ اور جب غضب ناک ہو جاتا ہے تو اس کے غضب کے سامنے کوئی چیز قائم نہیں رہ پاتی۔ اور دوسری سکون اور وقار، تیسری خصلت چیزوں میں میانہ روی، اور زمانۂ حال کی میزان اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے مقتضا کے مطابق عمل فرماتا ہے۔ چوتھی تدبیر اشیا اور معرفتِ حکمت۔ پانچویں اشیا کی تفصیل۔ اور اس سے مراد: ان امور پر اطلاع جن کے سبب اشیا اپنے مشارکات سے ممتاز ہو جائیں۔ یعنی معرفتِ خواصِ اشیا۔ چھٹی خصلت مقدمات، قسمت و تقسیم اور قضایا میں عدل کا

والثانی علی قلب ابراهیم علیه السلام.......................................

الخیرات کلها فی کل عالم غیبا کان او شهادة درمجالسہ ومکالمہ ومعاملہ ومسافرہ ودرشہود، خلوۃ، وہشتم رحمت برخلق۔

وایں احوال ومقامات درفتوحات تفصیلا مبین است، ودریں مقام بہمیں اکتفا نمودہ شدتا بملال نہ انجامد، والله الموفق۔ (انتہی من "ب")

والثانی علی قلب ابراهیم علیه السلام ودومی ایشاں برقلب حضرت ابراہیم است علیہ السلام وے راسورۂ اخلاص است، ومنازل اوبعدد آیات ایں سورہ است، واوصاحب حجت ودلیل نظری باشد، واوراخوض درمعقولات بسیار بود، ودرو(صائب)مصیب بود، وخطا براوراہ نیابد، چنانچہ خلیل الرحمٰن علیہ السلام، قال اللہ تعالیٰ" و تلك حجتنا آتینا ها ابراهیم علی قومه " واوداعی سوے حق بود خلق را، وہمیشہ نزداو جماعۂ ازاہل اللہ ملازم اوباشد، وخلق ازواستفادہ نماید، وبرخلق اللہ اومخفی باشد الا من اعلمه الله تعالی، وفیضے کہ ازوبخلق رسد، گاہے خودہم ندانند، ایں ہمہ معانی در فتوحات مسطوراست۔ (۲)

فائدہ: بندۂ فقیر درخاطرِ حقیر خودمدتے مدیددریں معنی متأمل بودکہ حضرت شیخ روح الله روحه و اوصل الینا فتوحه برقدم کدام نبی خواہند بود،

والتماس ایں معنی ازحضرت ایشاں ازادب بعید بود، واستکشاف اوازغیرابعد، بعدازانتقال ایشاں ازیں عالم شبے درخواب می بینم کہ من متوجہ زیارت روضۂ متبرکہ حضرت ایشاں شدہ ام ومقابل مرقدشریف بادب نشستہ ام کہ یک مردے پیدا شدمرامخاطب می کندومی گویدکہ:

(۱)(ب: ونیزفرمودکہ بعضے بصاحب احوال وعلوم فائض کہ شدہ اندازوشدہ اند۔)

(۲)(والخلق لا یعرف أن له هذه المرتبة الا من أعلمه الله بذالك ، و لقد رأیت من فتح الله علیه بصحبتی ، واستفاد احوالا و علوما ، و خرق عوائد اعطاه الله ذالك من حسن معاملته مع الله و اخبرنی أنه ما استفاد شیئا مما هو علیه الا منی ، و أنا لا علم لی بذالك ، انما أدعو الی الله ، و الله یعلم من یجیب ،ج ٤ ص ٨٠ /باب ٤٦٢ ـ صفر ١٣٢٩ ھ مطبعه میمنیه مصر و دار الکتب العربیه ،مصر)

برتاؤ کرنا۔ ساتویں ادب ہے۔ (وھو العلم بجوامع الخیرات کلھا فی کل عالم غیبا کان او شھادۃ) اور وہ ہم نشینی، بات چیت، معاملت، مسافرت میں اور خلوت وجلوت میں تمام خوبیوں کی جامع صفات کی معرفت ہے خواہ عالم غیب میں ہوں یا عالم شہادت میں۔ آٹھویں خصلت مخلوق پر رحم و کرم۔ یہ احوال ومقامات فتوحاتِ مکیہ میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔[۱]

یہاں اتنے ہی پر اکتفا کیا گیا تاکہ ملال اور اکتاہٹ نہ ہو۔ اور اللہ ہی توفیق رساں ہے۔☆

(والثانی علی قلب ابراھیم علیہ السلام) ان میں دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قلب ہیں۔ ان کے لیے سورۂ اخلاص ہے۔ اوران کی اس سورہ کی آیات کی تعداد کے برابر منزلیں ہیں۔ یہ قطب صاحبِ حجت، اور صاحبِ دلیلِ نظری ہوتا ہے۔ معقولات میں اس کا غور وخوض بہت ہوتا ہے اور اس میں وہ درستی پر ہوتا ہے، خطا اس پر راہ نہیں پاتی۔ جیسے خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا حال تھا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وتلك حجتنا آتیناھا ابراھیم علی قومہ"[۲] یہ دلیل جو ہے ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی۔ اور وہ مخلوق کو حق کی جانب دعوت دینے والا ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ اس کے نزدیک اہل اللہ کی ایک جماعت ساتھ ساتھ رہتی ہے۔ مخلوق اس سے فائدہ حاصل کرتی ہے اور وہ مخلوق پر مخفی ہوتا ہے۔ الا من اعلمہ اللہ تعالی۔ مگر یہ کہ جن کو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں بتادے۔ اور جو فیض کہ اس سے مخلوق کو پہونچتا ہے کبھی خود اسے بھی اس کا پتہ نہیں ہوتا۔ یہ ساری باتیں فتوحات میں مذکور ہیں۔ نیز فرمایا کہ بعض حضرات جو احوال وعلوم سے فیض پائے ہوئے ہیں وہ اسی قطب سے فیض یافتہ ہیں۔

فائدہ:۔ یہ بندۂ فقیر خاطر حقیر میں ایک مدت دراز تک اس معنی میں تامل میں مبتلا رہا کہ حضرت استادِ گرامی میرے شیخ کریم روح اللہ روحہ واوصل الینا فتوحہ کس نبی کے زیرِ قدم ہونگے؟۔ حضرت سے اس کی دریافت ادب سے بعید تھی اور کسی دوسرے سے اس بارے میں استفسار بعید تر۔ دنیا سے ان کے انتقال

---

(۱) :والسابعة الأدب،وھو العلم بجوامع الخیرات كلھا فی كل عالم ، وھو العلم الذی یحضرہ فی البساط و بمنحه المجالسة و الشھود و المكالمة و المسامرة والحدیث و الخلوة و المعاملة بمافی نفس الحق فی المواطن من الجلوة ، فھذا و أمثاله ھو الأدب۔ (فتوحات ۴/۷۹) ۔ (۲) (سورۂ انعام آیت ۵۳)۔

والثالث على قلب موسىٰ عليه السلام والرابع علىٰ قلب عيسىٰ عليه السلام ومسكنه بقبّة ارين والخامس علىٰ قلب داؤد عليه السلام.................................

ہیچ می دانی کہ حضرت ایشاں برقدم کدام نبی بودند؟ گفتم فقیر نمی داند! گفت کہ برقدم حضرت ابراہیم علیہ السلام بودند، بعدازیں بیدارشدم وشکرحق بجا آوردم۔

والثالث على قلب موسىٰ عليه السلام وسیومی ازایشاں برقلب حضرت موسیٰ است علیہ السلام، وسورۂ او اذا جاء نصر اللہ است، ومنازل او بعدد آیات اوست، وایں قطب اول ازاوتاد بود، بعد ازیں منتقل شد بقطبیۃ، واوصاحب جہد ومکابدہ است، ومنفک نیست از اشتغال بخلق عند اللہ تعالیٰ، و حق تعالیٰ اورا درمنزل ندا دوازدہ ہزار علم ذوقی درشب واحد عطا فرمودہ، ومنزل ندا از اعظم منازل است، وازعلوم اواست علم افتقار سوے حق بحق تعالیٰ وتقدس واوعلم شریف است۔

صاحب فتوحات قدس سرہ نوشتہ کہ ندیدم ہیچ ذائقے منزلۃ علم راچنانچہ من ذوق کردم۔

والرابع علىٰ قلب عيسىٰ عليه السلام، وچارمی ایشاں برقلب حضرت عیسیٰ است علیہ السلام، وسورۂ او قل یاایها الكافرون است، ومنازل او بعدد آیات اواست، وایں قطب ازضنائن بودہ، دراوتاد نیز بودہ بعدازو منتقل شدہ بقطبیۃ،

ومسكنه بقبّة ارين ومسکن او بقبّۂ ارین است، واو منقطع است ازخلق الامن شاء اللہ تعالیٰ واوعیش طیب دارد باحق تعالیٰ تاوقت مردن، وبراے او شش صد مقام است، درہر مقام مراورا از علوم علمے است کہ حق تعالیٰ خواستہ باشد، ووقتے کہ بیند کس راشبہہ، درمی آید درووو درعلم او [دورکند] تاکہ ظاہر شود آں کس راصورت حق دراں علم۔(۱)

و الخامس علىٰ قلب داؤد عليه السلام وپنجم ایشاں برقلب داؤد علیہ السلام است، و

(۱) (وهذاالقطب من الضنائن المصانين ، له التجلى الدائم ، كلامه فى الجمع و الوجود و علم المزيد ، اذارأى شبهة فى احد تحول بينه و بين العلم آزالها حتى يتبين لصاحبها صورة الحق فى ذالك الامر (فتوحات ص ٨٢- ج ٤)

کر جانے کے بعد ایک رات خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں حضرت کے روضۂ مبارکہ کی زیارت کو آیا ہوں اور مرقد شریف کے سامنے ادب سے بیٹھا ہوں۔ کہ ایک مرد ظاہر ہوا، وہ مجھے مخاطب کر کے کہتا ہے: کچھ جانتے ہو کہ حضرت کس نبی کے قدم پر تھے؟ میں نے کہا: فقیر نہیں جانتا۔ اس نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پر تھے۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور خدا کا شکر بجالایا۔

(والثالث علی قلب موسیٰ علیه السلام) ان میں تیسرے قلبِ موسیٰ علیہ السلام پر ہیں ان کی سورہ "اذا جاء نصر الله" ہے۔ ان کے منازل بعد د آیاتِ سورہ ہیں۔ یہ قطب پہلے اوتاد سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد قطبیت کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔ وہ جہد و مشقت والا ہے۔ اور عند اللہ مخلوق کی جانب اشتغال سے جدا نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ نے اس کو منزلِ ندا میں بارہ ہزار علم ذوقی ایک شب میں عطا فرمائے۔ منزلِ ندا اعظمِ منازل سے ہے۔ حق سے حق کی جانب احتیاج کا علم اس کے علوم سے ہے۔ وہ ایک شریف اور بلند علم ہے۔ صاحبِ فتوحاتِ مکیہ قدس سرہ نے تحریر کیا ہے کہ میں نے منزلت علم کا جیسا ذوق پایا ویسا کوئی ذوق پانے والا نہ دیکھا ۔(والرابع علی قلب عیسیٰ علیه السلام) ان میں چوتھا قلبِ عیسیٰ علیہ السلام پر ہے۔ اس کی سورہ "قل یا ایها الکافرون" ہے۔ اس کی منزلیں اس کی آیتوں کی تعداد کے مطابق ہیں ۔یہ قطب ضنائن میں سے تھا۔ اور اوتاد میں بھی تھا ۔اس کے بعد اس سے منتقل ہو کر قطبیت پر فائز ہوا۔ اس کا مسکن قُبّۂ ارین ہے۔ وہ خلق سے منقطع ہے مگر اللہ جسے چاہے (اس سے ملاقات کرا دیتا ہے)۔ تادمِ وفات حق تعالیٰ کے ساتھ عمدہ خوشگوار زندگی رکھتا ہے۔ اس کے واسطے چھ سو مقام ہیں۔ اس کے لیے ہر مقام کے اندر علوم میں سے ایک خاص علم ہوتا ہے جو حق تعالیٰ چاہتا ہے۔ جس وقت کسی شخص کو دیکھتا ہے کہ اس کے اور اس کے علم کے درمیان کوئی شبہہ حائل ہے تو یہ اس شبہہ کا ازالہ کرتا ہے یہاں تک کہ اس شخص کے لیے اُس علم میں صورت حق عیاں ہو جاتی ہے۔(والخامس علی قلب داؤد علیه السلام) ان میں پانچواں قطب دلِ داؤد علیہ السلام پر ہے۔ اس کی سورہ "اذا زلزلت الارض" ہے۔ منازل بعددِ آیات

والسادس علی قلب سلیمان علیه السلام والسابع علی قلب ایوب علیه السلام

سورۂ او اذا زلزلت الارض است، ومنازل او بعدد آیات او است، وحال او تفرقہ است، واو را مقام محبت است، واو مریض محبت است، ودواے او دواے اوست (فهو معلول الحب فداؤه دواؤه۔ فتوحات ص ۸۲ ج ٤)، واو اول از ائمہ بود بعد ازیں منتقل شده بقطبیۃ، چنانچہ قطب ثانی نیز از ائمہ بود بعد ازیں منتقل بقطبیۃ شود، وحال ومناقب او بسیار است، وصاحب فتوحات باوجود اطناب وتطویل چنیں فرمود کہ شان او عجیب است، وتفصیل حال او طویل است، ومذہب ما اختصار است، والسادس علی قلب سلیمان علیه السلام ششم ایشاں بر قلب حضرت سلیمان است علیہ السلام، وسورہ او سورۂ واقعہ است، ومنازل او بعدد آیات او است، واو را حیرت دائم است، ونمی گیرد او ہیچ حال از احوال خود را از ہیچ کس مگر از پروردگار خود، پس حال او احوال رب او است، چنانچہ حق تعالیٰ خود فرمودہ: " كل يوم هو فى شان " پس او را اختلاف احوال است واو از قومے است کہ مشاہد ند حق تعالیٰ را در شیون او کہ در ذات ایشاں است، پس آنہا متلبس اند از ربّ خود بشیونات او، ومثل ایں مجهول الحال است۔ زیرا کہ مواطن حق تعالیٰ مخفی اند۔ والسابع على قلب ايوب عليه السلام وہفتم ایں اقطابِ دوازدہ بر قلب ایوب است علیہ السلام، وسورۂ او سورۂ بقرہ است، ومنازل او بعدد (حروف اوست نہ بعدد [تصحیح از فتوحات مکیہ]) آیات او است۔[1]

وحال او عظمت است، ودل او پر از مشاہدۂ حق است، بمرتبۂ کہ گنجاے خود در عالم نمی یابد، چنانچہ حق تعالیٰ فرمودہ است: " ما وَسِعَنِی اَرْضِیْ و لا سَمَائِی وَوَسِعَنِی قَلْبُ عَبْدِ ی [المومن]"[2]

وشیخ محی الدین ابن عربی در فتوحات خود فرمودہ کہ من ہیچ کس را کہ بایں مقام متحقق باشد ندیدہ ام، مگر یک مردے را در موصل وحال او برو مخفی بود، وطالبِ ایضاح ایں نیز بود، وامام نجم الدین محمد بن

(۱) : در فتوحات مکیہ "بعدد حروف اوست" ذکر کردہ است نہ بعدد آیات۔
(۲) ہذا الحدیث القدسی متکلم فیہ سندا، انظر "کشف الخفاء ۲/۲۵۵ رقم الحدیث ۲۲۵۶۔

ہیں۔اس کا حال تفرقہ ہے۔اس کے لیے مقامِ محبت ہے۔وہ بیمارِ محبت ہے۔اس کی بیماری ہی اس کی دوا ہے۔پہلے وہ ائمہ میں تھا، پھر منتقل ہو کر قطبیت سے سرفراز ہوا۔جیسے قطبِ ثانی ائمہ میں سے ہوتا ہے پھر قطبیت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔اس کے حال و مناقب بہت ہیں۔صاحبِ فتوحات نے تطویل و اطناب کے باوجود یوں فرمایا کہ اس کی شان عجیب اور اس کے حال کی تفصیل طویل ہے۔اور ہماری روِش اختصار ہے (والسادس علی قلب سلیمان علیہ السلام) ان میں چھٹا قطب قلبِ حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہے۔اس کی سورہ سورۂ واقعہ، اور منازل بعدد آیات ہیں۔اس کے لیے حیرتِ دائم ہے۔یہ اپنے احوال میں کوئی حال اپنے پروردگار کے سوا کسی سے نہیں لیتا۔تو اس کا حال اس کے رب کا حال ہے یعنی جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (کل یوم ھو فی شان)[1] تو اس کے لیے اختلافِ احوال ہے۔وہ ان لوگوں سے ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کے ان شئون کا مشاہدہ رکھتے ہیں جو خود ان کی ذات میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔تو وہ اپنے رب سے اس کے شئون کے ذریعہ وابستہ ہوتے ہیں۔اور ایسا شخص مجہول الحال ہوتا ہے اس لیے کہ حق تعالیٰ کے مقامات مخفی ہیں۔

(والسابع علی قلب ایوب علیہ السلام) ان بارہ اقطاب میں ساتواں قلبِ ایوب علیہ السلام پر ہے اس کی سورہ، سورہ بقرہ ہے اس کے منازل اس سورہ کے حروف کی تعداد کے برابر ہیں۔اس کا حال عظمت ہے۔اس کا دل مشاہدہ حق سے پُر ہے۔اس حد تک کہ دنیا میں اپنی گنجائش نہیں پاتا۔جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔(ما وَسِعنی ارضی ولا سمائی و وَسِعَنی قلب عبدی) میری گنجائش نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں۔میرے بندے کا دل میری گنجائش رکھتا ہے۔[2]

محی الدین ابن عربی نے فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا کہ میں نے ایسے کسی شخص کو جو اس مرتبہ پر پہونچا ہوا ہو نہیں دیکھا مگر موصل میں ایک شخص کو دیکھا جس پر اس کا حال مخفی تھا۔اور وہ اس کے ایضاح کا طالب بھی تھا۔اس سے امام نجم الدین محمد بن ابی بکر نے میرا حال اسی زمانہ (۶۲۸ھ) میں بیان کیا۔وہ ہماری صحبت کا

---

(۱) (آیت ۲۹ سورہ رحمٰن ۵۵)۔(۲) (حدیث قدسی) کشف الخفاء۔

والثامن علی قلب الیاس علیه السلام والتاسع علیٰ قلب لوط علیه السلام والعاشر علیٰ قلب هود علیه السلام و الحادی عشر علیٰ قلب صالح علیه السلام ،والثانی عشر علیٰ قلب شیث علیه السلام و منهم الاقطاب السبعة علیٰ ما قیل ان الارض سبعة اقالیم

ابی بکر خبر مرادر زمانۂ حال بااو گفتہ (۱) واو طالب صحبت ما شدہ، ووقتے کہ باما ملاقات کردہ زلتش راوا نمودیم وحالش را ایضاح فرمودیم، پس خوش حال گشت، وحال خود را بتمامی شرح داد، یافتم کہ از مقام عظمت حظ وافر گرفتہ لیکن مرتبۂ او ہنوز از مرتبہ قطبِ ہفتمی کم بود۔ زیرا کہ بیان نمود کہ لعاب خود را در دہن می گردانیم وقادر بر انداختن او نیستیم۔ زیرا کہ ہیچ محل ومکان خالی از حق نمی یابیم، آداب شرعی نیز در القائے لعاب معلوم، ازیں جہت متحیریم۔ (۲)

ونیز فرمودہ کہ یک شخصِ دیگر را مثل ایں بشہر اشبیلیہ از بلاد اندلس دیدہ ام، واز منصور حلاج نیز نقل است کہ ازیں مقام ذوقی داشت تا کہ خانہ ساختہ بود واو را بیت العظمۃ نام نہادہ بود، وقتے کہ دروے می درآمد مردم خانہ را بااُو پُر می دیدند، ونسبت بعلم سیمیا می کردند۔

والثامن علی قلب الیاس علیه السلام وہشتم ایشاں برقلب الیاس علیہ السلام است والتاسع علیٰ قلب لوط علیه السلام ونہم ایشاں برقلب حضرت لوط علیہ السلام والعاشر علیٰ قلب هود علیه السلام ودہمے ایشاں برقلب حضرت ہود علیہ السلام است، الحادی عشر علیٰ قلب صالح علیه السلام ویازدہم ایشاں برقلب حضرت صالح علیہ السلام است، والثانی عشر علیٰ قلب شیث علیه السلام ودوازدہم ایشاں برقلب حضرت شیث علیہ السلام است۔ و منهم الاقطاب السبعة وبعضے از انواع اولیا ہفت قطب اند علیٰ ما قیل ان الارض سبعة اقالیم بنابر

---

(۱) (تصحیح از فتوحات مکیہ ۴/۸۳ مطبع میمنیہ مصر۔ ۱۳۲۹ھ)

(۲) (ما رایت من تحقق بهذا المقام و شهوده الا رجلا بالموصل ۔ من اهل حدیثة الموصل ۔ کان بهذه المثابة و أطلعه الحق علی أمر و لم یطلعه علی سره فیه و کان یطلب علی من یوضح له حاله ، فذکرنی له الامام نجم الدین محمد بن أبی بکر بن شامی الموصلی المدرس بمدرسة سیف الدین بن علم الدین بحلب فی هذاالزمان الذی نحن فیه وهو سنة ثمان و عشرین و ستمائة ، فطلب الاجتماع بنا ، فلما وصل ذکرنا زلته فاوضحتها له فسرّی عنه و استبشر الخ فتوحات ج ٤ ص ۸۳)

طالب ہوا۔ جس وقت کہ ہم سے وہ ملا اس کی لغزش ہم نے منکشف کی اور اس کا حال واضح کیا۔ وہ خوش حال ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ اس نے مقام عظمت سے حظ وافر پایا ہے۔ مگر اس کا مرتبہ اس ساتویں قطب کے مرتبے سے کم تھا۔ اس لیے کہ اس نے بیان کیا کہ میں اپنا لعاب منہ میں گردش دیتا رہ جاتا ہوں اور کسی جگہ اسے ڈال نہیں سکتا۔ اس لیے کہ میں کوئی جگہ حق سے خالی نہیں پاتا۔ لعاب ڈالنے میں شریعت کے آداب بھی معلوم ہیں۔ اسی وجہ سے میں متحیر رہتا ہوں۔

نیز انھوں نے فرمایا کہ میں نے اسی کی طرح ایک دوسرے شخص کو بلاد اندلس کے شہر اشبیلیہ [1] میں دیکھا۔ اور حضرت منصور حلاج [2] سے بھی منقول ہے کہ وہ بھی اس مقام سے کچھ ذوق رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ انھوں نے ایک گھر بنایا تھا۔ اس کا نام بیت العظمت رکھا تھا۔ جس وقت اس میں داخل ہوجاتے گھر کو لوگ ان کی ذات سے بھرا ہوا دیکھتے اور اسے علم سیمیا کی طرف منسوب کرتے [3]۔

(والثامن علی قلب الیاس علیہ السلام) ان میں آٹھویں قلب حضرت الیاس علیہ السلام پر ہیں۔ (والتاسع علی قلب لوط علیہ السلام) ان میں نویں قلب لوط علیہ السلام پر ہیں (والعاشر علی قلب هود علیہ السلام) دسویں قلب ہود علیہ السلام پر (والحادی عشر علی قلب علیہ السلام) گیارہویں قلب صالح علیہ السلام پر (والثانی عشر علی قلب شیث علیہ السلام) بارہویں قلب شیث علیہ السلام پر ہیں

(و منهم الا قطاب السبعة) اور انواع اولیا میں سے سات قطب بھی ہیں (علی ما قیل ان الارض سبعة اقالیم مقسومة علی عدد الکوکب) اس بنا پر کہ زمین کو سات مشہور کواکب سیارہ کی

(۱) اشبیلیہ کا تعارف ص ۲۷۹ پر دیکھیں۔ (۲) ص ۲۷۹ پر۔ (۳) علم سیمیا: ﴿عرض﴾ شیخ شہاب الدین مقتول کے مذہب کا کیا حال ہے؟ ﴿ارشاد﴾ فلسفی خیالات باطلہ اس کی طرف منسوب کیے گیے ہیں جس پر اسے قتل کیا گیا، وہ اپنی کتاب حکمۃ الاشراق میں اگرچہ مشائین کے خلاف چلا مگر فلسفہ اشراقیین کا متبع ہوا کہتے ہیں: سیمیا جو ایک نہایت ناپاک علم ہے اسے آتا تھا۔ قصاب سے دنبہ خریدا، دنبہ لے کر چلا۔ اور قیمت نہ دی۔ قصاب پیچھے ہولیا۔ وہ مانگتا ہے یہ چپ چاپ چلا جاتا ہے۔ قصاب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا کہ ہاتھ اکھڑ آیا۔ وہ بے چارہ ڈرا کہ کہیں گرفتار نہ ہوجائے۔ چھوڑ کر چلا گیا۔ اور حقیقت میں ہاتھ نہ تھا بلکہ آستین تھی۔ اسے یہ فن آتا تھا۔ اسے لکھ کر حضرت جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: ''بداں کسانیکہ چنیں کارہا کنند، بدآں علمیکہ باو ایں کارہا آموزند'' (ایسے لوگ برے ہیں جو ایسا کام کریں اور ایسا علم برا ہے جس سے ایسا کام سیکھیں) (الملفوظ ص ۵۷ حصہ دوم)
(مزید تعارف ص ۲۵۷ پر دیکھیں۔)

مقسومة علیٰ عدد الکواکب فالاول ینسب الیٰ زحل و ھو بلاد الھند ـ والثا نی ینسب الی المشتری و ھو بلاد الصین ....

آں کہ گفتہ شدہ کہ زمین تمام ہفت اقلیم ہا است مقسومة علیٰ عدد الکواکب کہ تقسیم کردہ شدہ است آں زمین را بر ہفت اقلیم، بر شمار ہفت کواکب سیارہ کہ مشہور اند، و تفصیل وے آن است کہ فرمود بقول خود فالاول ینسب الیٰ زحل و ھو بلاد الھند پس اولِ آں اقالیم ہفت گانہ اقلیمے ست منسوب بکوکبِ زحل کہ بالاے ہمہ است وآں اقلیم ہند است ـ

جناب سیادت مآب میر سید شریف نقل فرمودہ کہ اقلیم اول کشیدہ شدہ است در درازی از جانب مشرق و یک طرف او بر سواحل بحر جنوبی است، وابتداے او از خط استوا گرفتہ اند و دروے بعضے از بلاد چین آمدہ است، وبعضے از بلاد ہند، وبعضے از زمین حجاز و بیشتر بلاد یمن مانند صنعا و حضر موت و عدن و دیگر بلاد سودان یعنی حبشہ و نوبی و بربر تا حد دریاے مغرب، واز بروج اثنی عشر قوس بایں اقلیم تعلق دارد ، ومقدار روز وشب آں اقلیم دوازدہ طاس وچہل و پنج دقیقہ است ـ ودراں اقلیم بیست کوہہاے بزرگ اند ، وسی جوے بزرگ واللہ اعلم بالصواب ـ والثا نی ینسب الی المشتری و ھو بلاد الصین ودوم از آن ہفت اقلیمے است منسوب سوے مشتری، وآں اقلیم صین است، ودر مروج الذہب ومعدن الجواہر آوردہ کہ بلاد سندھ و ہند داخل ایں اقلیم ثانی است، وبعضے بلاد السودان، واز بروج جدی است، واز سبعہ سیارہ زحل (۱) است،

و در شرح چغمینی قاضی زادہ آوردہ است کہ ابتداے اقلیم ثانی از مشرق است، و پیوستہ ببعضے از بلاد چین، واز ان جا ببلاد ہند و سندہ، واز آن جا بعمان و جزیرہ عرب، از زمین نجد و تہامہ واز ان جا بزمین طائف و مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ و مدینۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسیدہ است ـ واز ان جا بصعید مصر و اوساط بلاد افریقیہ وبعضے بلاد بربر واز ان جا بمحیط مغرب رسیدہ است، و روز وشب آن اقلیم دوازدہ طاس

(۱) (الف : مشتری)ـ

تعداد کے مطابق سات اقلیموں پر تقسیم کیا گیا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ جس کی تفصیل اپنے قول سے فرمائی (فالاول ینسب الی زحل وھو بلاد الھند) توان سات اقالیم میں پہلا اقلیم سیارۂ زحل سے منسوب ہے جو سب سے بالا ہے اور وہ اقلیم ہند ہے۔

اور جناب سیادت مآب سید شریف قدس سرہ نے نقل فرمایا کہ:[1]

اقلیم اول جانب مشرق سے طول میں کھنچا ہوا ہے۔ اس کا ایک کنارہ بحر جنوبی کے ساحلوں پر ہے۔ اس کی ابتدا خط استوا سے ہے بلاد چین کا کچھ حصہ اس میں آ گیا ہے۔ کچھ بلاد ہند، کچھ زمین حجاز، اور بیشتر بلادِ یمن جیسے صنعا، حضر موت، عدن، اس میں واقع ہیں اور بلاد سوڈان میں سے حبشہ، نوبی، بربر تا حدّ دریائے مغرب اس میں واقع ہیں۔ اور بارہ برجوں میں سے برج قوس اس اقلیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس اقلیم میں روز وشب بارہ گھنٹے پینتالیس دقیقہ تک کے ہوتے ہیں۔ اس میں بیس بڑے پہاڑ اور تیس بڑے دریا ہیں۔ والله اعلم بالصواب۔

(والثانی ینسب الی المشتری و ھو بلاد الصین) ان ساتوں اقلیم میں دوسرا اقلیم مشتری کی جانب منسوب ہے اور وہ اقلیم چین ہے۔ مروج الذہب اور معادن الجواہر میں نقل کیا ہے کہ بلاد سندھ و ہند اسی اقلیم ثانی میں داخل ہیں اور بلاد سوڈان کے کچھ حصے۔ اور بروج سے جدی اور ساتوں سیاروں سے مشتری اس سے متعلق ہے۔

اور شرح چغمینی میں قاضی زادہ نے نقل کیا ہے کہ:[2]

اقلیم ثانی کی ابتدا بعض بلاد چین سے متصل مشرق سے ہے۔ اور وہاں سے بلاد ہند وسند۔ وہاں سے عمان وجزیرۂ مغرب از سرزمین نجد وتہامہ۔ وہاں سے سرزمینِ طائف ومکۂ مکرمہ ومدینۂ منورہ تک پہونچا ہوا ہے۔ وہاں سے صعید مصر، درمیانی بلادِ افریقہ اور کچھ بلادِ بربر تک۔ وہاں سے محیطِ مغرب تک پہنچ گیا ہے۔ اس اقلیم میں دن، رات بارہ گھنٹے کے اور درمیانی علاقوں میں تیرہ گھنٹے کے ہوتے ہیں۔ شہر دہلی، لاہور، مالوہ

(۱) سید شریف کا تعارف ص ۲۵۱ پر دیکھیں۔ (۲) قاضی زادہ رومی کا تعارف ص ۲۸۱ پر دیکھیں۔

والثالث ينسب الى المريخ وهو بلاد الترك والرابع ينسب الى الشمس وهو بلاد خراسان

است ودر اوسط آں سیزدہ طاس می باشد [1]۔ شہر دہلی، ولاہور، ومالوہ، وگجرات، ودکھن (دکن)، وکرناٹک، وملیبارہ وغیرہ داخل ہمیں اقلیم دوم است۔ وکوہ ہائے بزرگ دریں اقلیم بیست وہفت اند وجوے ہائے بزرگ نیز ہماں مقدار، واز بروج دوازدہ جدی واز سبع سیارہ زحل بایں تعلق دارد۔ والثالث ينسب الى المريخ وهو بلاد الترك وسیومی ازاں ہفت منسوب است سوے مریخ وآں بلاد ترک است۔

وحضرت میر سید شریف در شرح چغمینی خود نقل فرمودہ ابتداے اقلیم سوم از بلاد چین است وبیشتر بلاد چین ودار الملک او دراں اقلیم آمدہ است، وازاں جا بقندھار بعضے ولایت ہند وملتان از ولایت سندھ وسیستان وکرمان وفارس واصفہان واہواز وبصرہ وکوفہ وبغداد وبعضے ولایت مصر ودمشق وبیت المقدس ومدین، وقنا، ودِمیاط واسکندریہ وبعضے بلاد افریقیہ وبربر وازاں جا منتہی شدہ بمحیط مغرب۔ ودراں اقلیم روز مقدار سیزدہ طاس وچہل وپنج دقیقہ است۔ واز برج دوازدہ برج عقرب، واز ہفت سیارہ زہرہ بداں اقلیم تعلق دارد واللہ اعلم۔

والرابع ينسب الى الشمس وهو بلاد خراسان وچہارمی ازاں اقلیم ہفت گانہ منسوب است سوے شمس وآں بلاد خراسان است۔

وحضرت میر سید شریف نقل فرمودہ کہ ابتداے اقلیم چہارم از جانب مشرق است، وازاں جا ببلاد خطا وخُتَن وجبال کشمیر وبدخشاں وکابل وہرات ومَرُ ووشاہمان وسَرَخُس وماوَرُد، وطوس ونیشاپور وجرجان وطبرستان وہمدان وقزوین وبربر........ وازاں جا پیوستہ است ببلاد فرنگ پس منتہی شود بہ محیط، واز بروج اثنا عشر برج جوزا واز سبع سیارہ عطارد بدیں اقلیم تعلق دارد۔ ودراں اقلیم روز مقدار چہاردہ وربع طاس است ودراں بیست وپنج کوہ ہائے بزرگ اند وبیست ودو جوے ہائے بزرگ اند وایں اقلیم چہارمی اعدل اقالیم است۔ فضل د

(۱) قاضی زادہ در شرح چغمینی باقلیم دوم مقدار طویل ترین روز سیزدہ طاس وپانزدہ دقیقہ ذکر کرد۔ ودر اوسط ایں اقلیم مقدار روز سیزدہ ساعت ودی دقیقہ نوشتہ است۔ ۱۲ شرح چغمینی چاپ مطبع نامی منشی نول کشور ۱۸۸۴ء [نصر اللہ رضوی]۔

گجرات، دکن، کرناٹک، مالابار وغیرہ اسی اقلیم دوم میں داخل ہیں۔ اس اقلیم میں بڑے پہاڑ ۲۷ ہیں اور اتنی ہی مقدار میں بڑے دریا ہیں۔ بارہ برجوں میں سے ''جدی''، اور ساتوں سیاروں میں سے ''زحل'' اس سے تعلق رکھتا ہے۔

(والثالث ينسب الیٰ المريخ وهو بلاد الترك) ان ساتوں اقلیم میں تیسرا مریخ کی جانب منسوب ہے وہ بلادِ ترک ہے۔

حضرت میر سید شریف جرجانی نے اپنی شرح چغمینی میں نقل فرمایا کہ اقلیم سوم کی ابتدا بلادِ چین سے ہے اور بلادِ چین کا بیشتر حصہ اور اس کا پایۂ تخت اس میں آ گیا ہے۔ وہاں سے قندھار تک اور ولایت ہندو ملتان کا کچھ حصہ، ولایت سندھ اور سیستان، کرمان، فارس، اصفہان، اہواز، بصرہ، کوفہ، بغداد، اور ولایت مصر کا کچھ حصہ، دمشق، بیت المقدس، مدین، قنا، دمیاط، اسکندریہ، کچھ بلادِ افریقہ، بربر، وہاں سے محیط مغرب تک پہونچتا ہے اور اس اقلیم میں دن کی مقدار ۱۳ ساعت ۴۵ دقیقہ ہے۔[1]

اور ۱۲ ر برجوں میں برج عقرب اور ساتوں سیاروں میں زہرہ سے اس اقلیم کا تعلق ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

(والرابع ينسب الى الشمس وهو بلاد خراسان) اقلیم چہارم آفتاب کی جانب منسوب ہے۔ اور وہ بلادِ خراسان ہے۔

حضرت میر سید شریف نے نقل فرمایا کہ اقلیم چہارم کی ابتدا جانب مشرق سے ہے۔ وہاں سے بلادِ خطا خُتن، کشمیر، کابل، بلخ، بدخشاں، ہرات، مَرُو، شاہمان، سَرَخس، ماوَرْد، طوس، نیشاپور، جرجان، طبرستان، ہمدان، قزوین، بربر سے ملا ہوا ہے۔ اور وہاں سے بلادِ فرنگ کو ملا ہوا ہے۔ وہاں سے محیط تک پہونچتا ہے۔ اور ۱۲ ر بروج سے برج جوزا، اور سیاروں میں سیارۂ عطارد اس اقلیم سے متعلق ہے۔ اس اقلیم میں دن کی مقدار سوا چودہ ساعت ہے۔ اس میں ۲۰ ر بڑے پہاڑ، ۲۲ ر بڑے دریا ہیں۔ اور یہ اقلیم چہارم اعدلِ اقالیم ہے۔ اس کے لوگوں میں فضل و کمال زیادہ ہوا کرتا ہے۔

(۱) (غیاث اللغات میں نقل کیا کہ ۱۳ ساعت ۴۵ دقیقہ اقلیم دوم کے طولِ نہار کی مقدار ہے۔ اور اقلیم سوم میں بتایا کہ غایت طولِ نہار دریں اقلیم چہاردہ ساعت و نصف (ن رضوی)

والخامس ینسب الی الزهرة و هو بلاد ما وراء النهر و السادس ینسب الی العطارد و هو بلاد الروم، و السابع ینسب الی القمر و هو بلاد البَلقاء ....

کمال درمردم او بیشتری باشد۔ والخامس ینسب الی الزهرة و هو بلاد ما وراء النهر وپنجم ازاں اقالیم ہفت گانہ منسوب بسوے زہرہ، وآں بلاد ماوراء النہراست۔

ومیر سید شریف قدس سرہ درشرح چغمینی خود نقل فرمودہ کہ ابتداے اقلیم خامس از اقصیٰ بلاد ترک است، وازان جابلاد اندلس و قیصریہ وارزن روم ودیار آرمینیہ وکاشغر وشَروان وفرغانہ و اسنجاب وخوارزم وبخارا وسمرقند، وطَراز وخُجَنُد رسیدہ۔ ودراں اقلیم روز مقدار چہاردہ طاس وربع است ودروسط اوروز مقدار پانزدہ طاس است۔ ودراں اقلیم سی کوہ بزرگ وپانزدہ جوے بزرگ اند۔

وازمروج الذہب ومعادن الجواہر نقل فرمودہ کہ شام وروم وجزائر دریں اقلیم است وازبروج ثوروازسیارہ سبع قمر بایں اقلیم تعلق دارد۔

و السادس ینسب الی العطارد و هو بلاد الروم، وششم ازاں اقلیم ہفت گانہ منسوب است سوے عطارد وآں بلاد روم است۔

درشرح چغمینی قاضی زادہ نقل فرمودہ کہ ابتداے اقلیم ششم از جانب مشرق است وازاں جابلاد اندلس ،وبلاد افرنجہ پیوستہ ازاں جابعضے بلاد روم مثل قسطنطنیہ وبلاد رُوس واَ لاّن وصقلاب ومُوقان وبلاد آس وخزرو مُعْظَمِ ترکستان و قَرَا قُرم وبعضے مساکنِ اتراک رسیدہ، واز بروج اثنا عشر برج سرطان واز سبع سیارہ مریخ بایں اقلیم تعلق دارد۔ ودریں اقلیم روز مقدار پانزدہ وربع طاس است۔

و السابع ینسب الی القمر و هو بلاد البَلقاء ، وہفتم ازاں اقلیم ہفت گانہ منسوب است سوے قمر وآں بلادِ بلقا است۔

وحضرت سید شریف درشرح چغمینی خود نقل فرمودہ کہ ابتداے اقلیم ہفتم از جانب شرق است د

(والخامس ینسب الی الزهرة وهو بلاد ما وراء النهر) ان اقلیم ہفت گانہ میں پانچواں اقلیم زہرہ سے منسوب ہے۔ یہ بلاد ماوراء النہر پر مشتمل ہے۔

میر سید شریف قدس سرہٗ نے اپنی شرح چغمینی میں نقل فرمایا کہ اقلیم پنجم کی ابتدا اقصائے بلاد ترک سے ہے۔ وہاں سے بلادِ اندلس، بلادِ قیصریہ، ارزنِ روم، دیار آمینیہ، کاشغر، شروان، فرغانہ، اسنجاب، خوارزم، بخارا، سمرقند، بجاج، طَرَاز، اور خُجَندُ تک پہونچا ہوا ہے۔ اس اقلیم میں دن کی مقدار سوا چودہ ساعت ہے۔ اوراس کے وسط میں دن کی مقدار پندرہ ساعت ہے۔ اس میں ۳۰ر بڑے پہاڑ اور ۱۵ر بڑے دریا ہیں۔

اور مروج الذہب ومعادن الجواہر سے نقل فرمایا کہ شام وروم اور جزائر اسی اقلیم میں ہیں۔ برج ثور، اور سیارۂ قمر اس اقلیم سے متعلق ہیں۔

(والسادس ینسب الی العطارد وهو بلاد الروم) ان اقالیم ہفت گانہ میں چھٹا عطارد کی جانب منسوب ہے۔ اور یہ اقلیم بلاد روم پر مشتمل ہے۔

شرح چغمینی میں قاضی زادہ نے نقل فرمایا کہ اقلیم ششم کی ابتدا جانب مشرق سے ہے۔ اوراس جانب سے اندلس اور بلاد فرنگ سے ملا ہوا ہے۔ اور وہاں سے بعض بلاد روم، قسطنطنیہ، بلاد رُوس، آلان، صقلاب، مُوقان، بلاد آس، خَزَرو معظم ترکستان، قَرَا قُرم، اور بعض مساکن اتراک تک پہونچ گیا۔ ۱۲ر برجوں میں سے برج سرطان اور سیاروں میں مریخ اس سے تعلق رکھتا ہے۔ اس اقلیم میں دن سوا پندرہ ساعت کی مقدار ہوتا ہے۔

(والسابع ینسب الی القمر وهو بلاد البلقاء) ان اقالیم ہفت گانہ میں ساتواں اقلیم قمر کی جانب منسوب ہے۔ اور وہ بلاد بلقاء پر مشتمل ہے۔

حضرت سید شریف جرجانی قدس سرہ نے اپنی شرح چغمینی میں نقل فرمایا کہ اقلیم ہفتم کی ابتدا جانب

وسمی هولاء الاقطاب السبعة بهذه الاسماء لانهم مظاهر الصفات السبعة التی هی الایمة

ازاں جانہایت اتراک روحا رسیدہ۔ واز جانب شمال ببلاد یاجوج و ماجوج پیوستہ است۔ وازاں جا بعضے جبال وغیاض کہ مردم آں جا بوحوش می مانند رسیدہ وببلقا، وبعضے ولایت روس وصقلاب برگزیدہ وازاں جا منتہی می شود بہ محیط مغرب واز بروج اثنا عشر میزان، واز ہفت سیارہ آفتاب، باآں اقلیم تعلق دارد، انتہیٰ

وبطلیموس در کتاب مجسطی آوردہ کہ باقلیم ہفتم عمارات ربع مسکون منتہی می شود، وباقی زمین مسکون نیست۔ ودراں اقلیم روز مقدار بیست وسہ طاس است۔(۱) پس معلوم شد کہ نسبت ایں اقالیم بعض کواکب ہفت سیارہ مختلف فیہا است۔ آں چہ ازیں کتاب مفہوم شدہ نوع دیگر است وآں چہ از متن مستفاد شد نوع دیگر۔ والله سبحانه اعلم بالصواب ۔ و الیه المرجع و المآب ۔

واسم قطب الهند عبد الكليم	واسم قطب ہند عبدالکلیم است
واسم قطب الصين عبد العليم	ونام قطب صین عبدالعلیم است
واسم قطب الترك عبد البصير	ونام قطب ترک عبدالبصیر است
واسم قطب خراسان عبد المريد	نام قطب خراسان عبدالمرید است
واسم قطب ماوراء النهر عبد السميع	نام قطب ماوراءالنہر عبدالسمیع است
واسم قطب الروم عبد الحیّ	ونام قطب روم عبدالحیّ است
واسم قطب البلقاء عبد القادر	ونام قطب بلقا عبدالقادر است

وسمی هولاء الاقطاب السبعة بهذه الاسماء لانهم مظاهر الصفات السبعة التی هی الایمة ونامیدہ شدہ ایں اقطاب ہفت راباایں ہفت اسما ازیں جہت کہ ایشاناں مظہر صفات ہفت گانہ اند

(۱)(الف میں ہے: بست ویک طاس است۔ ودر عرض آں شصت وشش عمارات است۔ وساکنان آں اقلیم مانند وحوش است۔ ودر کتاب جعفر ہم چنیں آوردہ کہ در وسط آں اقلیم روز مقدار بست وسہ طاس است۔ انتہیٰ)۔

مشرق سے ہے۔ اور وہاں سے اتراک روحا کی آخری حدوں تک پہونچا ہوا ہے۔ جانب شمال بلادِ یاجوج ماجوج سے ملا ہوا ہے۔ اور وہاں سے بعض پہاڑوں اور جھاڑیوں تک پہونچا ہوا ہے، جہاں کے آدمی وحشیوں کے مانند ہوتے ہیں۔ بلقا سے اور کچھ اور ولایت روس وصقلاب سے ہو کر گزرتا ہے اور پھر وہاں سے محیط مغرب تک منتہی ہوتا ہے۔ بارہ بروج میں برج میزان۔ اور ساتوں سیاروں میں آفتاب اس سے تعلق رکھتا ہے۔ (انتہیٰ)

اور بطلیموس نے اپنی کتاب مجسطی میں ذکر کیا کہ اقلیم ہفتم پر ربع مسکون کی آبادی منتہی ہوتی ہے اور باقی زمین مسکون وآباد نہیں۔ اس اقلیم میں دن ۲۳ر ساعت کی مقدار ہے۔ [1] (انتہیٰ)

تو معلوم ہوا کہ ساتوں سیاروں کے بعض کواکب سے ان اقالیم کی نسبت میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ جو کچھ اس کتاب سے مفہوم ہوا وہ نوعِ دیگر ہے۔ اور جو متن سے مستفاد ہوا وہ نوعِ دیگر۔ واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب.

واسم قطب الهند عبد الكليم	قطبِ ہند کا نام عبدالکلیم ہے
واسم قطب الصين عبد العليم	چین کے قطب کا نام عبدالعلیم ہے
واسم قطب الترك عبد البصير	قطب ترک کا نام عبدالبصیر ہے
واسم قطب خراسان عبد المريد	قطب خراسان کا نام عبدالمرید ہے
واسم قطب ماوراء النهر عبد السميع	ماوراءالنہر کے قطب کا نام عبدالسمیع ہے
واسم قطب الروم عبد الحيّ	قطب روم کا نام عبدالحی ہے
واسم قطب البلقاء عبد القادر	قطب بلقا کا نام عبدالقادر ہے

(وسمى هولاء الاقطاب السبعه بهذه الاسماء لانهم مظاهر الصفات السبعة التى هى الأئمة) ان اقطابِ ہفت گانہ کو انھیں ناموں سے اس لیے نامزد کیا گیا کہ یہ لوگ صفاتِ ہفت

(۱) بنسخہ لف: دن ۲۱ر ساعت کا ہے۔ اس کے بالائی حصے میں ۶۶ عمارتیں ہیں۔ اور اس اقلیم کے باشندے وحشیوں کی مانند ہیں۔ اور کتاب جعفر میں یہ لکھا ہے کہ اس اقلیم کے وسط میں دن کی مقدار ۲۳ر ساعت ہے۔ (انتہیٰ) اور مجسطی کا تعارف ص ۲۸۳ پر دیکھیں۔

انتهیٰ کلامه ویحتمل ان یکون هولاء الاقطاب السبعة من جملة الاقطاب الاثنا عشر علی ما هو ظاهر کلام بعضهم ویحتمل ان یکون غیرهم علی ما هو صریح کلام بعضهم ومنهم الابدال والبدلاء وهم الاربعون الذین تخلقوا باخلاق الله تعالی اهل الارادة و الصلابة و الاحسان علی المسیٔ علیهم ....

کہ آنہا ایمۃ الصفات اند۔ کہ صفات فعلیہ از ایشاں ناشی شدہ اند۔ انتهیٰ کلامه ۔ منتہی شد کلام محقق مولانا علی پیرو کہ در شرح فصوص است۔

ہر گاہ کہ ایمہ این فن اختلاف کردند کہ ایں ہفت اقطاب از جملہ آں دوازدہ اند کہ بالا گذشتہ یا قسم آخر (کہ بالا مذکور شد یا قسم دیگر اند)، مغایر ایشاں بیان فرمود اور ابقول خود ویحتمل ان یکون هولاء الاقطاب السبعة من جملة الاقطاب الاثنا عشر علی ما هو ظاهر کلام بعضهم احتمال دارد کہ ایں اقطاب سبعہ از جملہ آں دوازدہ اقطاب اند کہ سابق شدہ ذکر ایشاں چنانچہ ظاہر کلام بعضے متصوفہ براں دال است ویحتمل ان یکون غیرهم علی ما هو صریح کلام بعضهم واحتمال دارد کہ ایں ہفت کس غیر آں دوازدہ باشند۔ چنانچہ صریح کلام بعضے براں ناطق است ۔ ومنهم الابدال والبدلاء وبعضے از انواع اولیا ابدال و بدلاء اند وهم الاربعون الذین تخلقوا باخلاق الله تعالیٰ وایشاں چہل فرد اند کہ متخلق شدہ اند باخلاق اللہ وعورت ہم در ایشاں داخل می باشد۔ وشیخ محی الدین ابن عربی در باب ہفتاد وسیوم از فتوحات مکیہ بعد ازاں کہ بعضے طبقات رجال اند ذکر کردہ فرمود کہ آنچہ ما بصیغۂ رجال ذکر می کنیم عورات ہم درو داخل است تغلیباً ذکر رجال کردہ می شود اهل الارادة و الصلابة و الاحسان علی المسیٔ علیهم واہل ارادہ اند بمعنی ارادت خود در ارادت حق عز شانہ فنا کردہ اند۔ واہل صلابت واہل احسان اند بر کسے کہ بد باشد با ایشاں ۔ از قطب ربانی شیخ محی الدین سید عبد القادر جیلانی قدس الله روحه واوصل الینا فتوحه نقل است کہ ارادہ عبارت است از ترک عادت وحقیقت او آن ست کہ طالب حق بود وتارک ماسوا اللہ، زیرا چہ بندہ ہر گاہ کہ ترک

گانہ کے مظہر ہیں جو ائمہ صفات ہیں ۔ کہ صفاتِ فعلیہ ان ہی سے ناشی ہیں (انتهیٰ كلامه) شرح نصوص میں محقق مولانا علی پیرو کا کلام ختم ہوا۔ [۱]

ائمہ فن کے درمیان اختلاف ہے کہ یہ ساتوں اقطاب انھیں مذکورہ بالا بارہ اقطاب میں سے ہیں یاان کے مغایر کوئی دوسری قسم ہیں اس بات کو اپنے اگلے قول سے بیان کیا(یحتمل ان یکون هولاء الاقطاب السبعة من جملة الاقطاب الاثنا عشر على ما هو ظاهر كلام بعضهم) احتمال یہ ہے کہ یہ ساتوں اقطاب ان ہی بارہ اقطاب میں سے ہوں جن کا ذکر گزشتہ بیان میں ہو چکا ہے جیسا کہ بعض صوفیہ کا ظاہرِ کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔ (ويحتمل ان يكون غيرهم على ماهو صريح كلام بعضهم)اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ساتوں ان بارہ کے علاوہ ہوں جیسا کہ ان میں بعض کا صریح کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔

(ومنهم الابدال والبدلاء)انواع اولیا میں بعض ابدال اور بُدَلاء ہیں۔ (وهم الاربعون الذين تخلقوا باخلاق الله) اور یہ چالیس فرد ہیں جو اخلاق الٰہیہ سے متصف ہوتے ہیں ۔صفات و عادات الٰہیہ کے مظہر ہوتے ہیں۔ان میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ کے باب ۷۳ میں مردوں کے طبقات ذکر کرنے کے بعد فرمایا: کہ جو کچھ ہم نے بصیغۂ رجال ذکر کیا ہے اس میں عورتیں بھی داخل ہیں ۔لیکن تغلیباً بصیغۂ رجال ذکر کیا گیا۔ [۲]

(اهل الارادة و الصلابة و الاحسان على المسیء عليهم) اہل ارادہ ہیں،یعنی اپنے ارادے کو حق عز شانہ کے ارادے کے تحت فنا کر دیا ہے۔وہ اہل صلابت اور سخت عزائم والے ہیں۔ اپنے ساتھ ناروا سلوک کرنے والوں پر احسان کا برتاؤ کرنے والے ہیں۔

قطب ربانی، شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ روحہ ، واوصل الینا فتوحہ سے منقول ہے کہ ارادہ،ترکِ عادت سے عبارت ہے۔جس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ حق کا طالب ہوتا ہے اور ماسوی

(۱) مولانا علی پیرو کا تعارف ص ۲۷۵ پر دیکھیں۔(۲) یہ حاشیہ ص ۲۷۷ پر دیکھیں۔ (۳) سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کا تعارف ص ۲۸۴ پر دیکھیں۔

واهل التجريد والتفريد والتفويض والتسليم و هم القايمون باصلاح الامور و حمل اثقالهم المتصرفون فى حقوق الحق بما اراد الله تعالىٰ فى الخلق لا يريدون الا ما اراد الله تعالىٰ ورضى الله عنهم لا نهم رضوا عنه وبذلوا الوجود للموجود الحق ....

کند عادت را کہ در حظوظ دنیا است و در حظوظ آخرت است پس نماند مگر ارادۂ مولیٰ۔

چنانچہ آیت کریمہ "و لا تطرد الذين يد عون ربهم با لغداوة و العشى يريدون وجهه"

و آیت کریمہ "واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداوة و العشى يريدون وجهه و لا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحيوٰة الدنيا ولاتطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا" ناطق است۔

وایں ہر دو آیت در فضل ارادہ واہل او بس بود کہ حضرت سرور کائنات صلوات اللہ وسلامہ علیہ را نہی شد از طرد ایشاں وامر شدہ بمصابرہ با ایشاں وعدم تجاوز نظر از ایشاں۔

واهل التجريد والتفريد والتفويض والتسليم وایشاں اہل تجرید وتفرید وتفویض وتسلیم اند۔

وتجرید: نزد مشائخ قدس اللہ اسرارہم واطلع علینا انوارہم عبارت است از مجرد شدن بندہ از طلب جزا وعوض در افعال خود نہ در دنیا، ونہ در آخرت بلکہ ہر عملے کہ بکند بہ ملاحظہ عبودیت وانقیاد امر کند۔

وتفرید: نزد ایشاں عبارت است از نفی نفس خود در ملاحظہ عمل، بلکہ ہر عمل کہ از و بوقوع آید بتوفیق حق ومنّت او بداند۔

پس حاصل تجرید نفی اغیار است۔ وحاصل تفرید نفی ذات خود۔

و هم القائمون باصلاح الامور و حمل اثقالهم المتصرفون فى حقوق الحق بما اراد الله تعالىٰ فى الخلق ۔

وہمیں چہل نفر قائم اند باصلاح امور مردماں و برداشتن بار ایشاں، ومتصرف اند در حقوق حق

اللہ کا تارک، اس لیے کہ بندہ جس وقت لذات دنیا اور حظوظ اخریٰ سے متعلق خواہش کی عادت ترک کردیتا ہے تو صرف ارادۂ مولیٰ رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیاتِ کریمہ ناطق ہیں۔(۱) وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوةِ وَ الْعَشِي يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (۶ سورۂ انعام آیت ۵۲) اور دور نہ کرو انھیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام اس کی رضا چاہتے ہیں۔(۲) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوةِ وَ الْعَشِي يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا۔ اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انھیں چھوڑ کر اوروں پر نہ پڑیں۔ کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو گے۔ اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا۔

یہ دونوں آیتیں ارادہ اور اہل ارادہ کی فضیلت میں کافی ہیں۔ کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو انھیں دور کرنے سے روک دیا گیا۔ اور ان کے ساتھ انس اور ہم نشینی قائم رکھنے کا حکم دیا گیا۔ نیز یہ بھی حکم ہوا کہ انھیں چھوڑ کر اوروں پر نظر نہ ڈالیں۔ (واهل التجريد و التفريد و التفويض و التسليم) اور ان لوگوں کو اہل تجرید، اہل تفرید، اہل تفویض اور اہل تسلیم کہتے ہیں۔ اور مشائخ (قدس الله اسرارهم واطلع علينا انوارهم) کے نزدیک تجرید اس بات سے عبارت ہے۔ کہ بندہ اپنے افعال کے اندر عوض اور جزا کی طلب سے کنارہ کش ہو جائے نہ دنیا میں بدل پانے کی خواہش رکھے نہ آخرت میں، بلکہ جو عمل بھی کرے تو صرف عبودیت اور حکمِ خداوندی کی بجا آوری ملحوظ ہو۔

اور تفرید سے ان کے نزدیک یہ مراد ہے کہ بندہ ملاحظۂ عمل میں اپنے نفس کی نفی کرے بلکہ جو عمل اس سے وقوع پذیر ہوا سے حق تعالیٰ کی توفیق اور اس کے احسان سے جانے۔ لہذا تجرید کا حاصل ہے اغیار کی نفی۔ اور تفرید کا حاصل ہے خود اپنی ذات کی نفی۔ (وهم القائمون باصلاح الامور وحمل اثقالهم المتصرفون فى حقوق الحق بما اراد الله تعالىٰ فى الخلق) اور یہی چالیس نفر لوگوں

(۱) ۶ سورۂ انعام آیت ۵۲۔ (۲) ۱۸ سورہ کہف آیت ۲۸۔ (۳) حاشیہ میں...... پر دیکھیں۔

لا يريدون الا ما اراد الله تعالىٰ و رضى الله عنهم لا نهم رضوا عنه وبذلوا الوجود للموجود الحق فاكرمهم الله تعالىٰ بالكرامات الظاهرة وابدلهم بالاوصاف الكاملة قدمهم علىٰ قدم موسىٰ عليه السلام مقام المكالمة مع الله تعالىٰ و يسمى الابدال ابدالا لانه اذا مات منهم واحد ابدل الله مكانه من ثلاث مأة هذا ما قيل و يعلم من كلام بعض المتصوفة..............

بچیز ہاے کہ خواستہ است حق جل وعلا در خلق ۔لا يريدون الا ما اراد الله تعالىٰ و رضى الله عنهم لا نهم رضوا عنه نمی خواہند ایشاں مگر چیزے را کہ خواستہ است حق عز شانہ وراضی است حق سبحانہ از ایشاں زیراچہ ایشاں راضی شدہ اند از حق تعالیٰ وتقدس وبذلوا الوجود للموجود الحق وباختہ وجود خودرا برائے موجود حق یعنی فنا فی اللہ حاصل شدہ است ایشاں را۔

فاكرمهم الله تعالىٰ بالكرامات الظاهرة ۔پس اکرام فرمود ایشاں را حق تعالیٰ وتقدس بکرامات ظاہرہ وخوارق ہاے باہرہ۔ چنانچہ بالا مذکور شد۔کہ ایشاں ایستادہ اند برائے اصلاح امور مردم و برداشت بار ایشاں وامثال ایں از ایشاں است ۔وابدلهم بالاوصاف الكاملة وبدل ساختہ است حق عز شانہ ایشاں را از اوصاف ناقصہ باوصاف کاملہ چنانچہ بالا گذشت کہ صفاتِ خودرا در صفاتِ حق فانی کردہ اند ووجود خودرا در وجود حق جل وعلا وبحق باقی شدہ اند۔

قدمهم علىٰ قدم موسىٰ عليه السلام مقام المكالمة مع الله تعالىٰ 'قدم ایشاں برقدم موسیٰ است علیہ السلام وآں مقام مکالمہ است مع اللہ سبحانہ وتعالیٰ ۔

و يسمى الابدال ابدالا لانه اذا مات منهم واحد ابدل الله مكانه من ثلاث مأة وتسمیہ کردہ شد جماعت ابدال را بایں اسم ازیں جہت کہ ہر وقتے کہ می میرد یکے از ایشاں بدل می فرماید حق جل وعلا مکان او از سہ صد نفر اولیا کہ مسمی بہ نقبا اند۔ وبعضے گفتہ اند کہ ابدال آن ست کہ ایشاں را توالد و تناسل نیست۔هذا ما قيل، ایں معنی کہ ابدال وبدلا یکے اند مفہوم کلام بعضے از طائفہ صوفیہ است۔

و يعلم من كلام بعض المتصوفة ودانستہ می شود از کلام بعضے متصوفہ ومراد ازیں بعض شیخ

کے امور کی اصلاح اوران کا باراٹھانے کے ذمہ دار ہیں۔ وہ حق تعالیٰ کے حقوق میں خلق سے متعلق اس کی مشیت کے مطابق تصرف کرتے ہیں(لا یریدون الا ما اراداللہ ورضی اللہ عنھم لانھم رضوا عنہ) یہ وہی چاہتے ہیں جوحق تعالیٰ نے چاہا۔اور اللہ ان سے راضی ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔(وبذلوا الوجود للموجود الحق) اوران لوگوں نے اپنے وجود کو موجودِ حق تعالیٰ کے لیے قربان کردیا ہے۔یعنی ان کے لیے فنافی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو چکا ہے۔(فاکرمھم اللہ تعالیٰ بالکرامات الظاھرۃ) تو اللہ تعالیٰ نے کھلی عزتوں اور روشن کرامتوں سے انھیں نوازا۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ یہ چالیسوں افرادلوگوں کے امور کی اصلاح اوران کا باراٹھانے کے ذمہ دار ہیں۔اوراسی طرح کے کام ان سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔(وابدلھم بالاوصاف الکاملۃ)اورحق سبحانہ تعالیٰ نے ناقص اوصاف کے بدلے انھیں کامل اوصاف سے نوازا ہے۔جیسا کہ ذکر ہوا کہ انھوں نے اپنی صفات کوحق تعالیٰ کی صفات میں،اوراپنے وجود کوحق تعالیٰ کے وجود میں فنا کردیا ہے اورحق کے ساتھ باقی ہوگئے ہیں۔

(قدمھم علی قدم موسیٰ علیہ السلام مقام المکالمۃ مع اللہ)ان کا قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیرقدم ہے۔اور یہ اللہ سبحانہ کے ساتھ مکالمہ اور گفتگو کا مقام ہے۔ (ویسمی الابدال ابدالا لانہ اذا مات منھم واحد ابدل اللہ مکانہ من ثلاث مأۃ)اورابدال کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب ان میں کوئی انتقال کرجاتا ہے تو اس کی جگہ پر ان تین سو اولیائے کرام میں سے ایک کو کردیا جاتا ہے جونقبا کے نام سے موسوم ہیں [1]۔اور بعض نے کہا ہے کہ ابدال وہ لوگ ہیں جن کے لیے توالدوتناسل نہیں ہے۔(ھذا ماقیل) یہ معنی کہ ابدال اور بدلا ایک ہیں جماعتِ صوفیہ میں بعض کے کلام کا مفہوم ہے۔

(ویعلم من کلا م بعض المتصو فۃ أن البدلاء غیر الابدال) اور بعض صوفیہ کے کلام

(۱)(الملفوظ ص۱۰۶ کے حوالہ سے: غوث کے انتقال کے بعد درجۂ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے؟ صفحہ ۲۷۷ پر دیکھیں۔

ان البدلاء غیر الابدال و ذالك انه قال البدلاء سبعة رجال یسافر احد هم عن موضع یترك فیه جسدا علیٰ صورته بحیث لایعرف احد انه فقد و ذالك معنی البدل لا غیر و هم علیٰ قلب ابراهیم ومنهم النجباء و هم الاربعون و قیل سبعون..............................

عبدالرزاق کاشی اند کہ ایں معنی را تصریح فرمودہ اند در اصطلاحات خود ان البدلاء غیر الابدال کہ تحقیق بدلاء غیر ابدال اند و ذالك انه قال البدلاء سبعة رجال ومفہومیۃ حکم غیریت بدلا وابدال ازاں جہت است کہ گفتہ بدلاء ہفت رجال اند وابدال باتفاق چہل تن اند۔ پس معلوم شد کہ بدلا غیر ابدال باشند۔

یسافر احد هم عن موضع یترك فیه جسدا علیٰ صورته بحیث لایعرف احد انه فقد سفر می کند یکے از ایشاں از محلے وترک می کند دراں محل جثۂ خود را بر صورت خود بمرتبۂ کہ نشناسد ہیچ کس کہ اوگم است ازایں جا و ذالك معنی البدل لا غیر وہمیں کہ ذکر کردہ شد معنی بدل است نہ غیراو و هم علیٰ قلب ابراهیم وایشاں برقلب ابراہیم اند علیہ السلام۔

ومحقق جامی قدس سرہ السامی در نفحات نقل فرمودہ از فتوحات مکیہ کہ شیخ ابن عربی در فصل سی ویکم از باب نود وہشتم ازاں کتاب ذکر کردہ کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ زمین را ہفت اقلیم گردانیدہ وہفت تن از بندگان خود برگزیدہ وایشاں را ابدال نام نہادہ وجود ہر اقلیم را بیکے ازاں ہفت تن نگاہ می دارد و گفتہ است کہ من در حرمِ مکہ باایشاں جمع شدم و برایشاں سلام گفتم وایشاں بر من سلام گفتند، وباایشاں سخن گفتم فما رأیت فی ما رأیت احسن شئ منهم و لا أکثر شغلاً منهم بالله انتهیٰ۔

ومنهم النجباء وبعضے از انواع اولیا نجبا اند و هم الاربعون وآں چہل تن اند نزدیک اکثر چنانچہ شیخ عبدالرزاق کاشی در اصطلاحات خود آوردہ اند۔

وقیل سبعون وبعضے گفتہ کہ ہفتاد نفر اند وبایں عدد تصریح نمودہ اند امام یافعی در روضۃ الریاحین

سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدلا، ابدال کے علاوہ ہیں۔اس بعض سے مراد حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی ہیں جنھوں نے اپنی اصطلاح میں اس مطلب کی تصریح کی ہے کہ (وذا لك ا نه قا ل ا لبد لا ء سبعة رجا ل) ابدال اور بدُ لا کے درمیان غیریت کا حکم اس طرح سمجھا گیا کہ انھوں نے کہا ہے کہ بُدلا سات مرد ہیں اور ابدال کے بارے میں اتفاق ہے کہ چالیس نفر ہیں۔تو معلوم ہوا کہ بُدلا، ابدال کے علاوہ دوسرے لوگ ہیں۔

(يسا فر احدهم عن مو ضع يترك فيه جسدا على صو رته بحيث لا يعرف احد انه فقد) ان میں کا ایک کسی ایک مکان سے سفر کرتا ہے تو وہاں اپنی صورت پر اپنا ڈھانچہ اس انداز سے چھوڑ جاتا ہے کہ کوئی یہ نہیں شناخت کر پاتا کہ وہ یہاں نہیں ہیں۔ (وذا لك معنى البد ل لا غير) اور یہی ذکر کردہ چیز بدل کا مطلب ہے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں (وهم على قلب ابرا هيم) اور یہ لوگ قلب ابراہیم علیہ السلام پر ہوتے ہیں۔

محقق جامی قدس سرہ السامی نے نفحات الانس میں فتوحاتِ مکیہ سے نقل فرمایا کہ شیخ ابن عربی نے اسی کتاب کے باب ۹۸ کی فصل ۳۱ میں ذکر کیا ہے کہ: حق سبحانہ وتعالیٰ نے زمین کو سات اقلیم بنایا اور اپنے بندوں میں سے سات اشخاص کو منتخب فرما کر انھیں ابدال کا نام دیا۔ان ہی سات حضرات میں سے ایک ایک کے ذریعہ ہر اقلیم کی حفاظت فرماتا ہے۔نیز انھوں نے کہا ہے کہ: میں حرمِ مکہ میں ان ابدال سے ملا، میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے میرے سلام کا جواب عنایت فرمایا پھر میری ان سے بات چیت ہوئی۔تو میں نے ان سے بہتر نہ دیکھا اور نہ اللہ کے ساتھ ان سے زیادہ کسی کو مشغول پایا (انتہی)(ومنهم النجبا ء) انواعِ اولیا میں بعض نجبا ہیں (وهم الا ربعو ن) اور یہ اکثر کے نزدیک چالیس کی تعداد میں ہوتے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالرزاق کاشی [1] نے اپنی اصطلاحات میں نقل کیا ہے۔ (وقيل سبعو ن) بعض نے کہا کہ ان کی تعداد ستر ہوتی ہے۔اور اس تعداد کی صراحت امام یافعی [2] نے

(۱) علامہ کاشی کا تعارف ص ۲۷۳ پر دیکھیں۔(۲) امام یافعی کا تعارف ص ۲۸۶ پر دیکھیں۔

القائمون باصلاح امور الناس و حمل اثقالهم۔ المتصرفون فی حقوق الخلق لاغیر هم اهل القلوب تخلقوا باخلاق الله وتجلی لهم الغیب و انکشف لهم السر و ظهر عند هم حقیقة الامر و تحققوا بانوار الالٰهیة و تقلبوا فی الاطوار الربوبیة ومنهم النقباء وهم الذین تخلقوا باسم الباطن فاشرفوا علیٰ بواطن الناس فاستخرجوا خفایا الضمائر لانکشاف الستائر لهم عن وجوه السرائر۔..

از خضر علیہ السلام ونقل فرموداز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کہ مکانِ نجبا.....است. القائمون باصلاح امور الناس و حمل اثقالهم۔ المتصرفون فی حقوق الخلق لاغیر ایشاں قایم اند باصلاح امور مرد ماں و برداشتن ایشاناں، متصرف اند در حقوق خلق نہ غیر او هم اهل القلوب تخلقوا باخلاق الله ایشاناں اہل دل اند متخلق شدہ اند باخلاق اللہ۔

وشیخ عبد الرزاق کاشی قدس سرہ در اصطلاحات فرمودہ کہ قلب جوہر نورانی است مجرد متوسط میان روح ونفس وبہمیں محقق می شود انسانیت ومی نامد ایں را حکیم بنفس ناطقہ و روح ونفس حیوانی مرکب او است وتجلی لهم الغیب و انکشف لهم السر و ظهر عند هم حقیقة الامر ومتجلی شدہ است مر ایشاں را غیب وکشف شدہ است مر ایشاں را سر وظاہر شدہ است بنزدیک ایشاں حقیقۃ الامر

و تحققوا بانوار الالٰهیة و تقلبوا فی الاطوار الربوبیة ومتحقق شدہ اند بانوار الٰہی ومتقلب شدہ اند در اطوار ربوبیۃ ۔ وحقیقت ہر طور دریافتہ ۔

ومنهم النقباء وبعضے از انواع اولیا نقبا اند ۔ ونقبا جمع نقیب است ۔ وایشاں دہ نفر اند بنقل امام یافعی در روضۃ الریاحین از خضر علیہ السلام ۔ وهم الذین تخلقوا باسم الباطن فاشرفوا علیٰ بواطن الناس فاستخرجوا خفایا الضمائر لانکشاف الستائر لهم عن وجوه السرائر۔ ایں نقبا کسانے اند کہ متخلق شدہ اند باسم باطن، پس مُشْرِف اند ایشاں بر بواطنِ مردماں، پس استخراج می کنند خفایائے قلوب

(۱) (الف : وقاضی عیاض در شفا از امیر المومنین علی کرم الله وجهه الکریم و رضی الله تعالی عنه نقل کرده : لکل نبی اعطی سبعة نجباء من امته و اعطی نبیکم صلی الله علیه و سلم اربعة عشر نجباء ، منهم ابو بکر و عمر و ابن مسعود و عمار)

"روضۃ الریاحین"[1] میں حضرت خضر علیہ السلام سے نقل فرمائی ہے۔اور انھوں نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے نقل فرمایا کہ نجبا کا مقام مصر ہے۔(القائمون باصلاح امور الناس وحمل اثقالھم المتصرفون فی حقوق الخلق لا غیر) یہ افراد لوگوں کے امور کی اصلاح اور ان کا بار اٹھانے کے ذمہ دار ہیں مخلوقات کے حقوق میں تصرف کرتے رہتے ہیں دوسرا کوئی کام ان کے ذمہ نہیں(ھم اھل القلوب تخلقوا باخلاق اللہ) یہ اہل دل ہیں جو اخلاقِ الٰہیہ سے متصف ہیں۔ شیخ عبدالرزاق کاشی قدس سرہ نے اصطلاحات میں بیان فرمایا کہ قلب روح ونفس کے درمیان، مادہ سے مجرد ایک نورانی جوہر ہے۔اسی سے انسانیت کا تحقق ہوتا ہے، حکما اسے نفسِ ناطقہ اور روح سے موسوم کرتے ہیں۔اور نفس حیوانی اس کا مَرکب ہے۔[2] (وتجلی لھم الغیب وانکشف لھم السر وظھر عندھم حقیقۃ الامر) چھپی چیزیں یعنی غیب ان کے لیے روشن ہو چکا ہوتا ہے پوشیدہ باتیں ان پر منکشف ہیں اور حقیقت کا چہرہ ان کے سامنے عیاں ہوتا ہے

(وتحققوا بالانوار الالٰھیۃ وتقلبوا فی الاطوار الربوبیۃ) یہ انوار الٰہیہ کے ساتھ تحقق، اطوارِ ربوبیت کے ساتھ گردش وتقلب اور ہر طور وطریق کی حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں۔

حضرت قاضی عیاض[3] رحمۃ اللہ علیہ نے "شفا" میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل فرمایا کہ: ہر نبی کو ان کی امت سے سات نجبا عطا کیے گئے ہیں۔اور تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہ نجبا عطا کیے گئے ہیں۔ان میں حضرات ابوبکر، عمر، ابن مسعود، اور عمار رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔(و منھم النقباء) انواع اولیا میں بعض نقبا ہیں۔اور نقبا نقیب کی جمع ہے۔اور یہ دس لوگ ہیں جیسا کہ حضرت امام یافعی نے "روضۃ الریاحین" میں حضرت خضر علیہ السلام سے نقل فرمایا۔

(وھم الذین تخلقوا باسم الباطن فاشرفوا علی بواطن الناس فاستخرجوا علی خفایا الضمائر لانکشاف الستائر لھم عن وجوہ السرائر) یہ وہ لوگ ہیں جو اسم باطن کی صفت سے آراستہ ہیں۔اس لیے لوگوں کے باطن پر نگاہ رکھتے ہیں اور دلوں کی پوشیدہ باتیں نکال لیتے

(۱) روضۃ الریاحین کا تعارف ص ۲۸۶ پر دیکھیں۔(۲)(ملفوظات دوم ص ۷۹/۷۸ اقدیم کا مطالعہ مفید ہوگا۔(۳) تعارف ص ۲۴۵ پر دیکھیں۔

وهم ثلاث مأة على قدمِ آدم عليه السلام فهم اهل التوبة و العبادة و اهل الصفا و الصفوة و اهل الخشية و البكاء واهل العلم و المعرفة باسماء الله تعالى واهل الخلافة الالٰهية كما كان آدم عليه السلام كذالك حر فتهم الكسب والمزارعة قيل مقامهم فی المصرونواحيه ....

ازیں جہت کہ منکشف شدہ اند برائے ایشاں پردہائے از وجوہ اسرار وخفیات وهم ثلاث مأة على قدمِ آدم عليه السلام وایشاں سہ صد نفر برقدم آدم علیہ السلام ۔(۱) فهم اهل التوبة و العبادة و اهل الصفا و الصفوة و اهل الخشية و البكاء . پس ایشاں اہلِ توبہ واہلِ صفا وصفوہ اند واہلِ خوف و گریہ (۲) معنی توبہ بالا مذکور شد۔ وعبادت را در رسالۂ جواہر الاولیا دو قسم کردہ ظاہری و باطنی۔

ظاہری آن ست کہ با عضاو جوارح تعلق دارد۔ چنانچہ وضو و نماز و فرائض و سنن و نوافل و قراءتِ قرآن و اوراد و خیرات۔

و باطنی آن ست کہ بقلب تعلق دارد۔ مثلِ ذکرِ خفی وفکر و مراقبہ وصدق نیت و یقین ومخالفتِ نفس و معرفت و عشق ونفی خواطر و امثالِ آں، وعبادت مثمرِ یقین است۔ چنانچہ فرمود حق عز شانہ مر نبی خود را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واعبد ربك حتى يا تيك اليقين .

واهل العلم و المعرفة باسماء الله تعالى واہلِ علم ومعرفت اند باسمائے حق عز شانہ۔ واهل الخلافة الالٰهية كما كان آدم عليه السلام كذالك. واہل خلافتِ الٰہی اند۔ چنانچہ آدم علیہ السلام موصوف بایں صفات بودند حر فتهم الكسب والمزارعة وحرفتِ ایشاں کسب کردن است وزراعت قیل مقامهم فی المصرونواحيه گویند کہ جائے باشِ ایشاں (۳) در شہر مصر است وگرداگرداو، گویند (۴) کہ جائے باش ایشان (۵) مغرب ست۔

(۱) (ب میں ہے: وامام یافعی از خضر علیہ السلام نقل فرمودہ کہ ایں سہ صد مختار اند قال ثلاث مأة هم المختارون ـان لله تعالىٰ فی الارض ثلاث ماة عبيد قلوبهم على قلب آدم عليه السلام . بدرستے کہ تحقیق مرحق راعز شانہ درزمین سہ صد بندہا اند کہ دلہائے ایشاں بردلِ آدم است، علیہ السلام)۔
(۲) (ب میں ہے: واہلِ خشیہ وبکا اند)۔ (۳) (ب: مقام ایشاں)۔ (۴) (ب: بعضے گفتہ اند)۔ (۵) (ب: مسکن ایشاں)۔

ہیں۔ چوں کہ ان کے سامنے اسرار اور پوشیدہ امور بے حجاب نمایاں ہوتے ہیں۔

(و هم ثلاث مأ ة على قدم آدم عليه السلا م) اور یہ لوگ قدم آدم علیہ السلام پر تین سو کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ امام یافعی نے حضرت خضر علیہ السلام سے نقل فرمایا کہ یہ تین سو افراد مختار ہیں۔(قا ل ثلاث مأة هم المختارون ان لله تعا لىٰ فى الارض ثلاث مأة عبيد قلو بهم على قلب آدم عليه ا لسلام) انھوں نے فرمایا کہ وہ تین سو نفر ہیں جو صاحبانِ اختیار ہوتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی زمین کے اندر تین سو بندے ہیں جن کے دل قلبِ آدم علیہ السلام پر ہیں (فهم ا هل التوبه وا لعبادة وا هل ا لصفا وا لصفوة وا هل ا لخشية وا لبكاء) تو وہ لوگ اہل توبہ اہل عبادت، اہلِ صفا وصفوہ ہیں۔ نیز وہ اہل خوف وگریہ ہیں۔ توبہ کا معنی اوپر مذکور ہو چکا۔ اور عبادت کو رسالۂ جواہر الاولیا میں دو قسموں میں منقسم بتایا۔ ظاہری اور باطنی۔

(۱) ظاہری: وہ ہے جو اعضاو جوارح سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی اعضاو جوارح کے ذریعہ عمل میں آتی ہے۔ جیسے وضو، نمازِ فرائض وسنن، نوافل، قراءتِ قرآن۔ اور اوراد و وظائف و دیگر اعمالِ خیر۔

(۲) اور باطنی عبادت : وہ ہے جو قلب سے تعلق رکھے جیسے ذکر خفی، فکر و مراقبہ، صدقِ نیت، یقین، مخالفتِ نفس، معرفت، عشقِ الٰہی، نفی خواطر (دل میں گزرنے والے بے جا خیالات کو رد کرنا) اور اس کے امثال۔ اور عبادت یقین کا ثمر لاتی ہے۔ جیسے حق عز شانہ نے اپنے نبی سے فرمایا : "واعبد ربك حتىٰ يا تيك اليقين" (۱) اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمھیں یقین آجائے۔

(واهل العلم والمعرفة باسماء الله تعالىٰ) وہ اہلِ علم اور اسماے حق تعالیٰ کی معرفت والے ہیں (واهل الخلافة الالٰهية كما كا ن آدم عليه السلام كذالك) اور اہل خلافت الٰہی ہیں جس طرح آدم علیہ السلام ان صفات سے موصوف تھے۔(وحرفتهم الكسب والمزا رعة) ان کا پیشہ کسب و زراعت ہوتا ہے (قيل مقا مهم فى المصر ونوا حيه) کہتے ہیں کہ ان کی جائے بود و باش شہر مصر اور

(۱)(سورہ الحجر آیت ۹۹)۔

ومنهم الا خيا ر و هم الذين اختارهم وخير هم و فضلهم على عامةاهل الا سلا م اهل الزهد والتقوىٰ والورع واهل الخوف والخشيةوالتوكل و التسليم و التفويض و الرضا بالقضا

ومنهم الا خيا ر و بعضی از انواع اولیا اخیار اندو هم الذين اختارهم وخير هم و فضلهم على عامةاهل الا سلا م وایشان آن جماعت اند کہ اختیار کردہ است ایشان را حق جل وعلا ومختار ساختہ وفضل دادہ است برعامہ اہل اسلام۔

اهل الز هد والتقو ىٰ والورع واهل الخوف والخشية والتوكل و التسليم و التفويض و الرضا بالقضا ایشاں موصوف اند بایں صفات کمال کہ حسن ہر یکے ازیں ہا وفضلِ وے بر اربابِ دانش وبینش ظاہر وباہر است۔

واز ابوسلیمان الدارانی نقل است کہ فرمود:

"الزهد ترك ما يشغلك عن الله"۔

وفاضلِ دیگر فرمود:

" الزهد ان لا تفرح على ما اوتيت و لا تحزن على ما فاتك"

ودر فضلِ زہد احادیث بسیار مروی ست۔ ازاں جملہ آن ست کہ:

"اذا اراد الله بعبد خيرا زهّد ه فى الدنيا و رغّبه فى الآخرة و بصّره بعيوب نفسه ."

ونیز فرمود کہ : الزهد حرفتى.

وتقویٰ در شریعت: پرہیزیدن است از جمیع معاصی جوارح وذمائم ظواہر۔

ودر طریقت: پرہیز کردن از ذمایم باطن وخطرات نفسانی۔

ودر حقیقت: پرہیز کردن از مادون حق ظاہراً وماسوای او باطناً۔

اس کے گردونواح ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان کا مسکن ملک مغرب ہے (ومنهم الاخيار)انواع اولیا میں کچھ اخیار ہیں۔(هم الذين اختارهم وخيرهم وفضلهم على عامة اهل الاسلام) یہ وہ لوگ ہیں جن کو حق جل وعلا نے چن لیا، اور صاحب اختیار بنایا۔اور انہیں عام اہل اسلام پر فضیلت بخشی ہے (اهل الزهد والتقوىٰ والورع واهل الخوف والخشية والتوكل والتسليم والتفويض والرضا بالقضا) وہ لوگ زہد،تقویٰ، ورع ،خوف ،خشیت ،توکل،تسلیم،تفویض،اور رضا بالقضا سے موصوف ہیں۔ان صفاتِ کمال میں سے ہر ایک کا حسن وفضل اربابِ دانش وبینش پر روشن وظاہر ہے۔

(۱) حضرت ابوسلیمان دارانی[1] سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا: کہ:(۱) زہد:ان چیزوں کا ترک کردینا جو اللہ سے تم کو غافل بنائیں۔

ایک دوسرے اہل فضل نے فرمایا: کہ: زہد: یہ ہے کہ تم ان چیزوں پر شاداں وفرحاں نہ ہو جو تمہیں عطا ہوئیں،اوران چیزوں پر غم زدہ نہ ہو جو تم سے فوت ہو گئیں۔

اور زہد کی فضیلت میں کثیر حدیثیں مروی ہیں۔ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ " اذا اراد الله بعبد خيرا زهّده فى الدنيا و رغّبه فى الآخرة و بصّره بعيوب نفسه"

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں راغب بنادیتا ہے۔اور اسے اس کے اپنے عیبوں پر بینا بنادیتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:۔الزهد حرفتى :۔زہد میرا شیوہ ہے۔

(۲) اورتقوی:۔شریعت میں اعضا سے متعلق تمام گناہوں اور ظاہری تمام بری عادتوں سے کنارہ کش رہنا۔اور طریقت میں باطن کی برائیوں اور نفس کے خطرات سے بچنا۔اور حقیقت میں ظاہراً و باطناً ماسوائے حق سے پرہیز کرنا۔

[1] تعارف بر ص ۲۸۷ پر دیکھیں۔

از امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت است کہ: التقویٰ ان لا تریٰ فی قلبك شیئاً سواہ۔

و در فضائلِ تقویٰ آیات و احادیث بسیار وارد است۔

ازاں جملہ بر یک آیتِ کریمہ اکتفا کردہ می آید:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ .

و در رسالہ سر اللہ نقل است کہ تقویٰ نگاہبانِ حق تعالیٰ است بر دلہا ے بندہا ے او از ماسوای او۔

یحییٰ معاذ قدس سرہ فرمود کہ ورع بر دو وجہ است:

ورع در ظاہر، و آں آن ست کہ تحرک نکند مگر بخدا۔

و در باطن آں آن ست کہ راہ نیابد در دل او ماسواءِ حق تعالیٰ و تقدس۔

و سہل تستری فرمود:

اصولِ ما در ورع پنج چیز اند:

(۱) تمسک بکتاب اللہ (۲) و اقتدا ے سنت رسول اللہ (۳) و اکلِ حلال (۴) و اجتنابِ آثام (۵) و ادا ے حقوق۔

و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ: مِلاكُ الدین الورع۔

و توکل عبارت از ترکِ تدبیر نفس و بر آمدن از حول و قوۃ چنانچہ حدیثِ انس رضی اللہ عنہ بداں ناطق است۔

روایت است از انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرمود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم:

وقتے کہ می بر آید مرد از خانہ خود پس بگوید:

توکلت علی اللہ لاحول و لا قوۃ الا باللہ جواب بگوید فرشتہ :

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم اپنے قلب میں اس کے سوا کسی چیز کو محسوس نہ کرو۔

اور تقویٰ کے فضائل میں کثیر آیات واحادیث وارد ہوئی ہیں۔ان میں سے ایک آیتِ کریمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے: " اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ " [1] یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا تم میں کا سب سے بڑا متقی ہے۔

اور رسالۂ سر اللہ میں نقل ہے کہ تقویٰ بندوں کے دلوں پر حق تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ایک نگہبان ہے جو ماسوا کی جانب التفات سے انھیں روکتا ہے۔

یحییٰ معاذ قدس سرہ نے فرمایا: کہ ورع کی دو صورتیں ہیں:

(۱) ظاہر میں ورع:۔اور وہ یہ ہے کہ بندہ صرف خدا ہی کی مرضی سے حرکت کرے

(۲) باطن میں ورع:۔وہ یہ ہے کہ اس کے دل میں ماسوی اللہ کوئی چیز راہ نہ پائے۔

حضرت سہل تستری [2] نے فرمایا:۔ورع میں ہمارے اصول پانچ چیزیں ہیں:

(۱) کتاب اللہ سے تمسک (۲) سنتِ رسول اللہ کی پیروی (۳) اکلِ حلال (۴) گناہوں سے اجتناب (۵) حقوق کی ادائیگی

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔" ملاکُ الدین الورع " (دین کا مدار ورع پر ہے)

(۳) توکل: اپنی تدبیر ترک کردینے اور اپنی طاقت وقوت سے باہر آجانے کا نام ہے۔ جیسا کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ اس پر ناطق ہے

حضرت انس رضی االلہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت بندہ اپنے گھر سے نکلتا ہے پھر وہ کہتا ہے: تو کلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ (میں نے خدا

(۱) (سورۃ الحجرات ، آیت ۱۳) - ۲: تعارف بر ص ۲۸۷

کفیت و هدیت. پس نوحہ کند شیطان وبگوید یارانِ خود را چہ تواں کرد. بمردے کہ نگہ بانی کردہ شد وہدایت دادہ شد۔

وتسلیم عبارت از سپردنِ خود حق تعالیٰ را، وحقیقتِ وے آن است کہ نعمت و بلا را از و داند، بیکے شاد و بدیگرے غمگین نشود۔

ودر کشف المحجوب آوردہ کہ آفت در تدبیر است وسلامتی در تسلیم۔ بیت:

تسلیم نمی شوی ازاں غم گینی   تسلیم بشو ہر آں چہ آید پیشت

ودر رسالہ طوالع گفتہ کہ تحقیق تسلیم نزدیک ورود بلا باشد وایں مقام مہتر ابراہیم علیہ السلام بود کہ فرمود نزدیک وقوع در آتشِ نمرود:

"حسبی عن سوالی علمه بحالی"

علم تسلیم ہیچ دانی چیست   ارّہ بر سر نہند او تسلیم

وتفویض: عبارت است از سپردن ہمہ امور بہ مالک مطلق چنانچہ آیت کریمہ:

وافوض امری الی الله اِنّ الله بصیر بالعباد بداں ناطق است۔

ورضا بالقضا:

معنیش ظاہر است۔

وحدیث جامع ایں امور اربعہ آن است کہ روایت است از ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ اول ہر شئی کہ نوشتہ حق تعالیٰ جل وعلا در لوح محفوظ این است کہ منم خدا، نیست ہیچ الٰہ غیر من، محمد رسول من است۔ کسے کہ تسلیم شود بقضاء من وصابر شود بر بلاے من وشاکر شود بر نعماے من بنویسم من او را صدیق واگر چنیں نہ بود پس گو کہ طلب کند الٰہے غیر من۔

پر بھروسہ کیا۔ برائی سے رکنے اور نیکی کے کرنے کی طاقت وقوت نہیں مگر اللہ ہی سے) تو جواب میں فرشتہ کہتا ہے:

"کفیت و ھدیت" تیری کفایت کی گئی اور تجھے ہدایت دی گئی۔

یہ سن کر شیطان نوحہ کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے ایسے شخص کے ساتھ کیا کیا جا سکتا ہے جس کی حفاظت کردی گئی اور جسے ہدایت دیدی گئی۔

(۴) تسلیم:۔ اپنے کو حق تعالیٰ کے سپرد کردینے کو کہتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ نعمت وبلا کو اسی کی جانب سے جانے ایک سے خوش، دوسرے سے غمگین نہ ہو۔

کشف المحجوب میں نقل ہے کہ آفت تدبیر میں ہے اور سلامتی تسلیم میں ہے۔ بیت:

تم صاحب تسلیم نہیں بنتے اسی وجہ سے غم گین رہتے ہو۔ کچھ بھی درپیش آئے تم صاحبِ تسلیم رہو۔

اور "رسالہ طوالع" میں لکھا ہے کہ تسلیم کی تحقیق اُس وقت ہوتی ہے جب بلا وارد ہو۔ یہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مقام تھا کہ آتشِ نمرود میں جانے کے وقت فرمایا: حسبی عن سوالی علمہ بحالی۔ (وہ میرا حال جانتا ہے یہی میرے لیے کافی ہے کچھ سوال کرنے کی حاجت نہیں) [1]

تمہیں معلوم ہے کہ علم تسلیم کیا ہے؟ آرہ سر پر رکھیں اور بندہ پیکر تسلیم رہے۔

(۵) اور تفویض:۔ سارے امور مالکِ مطلق کو سپرد کردینے کو کہتے ہیں جیسا کہ آیتِ کریمہ: "وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد" (آیت ٤٤۔ سورہ غافر ٤٠) (میں اپنا کام خدا کو سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے) اس پر ناطق ہے۔

(٦) (رضا بقضا) قضائے الٰہی پر راضی رہنا اس کا معنی ظاہر ہے۔

ان چاروں امور کی جامع حدیث وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوح محفوظ میں حق جل وعلا نے سب سے پہلے جو لکھا وہ یہ ہے کہ "میں خدا ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے رسول ہیں۔ جو شخص میری قضا پر اہل تسلیم، میری بلا پر صبر کرنے والا، میری نعمتوں پر شکر گزار رہے میں اس کو صدیق لکھوں گا۔ اور اگر ایسا نہ بنے تو اس سے کہہ دو کہ میرے علاوہ کوئی اور خدا تلاش کرلے۔

(۱) ملفوظات امام احمد رضا میں یہ جملہ اس طرح ہے: "علمہ بحالی کفانی عن سوالی" وہ خود جانتا ہے عرض کی ضرورت نہیں۔

(۲) صاحب کشف المحجوب کا تعارف ص ۲۸۸ پر دیکھیں۔

فرضی الله عنهم ـ واختارهم علی عامة اهل الاسلام و هم خمس مأة وهؤلاء المذکورون یستفیض (احلهم) من فوقه و یفیض علی من تحته ....

....

سہل تستری فرمود: من ادعی شیئا فلیس بمفوض

افوض امری الی خالقی   وحسبی الٰهی و نعم الوکیل

ولما رجعت الیٰ غیره   فان الاله بکلی کفیل

شیخ علی دقاق قدس سرہ فرمود کہ متوکل رادل بر وعدۂ حق آرمیدہ باشد۔ وصاحب تفویض بحکم حق راضی باشد، وصاحب رضا از ومسرور باشد، وصاحب تسلیم بعلم حق بسندہ کند۔

وسہل تستری فرمود: کہ علم ہمگی خود بابے ست از تعبد، واو ہمگی خود بابے است از ورع، واو ہمگی خود بابے است از زہد، واو ہمگی خود بابے ست از توکل۔

وفاضل دیگر فرمود: کہ تقویٰ ویقین دو پلہ میزان اند وتوکل لسان، باین شناختہ می شود زیادتی و نقصان۔

فرضی الله عنهم ـ واختارهم علی عامة اهل الاسلام پس راضی گشت از ایشاں حق تعالیٰ و تقدس واختیار کرد ایشاں را وبرگزید بر عامۂ اہل اسلام۔ و هم خمس مأة وایشاں پانصد نفر اند۔

ومحقق جامی قدس سرہ السامی در نفحات خود از رسالۂ کشف المحجوب نقل فرمودہ:

کہ اخیار سہ صد اند۔ ونیز فرمود کہ: ہفت نفر دیگر اند کہ ایشاں را ابرار می خوانند وایں طائفۂ ابرار دریں جا ذکر نیافتہ است۔

ودر بعضے کتب مذکور است کہ اخیار: ہفت اند وایشاناں سیاح اند در تمام زمین، مسکن معین ندارند وهؤلاء المذکورون یستفیض (احلهم) من فوقه و یفیض علی من تحته واین جماعتی کہ ذکر کردہ شد فیض میگیر داز کسانی کہ فوق رتبۂ ایشانند وفیض میرسانند بر آناں کہ دون رتبہ ایشانند۔

حضرت سہل تستری ؒ ا نے فرمایا کہ: من ادعی شیئا فلیس بمفوض

ترجمہ اشعار: جو کسی چیز کا دعویٰ رکھے وہ صاحبِ تفویض نہیں۔ میں اپنا معاملہ اپنے خالق کے سپرد کرتا ہوں اور میرے لیے میرا معبود کافی ہے وہ کیا ہی عمدہ کارساز ہے۔ اور جب میں کسی دوسرے کی طرف رجوع لایا تو یہی پایا کہ میرا معبود میرے سارے امور کا کفیل و ذمہ دار ہے۔

حضرت شیخ ابوعلی دقاق قدس سرہ نے فرمایا: کہ ۲

صاحب توکل کا دل حق تعالیٰ کے وعدہ پر مطمئن ہوتا ہے۔ اور صاحبِ تفویض حکمِ خدا پر راضی ہوتا ہے اور صاحبِ رضا اس سے مسرور ہوتا ہے اور صاحبِ تسلیم علمِ حق پر اکتفا کرتا ہے۔

حضرت سہل تستری نے فرمایا کہ: علم سب کا سب تعبد کا ایک باب ہے، اور تعبد سب کا سب ورع کا ایک باب ہے، اور ورع سب کا سب زہد کا ایک باب ہے، اور زہد سب کا سب توکل کا ایک باب ہے۔

اور ایک دوسرے صاحبِ کمال نے فرمایا کہ تقویٰ اور یقین ترازو کے دو پلڑے ہیں اور توکل اس کی ڈنڈی۔ اس سے زیادتی اور نقصان کی شناخت ہوتی ہے۔ (فرضی الله عنهم و اختار هم علی عامة اهل الاسلام) تو حق تعالیٰ و تقدس ان سے راضی ہوا۔ اور انھیں عام مسلمانوں پر برگزیدہ بنایا۔ (وهم خمس مأة) اور یہ پانچ سو کی تعداد میں ہیں۔

حضرت محقق جامی (قدس سرہ السامی (۸۱۷ ــــ ۸۹۸ ھ) نے اپنی کتاب نفحات الانس میں رسالہ کشف المحجوب سے نقل فرمایا: کہ اخیار تین سو ہوتے ہیں۔ نیز انھوں نے فرمایا: کہ "سات افراد اور ہیں جن کو ابرار کہتے ہیں" اس جماعتِ ابرار کا یہاں ذکر نہ ہوا۔

اور بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اخیار سات ہیں۔ یہ تمام روئے زمین پر سیاحت کرتے ہیں۔ کوئی معین مسکن نہیں رکھتے۔ (وهولاء المذکورون یستفیض احدهم من فوقه و یفیض علی من تحته) اور یہ جماعت جس کا ذکر کیا گیا ان لوگوں سے فیض لیتی ہے جو ان کے اوپر رتبے والے

(ا) سہل تستری کا تعارف ص ۲۸۷ پر دیکھیں۔ (۲) شیخ ابوعلی دقاق کا تعارف ص ۲۸۸ پر دیکھیں۔

ومنهم الا خيار والا بدا ل والا قطاب صا حب الا قا ليم السبعة سموا بهذه الاسماء لجمعهم اوصاف الاخيار والابدال و الاقطاب ولانهم مظاهر الاسماء الالٰهية التى هى الائمة السبعة من الاوصاف و هى العلم و الارادة و القدرة و الحيوٰة و السمع و البصر و الكلام وقدمهم على قدم ابراهيم عليه السلام فلهم مقام مخالفة النفس الامارة و الهوىٰ و كسر صنم النفس والهوىٰ و مخالفة الشيطان العدو ولهم مقام التوكل و التسليم و التفويض و الرضا و مقام الجود و الايثار و الخلة و المحبة و الشوق الىٰ لقاء المولىٰ ....

ومنهم الا خيار والا بدا ل والا قطاب صا حب الا قا ليم السبعة وبعضے از انواع اولیا اخیار وابدال واقطاب اند کہ صاحب اقالیم ہفت گانہ اند۔ یعنی از ایشاں یکے جماعتے اند جامع ایں ہر سہ صفات والا ہر ایک بر انفراد خود ذکر یافتہ بود۔ حاجت باعادۂ اونیست۔ سموا بهذه الاسماء لجمعهم اوصاف الاخيار والابدال و الاقطاب نام کردہ شد ایشاں را بایں نام مرکب از سہ صفات از جہۃ جمع کردن ایشاں اوصاف ایں سہ طائفہ را۔ یعنی ہرگاہ کہ ایں طائفہ جمع کردہ صفات آں سہ فرقہ را نام کردہ شد ایشاں را بنامے کہ انبامی کنداز جمیع آں صفات۔ ولانهم مظاهر الاسماء الالٰهية التى هى الائمة السبعة من الاوصاف و هى العلم و الارادة و القدرة و الحيوٰة و السمع و البصر و الكلام ۔ وجہ دیگر برائے نام کردن ایشاں بایں اسم آن است کہ ایشاناں مظاہر اسماء الٰہی اند کہ آں ہفت صفات اند کہ آنہارا امہات الصفات گویند از جہت ناشی شدنِ صفاتِ فعلی از ایشاں مثل ناشی شدنِ اولاد از امہات پس در ایشاں جمعیت صفات منظور شد پس در نام ایشاں نیز ظہور جمعیت صفات کردہ شد وقدمهم على قدم ابراهيم عليه السلام وقدم ایشاں بر قدم حضرت ابراہیم علیہ السلام است۔ فلهم مقام مخالفة النفس الامارة و الهوىٰ و كسر صنم النفس والهوىٰ و مخالفة الشيطان العدو پس ایشاں راست مقام مخالفتِ نفس ومخالفتِ ہویٰ و شکستنِ بتِ نفس وہوا ومخالفتِ شیطانِ دشمن۔ ولهم مقام التوكل و التسليم و التفويض و الرضا و مقام الجود و الايثار و الخلة و المحبة و الشوق الىٰ لقاء

ہیں پھر ان لوگوں تک فیض پہونچاتی ہے جو رتبے میں ان سے نیچے ہوتے ہیں۔(ومنھم الاخیار و الابدال و الاقطاب صاحب الاقالیم السبعة) انواع اولیا میں بعض اخیار، ابدال اور اقطاب ہیں جو ارباب اقالیم ہفت گانہ ہیں۔یعنی ان میں ایک ایسی جماعت ہے جو ان تینوں صفات کی جامع ہے ورنہ انفرادی طور پر ہر ایک کا ذکر ہو چکا تھا دوبارہ ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی۔(سموا بھذہ الاسماء لجمعھم اوصاف الاخیار و الابدال والاقطاب) ان لوگوں کو ان تین صفات سے مرکب اسماء کے ساتھ اس وجہ سے نامزد کیا گیا کہ یہ لوگ ان تینوں جماعت کے اوصاف کے حامل اور جامع ہیں۔یعنی چونکہ اس جماعت نے ان تینوں گروہوں کی صفات کو جمع کر لیا ہے اس لیے ایسے نام سے نامزد کیا گیا جو ان تمام صفات کا پتہ دے (ولانھم مظاھر الاسماء الالٰھیة التی ھی الائمة السبعة من الاوصاف وھی العلم و الارادة و القدرة و الحیوٰة و السمع و البصر و الکلام) ان کے ان ناموں سے موسوم ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اسمائے الٰہی کے مظہر ہیں۔یہ سات صفات ہیں جنھیں امہاتِ صفات کہتے ہیں۔اس وجہ سے کہ صفاتِ فعلی انھیں سے پیدا ہیں جس طرح اولاد ماؤں سے پیدا ہوتی ہیں۔لہذا ان حضرات کے اندر بھی صفات کی جمعیت منظور ہوئی اسی بنا پر ان کے نام میں بھی صفات کے جامع ہونے کا اظہار کر دیا گیا۔باری تعالیٰ کی امہات صفات یہ ہیں: علم، ارادہ، قدرت، حیات، سمع، بصر، کلام۔[1]

(وقدمھم علی قدم ابراھیم علیه السلام) ان کے قدم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پر ہیں۔(فلھم مقام مخالفة النفس الامارة و الھویٰ و کسر صنم النفس والھویٰ و مخالفة الشیطان العدو) تو ان کے لیے نفس کی مخالفت، ہوا و ہوس کی مخالفت، اور نفس و ہوا کا بت توڑنے اور شیطانِ دشمن کی مخالفت کا مقام ہے۔

(ولھم مقام التوکل و التسلیم و التفویض و الرضا و مقام الجود والایثار و الخلة و

(۱) تفصیل کے لیے ص: ۲۸۹/۲۸۸ دیکھیں۔

ومقام الحیرة والهیمان والوله بالجمال کما کان لابراهیم علیه السلام۔ (ومنهم الامناء) وهم الملامتیة الذین لم یظهر مما فی بواطنهم اثر علی ظواهرهم ....

المولیٰ . وبرائے ایشاں مقام ایں صفات مذکورہ است یعنی اتصاف بایں صفات دارند۔ ومقام الحیرة والهیمان والوله بالجمال کما کان لابراهیم علیه السلام۔ وبرائے ایشان است مقام حیرت و شیفتگی بجمال حق عزشانہ چنانچہ ایں صفات مذکورہ ثابت بودند حضرت ابراہیم را علیہ السلام۔

وفرق میان ہیمان وولہ آن است کہ ذات شیفتگی را ولہ گویند و زیادتی شیفتگی را ہیمان، کذا فی کتب اللغة۔

محقق جامی قدس سرہ السامی در نفحات خود فرمودہ کہ ایں جملہ طوائف مر یکدیگر را بشناسند و اندر امور باذن یک دیگر محتاج می باشند۔

وابوعثمان مغربی فرمودہ کہ قطب المدار ہمہ را می شناسد وقطب را کسے نمی شناسد۔ واو بر ہمہ مشرف است و کسے بر او مشرف نیست۔

وہم چناں سہ بر ہفت، وہفت بر چہل، وچہل بر سہ صد، وسہ صد بر ہمہ اولیا۔ یعنی ہر عدد قلیل می شناسد عدد کثیر را، ومشرف است برو، وعدد کثیر نمی شناسد قلیل را، ومشرف نیست براو، وتفاوت درجات نیز ہمبرین منوال است والله اعلم بحقیقة الحال فی تحقیق المقال۔

ومنهم الامناء وبعضے از اولیا اُمَنا اند۔ وامنا جمع امین است وهم الملامتیة الذین لم یظهر مما فی بواطنهم اثر علی ظواهرهم وایشاں ملامتیہ اند کہ ظاہر نشدہ است از امور بواطن ایشاں اثرے بر ظواہر ایشاں۔

محقق جامی قدس سرہ السامی در نفحات فرمودہ کہ ملامتیہ جماعتے باشند کہ در رعایت مع اخلاص ومحافظت قاعدہ صدق واختصاص غایت جہد مبذول دارند در اخفائے طاعات وکتم خیرات از نظر خلق

المحبة و الشوق الی لقاء المولیٰ) اوران کے لیے توکل، تسلیم، تفویض، رضا، جود، ایثار، خلت، محبت، شوقِ لقائے مولیٰ کا مقام ہے۔ یعنی وہ لوگ ان صفات کے ساتھ متصف ہیں۔

(ومقام الحیرة و الھیمان و الولہ بالجمال کما کان لا براھیم علیه السلام) اوران کے لیے جمالِ حق عزشانہ کے ساتھ مقامِ حیرت وشیفتگی ہے جس طرح یہ صفاتِ مذکورہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ثابت تھیں۔

"ھَیَمَان" اور" وَلَہ": میں فرق یہ ہے کہ" وَلَہ" نفسِ شیفتگی کو کہتے ہیں اور "ھَیمان" شیفتگی کی زیادتی کو کہتے ہیں۔ ایسا ہی کتبِ لغت میں ہے۔

محقق جامی قدس سرہ السامی (۸۱۷---۸۹۸ھ) نے اپنی کتاب نفحات الانس میں فرمایا: کہ اولیاے کرام کے یہ سارے گروہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اور امور کے اندر ایک دوسرے کے اِذن واجازت کے محتاج ہوا کرتے ہیں۔

حضرت ابوعثمان مغربی نے فرمایا کہ قطب المدار سب کو پہچانتا ہے اور قطب کو کوئی نہیں پہچانتا۔ وہ سب پر مطلع ہے مگر اس پر کوئی مطلع نہیں۔ اسی طرح تین سات پر، اور سات چالیس پر، اور چالیس تین سو پر، اور تین سو تمام اولیا پر۔ یعنی ہر عددِ قلیل کثیر کی شناخت رکھتا ہے۔ اور اس پر نگراں ہے۔ مگر عددِ کثیر قلیل کی شناخت نہیں رکھتا نہ اس پر نگراں ہے۔ اوران کے درمیان تفاوتِ درجات بھی اسی طرز پر ہے۔ (واللہ اعلم بحقیقة الحال فی تحقیق المقال) اس گفتگو کی تحقیق میں حقیقتِ حال اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

(ومنھم للامناء) اور انواع اولیا میں بعض اُمنا ہیں۔ "اُمناء" امین کی جمع ہے۔ (وھم الملامتیة الذین لم یظھر مما فی بواطنھم اثر علی ظواھرھم) یہ لوگ ملامتیہ ہیں کہ ان کے امور واسرار باطنی کا کوئی اثر ان کے ظاہر پر نہیں ہوتا۔

محقق جامی قدس سرہ السامی نے اپنی کتاب نفحات میں فرمایا کہ ملامتیہ ایک ایسی جماعت ہوتی ہے جو معنی اخلاص کی رعایت اور قاعدۂ صدق واختصاص کی محافظت میں انتہائی کوشش صرف کرتی

مبالغہ واجب دانند۔ باآں کہ ہیچ دقیقہ از صوالح اعمال مہمل نہ گذارند وتمسک بجمیع فضائل ونوافل ازلوازم شمرند، مشرب ایشاں درکل اوقات تحقق معنی اخلاص بود ولذت ایشاں در تفرد نظر حق باعمال وافعال و احوال ایشاں است۔ ہم چناں کہ عاصی از ظہور معصیت برحذر بود ایشاں از ظہور طاعتے کہ مظنہ ریا باشد حذر کنند تا قاعدہ اخلاص خلل نہ پذیرد۔

وبعضے گفتہ اند: الملامتی هو الذی لا یظهر خیرا ولا یضمر شرا

وایں طائفہ ہر چند عزیز الوجود، شریف الحال باشند ہنوز حجاب وجود خلق از نظر ایشاں بکلی منکشف نشدہ باشد۔

وبداں سبب از مشاہدۂ جمال توحید ومعاینہ عین تفرید محجوب ماندہ باشند چہ اخفاے اعمال وستر احوال خود را از نظر خلق مشعر ومودی است برویت وجود خلق ونفس خود کہ مانع توحید اند ونفس نیز از جملہ اغیار است تا ہنوز بر حال خود نظر دارند۔ اخراج اغیار از مطالع اعمال واحوال خود نکردہ اند۔

وفرق میان ایشاں وصوفیہ آن است کہ جذبۂ عنایت قدیم صوفیہ را بکلی از ایشاں انتزاع کردہ وحجاب خلق وانانیت از نظر شہود ایشاں برداشتہ،

لاجرم در اثبات طاعات وصدور خیرات خود را وخلق را درمیان نمی بینند واز اطلاع نظر خلق مامون باشند۔ وباخفاے اعمال وستر احوال مقید نہ، اگر مصلحت وقت در اظہار طاعت بینند اظہار کنند۔ واگر در اخفاء آں بینند اخفا کنند۔ پس ملامتیہ مخلِصاں اند بکسر لام، وصوفیہ مخلَصانند بفتح لام۔

چنانچہ خود فرمودہ حق عزشانہ " انااخلصناهم بخالصة ذكرى الدار " دروصفِ حالِ ایشاں وتلامذتهم ینقلون فی مقام اهل الفتوی[1]۔

ہے۔اور خلق کی نظر سے طاعات وخیرات پوشیدہ رکھنے میں مبالغہ واجب جانتی ہے۔باوجودیکہ اعمالِ صالحہ سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی۔اور تمام فضائل ونوافل کی پابندی کولوازم سے شمار کرتی ہے۔ان کا مشرب یہ ہے کہ تمام اوقات میں معنی اخلاص کا تحقق وثبوت ہو۔ان کی لذت اس میں ہے کہ ان کے اعمال وافعال اور احوال پر صرف حق سبحانہ کی نظر ہو۔جس طرح کوئی گنہ گار معصیت کے ظہور سے گریز کرتا ہے یہ ریا کا دخل پانے والی طاعت کے ظہور سے پرہیز کرتے ہیں تا کہ قاعدۂ اخلاص میں خلل نہ واقع ہو۔

بعض نے کہا کہ " الملامتی هو الذی لا یظهر خیرا ولا یضمر شرا" ملامتی وہ شخص ہے جو خیر کو ظاہر نہ کرے اور کوئی شر اور برائی اپنے دل میں پوشیدہ نہ رکھے۔یہ اولیا ہر چند کہ عزیز الوجود، شریف الحال ہوتے ہیں۔لیکن ابھی تک ان کی نظروں سے وجود خلق کا حجاب کلی طور پر منکشف نہیں ہوتا۔اسی بنا پر جمالِ توحید کے مشاہدہ اور عینِ تفرید کے معاینہ سے محجوب رہتے ہیں۔اس لیے کہ نظر خلق سے اپنے اعمال واحوال کا اخفا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ وہ اپنے نفس اور وجود خلق کو نظر میں رکھتے ہیں جب کہ یہ دونوں توحید سے مانع ہیں۔نفس اغیار سے بھی ہے۔تو جب تک اپنے حال پر نظر رکھتے ہیں اُس وقت تک غیر کا اخراج اپنے اعمال واحوال کے مقامات سے نہیں کیا ہے۔

ان کے اور صوفیہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ عنایت قدیم کی کشش نے صوفیہ کو ان کے نفوس سے کلی طور پر کھینچ لیا ہے اور ان کی نگاہ شہود سے نفس اور خلق کا حجاب اٹھا دیا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ طاعات وخیرات کی بجا آوری میں اپنے نفس اور خلق کو درمیان میں نہیں دیکھتے اور نگاہ خلق کی اطلاع سے مامون رہتے ہیں۔اخفاے اعمال اور سترِ احوال کے پابند نہیں۔اگر مصلحتِ وقت اظہار میں دیکھتے ہیں تو ظاہر کردیتے ہیں۔اور اگر اخفا کو مصلحت سمجھتے ہیں تو اخفا سے کام لیتے ہیں۔تو ملامتیہ مخلِصین ہیں (بکسر لام یعنی طاعت خالص اللہ کے لیے کرنے والے) اور صوفیہ کرام مخلَصین ہیں (بفتح لام یعنی خود رب کے چنے ہوئے۔برگزیدہ) جیسا کہ خود حق عز شانہ نے ان کے وصفِ حال میں فرمایا: (انا اخلصناهم بخالصةٍ ذکری الدار)(آیت ۴۶ / سورہ ص ۳۸) [1]

"بیشک ہم نے انھیں ایک کھری بات سے چُن لیا ہے کہ وہ اس گھر کی یاد ہے"

(۱): حاشیہ ص ۲۸۷ پر دیکھیں۔

ومنهم الافراد وهم الخارجون عن نظر القطب ومنهم ذخائر الله -و هم قوم من اولياء الله تعالىٰ يدفع بهم البلاء عن عباده كما يدفع بالذخيرة بلاء الفاقة ومنهم الضنائن هم الخصائص من اهل الله الذين يُضَنُّ بهم لنفاستهم عنده تعالى كما قال عليه الصلوٰة و السلام ان لله تعالىٰ ضناين من خلقه البسهم النور الساطع يحييهم فى عافية و يميتهم فى عافية ومنهم خاتم الولاية وهو الذى ختم الله به الولاية كما..........................

وصیغہ ینقلون اگر معروف بود پس معنی وے آن است کہ شاگردانِ ایشاں نقل می کنند در مقام فتویٰ، و اگر مجہول بود معنی آن است کہ شاگردانِ ایشاں نقل کردہ می شوند در مقام اہل فتویٰ۔

ومنهم الافراد وبعضے از انواع اولیا افراد اند۔ وهم الخارجون عن نظر القطب ایں طائفۂ افراد خارج اند از نظر قطب، یعنی نظر قطب بر احوال ہمہ اولیا واقع است مگر طائفۂ افراد کہ ایشاں خارج اند از نظر قطب واو را بر احوال ایشاں اطلاعے نیست۔ و از احوال ایں طائفہ واقف نیست۔

ومنهم ذخائر الله وبعضے از انواع اولیا طائفہ اند کہ مسمی اند بذخائر اللہ۔و هم قوم من اوليا الله تعالىٰ يدفع بهم البلاء عن عباده كما يدفع بالذخيرة بلاء الفاقة وایشاں قومے اند از اولیاء اللہ تعالیٰ کہ دفع می کند بایشاں بلا از بندہائے خود چنانچہ دفع کردہ می شود بذخائر بلائے فاقہ۔

ومنهم الضناين وبعضے از انواع اولیا قومے اند کہ نامیدہ شدہ اند بضناین هم الخصائص من اهل الله الذين يُضَنُّ بهم لنفاستهم عنده تعالى ایشاں خواص اند از اہل اللہ تعالیٰ کہ مضنون اند از جہت نفاست ایشاں نزدیک حق تعالیٰ وتقدس كما قال عليه الصلوٰة و السلام ان لله تعالىٰ ضنابن من خلقه البسهم النور الساطع يحييهم فى عافية و يميتهم فى عافية -چنانچہ فرمود حضرت سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کہ بدرستے کہ حق تعالیٰ را خواص اند از خلق خود پوشانیدہ است ایشاں را نور ساطع، زندہ می دارد ایشاں را در عافیت ومی میراند ایشاں را در عافیت۔

ومنهم خاتم الولاية وبعضے از انواع اولیا خاتم است وهو الذى ختم الله به الولاية كما

(وتلامذتهم ينقلون فی مقام اهل الفتویٰ) "ينقلون" کا صیغہ اگر معروف رہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ان کے شاگرد اہل فتویٰ کے مقام میں نقل سے کام لیتے ہیں۔ اور اگر وہ صیغہ مجہول قرار دیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ ان کے شاگرد اہل فتویٰ کے مقام میں نقل کیے جاتے ہیں۔

(ومنهم الافراد) انواع اولیا میں بعض افراد ہوتے ہیں۔ [1]

(وهم الخارجون عن نظر القطب) اولیا کا یہ گروہ قطب کی نظر سے خارج ہوتا ہے۔ یعنی قطب کی نظر تمام اولیا کے احوال پر پڑتی ہے مگر افراد نظرِ قطب سے باہر ہیں۔ ان کے حالات تک نہ قطب کی نظر پہنچتی ہے نہ اسے ان کے احوال سے واقفیت ہی ہوتی ہے۔

(ومنهم ذخائر الله) انواع اولیا میں ایک ایسا گروہ ہے جنھیں ذخائر اللہ سے نامزد کیا جاتا ہے

(وهم قوم من اولیاء الله تعالیٰ يدفع بهم البلاء عن عباده كما يدفع بالذخيرة بلاء الفاقة) یہ لوگ اولیاء اللہ کی ایک جماعت ہیں جن کے سبب اللہ اپنے بندوں سے بلاؤں کو دفع کرتا ہے جس طرح کہ ذخیروں (اندوختہ غلّوں) کے ذریعہ فاقہ کی مصیبت دفع کی جاتی ہے۔

(ومنهم الضنائن) انواع اولیا میں کچھ ایسے لوگ ہیں جنھیں ضنائن سے موسوم کیا جاتا ہے

(وهم الخصائص من اهل الله الذين يُضَنُّ بِهم لنفاستهم عنده تعالیٰ) یہ لوگ اہل اللہ میں خواص ہیں جو حق تعالیٰ وتقدس کے نزدیک اپنی عمدگی و نفاست کے باعث (گراں مایہ چیز کی طرح قابل حفظ و بخل ہیں) حفاظت سے رکھے جانے والے ہیں۔ (كما قال عليه السلام: ان لله تعالیٰ ضنائن من خلقه البسهم النور الساطع يحييهم فی عافية و يميتهم فی عافية) جیسا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس کے کچھ ضنائن یعنی خاص بندے ہیں جنھیں خوب تابناک نور کا جامہ پہنایا ہے۔ انھیں عافیت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور عافیت کے ساتھ موت دیتا ہے۔ (ومنهم خاتم الولاية) انواع اولیا میں خاتم

(۱) افراد کا حاشیہ ص ۲۸۷ پر دیکھیں۔

ختم بنبينا صلى الله عليه وسلم النبوة ويبلغ به صلاح الدنيا و الآخرة نهاية الكمال ويختل بموته نظام العالم وهو المهدى الموعود به فى آخر الزمان ومنهم ولى مستور الحال لا يعرف بعضهم بعضا لا يعرفهم الا الله وهم اربعة آلاف كما قال الله تعالىٰ اوليائى تحت قبائى لا يعرفهم غيرى هم فى اليقظة دائما لا يعرفون النوم كيف هو ....

ختم بنبينا صلى الله عليه وسلم النبوة وآں خاتم ولایت ولیے است کہ ختم کردہ است حق تعالیٰ بداں ولی ولایت را چنانچہ ختم کردہ است بہ نبی ما صلی اللہ علیہ وسلم نبوت را ۔ ويبلغ به صلاح الدنيا و الآخرة نهاية الكمال ومی رساند حق تعالیٰ بداں ولی صلاح دنیا و آخرت را بہ نہایت کمالیت ويختل بموته نظام العالم وهو المهدى الموعود به فى آخر الزمان ومختل می شود بموت آں خاتم ولایت نظام عالم وآں خاتم ولایت محمد مہدی است کہ وعدہ کردہ شدہ ظہور او را در آخر زمانہ ومنهم ولى مستور الحال وبعضے از انواع اولیا، اولیاے اند مستور الحال کہ حال ایشاں پوشیدہ است۔ لا يعرف بعضهم بعضا نمی شناسند بعضے از ایشاں مر بعضے را۔ وبعضے ائمہ تصریح فرمودہ اند کہ حال خویشتن نیز بر ایشاں مخفی است، خود را نمی شناسند کہ ولی اند لا يعرفهم الا الله ونمی شناسد ایشاں را غیر حق عز شانہ وهم اربعة آلاف وایشاں چہار ہزار کس اند كما قال الله تعالىٰ اوليائى تحت قبائى لا يعرفهم غيرى چنانچہ حق جل وعلا فرمودہ است۔ کہ اولیائے من زیر قباے من اند نمی شناسد ایشاں را غیر من۔ هم فى اليقظة دائما لا يعرفون النوم كيف هو ایشاں ہمیشہ در بیداری اند نمی شناسند خواب را کہ چگونہ است او۔

ودر کتاب جواہر الاسرار نقل کردہ از رسالہ حلیۃ الاولیا ابو نعیم حدیث را کہ مشتمل بر اصناف و انواع اولیا کہ ذکر کردہ شد۔ ایراد او از جہت تیمن وتبرک وتقویت اسناد اولیٰ و الیق و انسب می بیند ۔وآں آن است کہ " روى عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

ان لله تعالىٰ ثلاث مأة قلوبهم على قلب آدم و له اربعون قلوبهم

ولایت ہیں (وھو الذی ختم اللہ بہ الولایۃ کما ختم بنبینا صلی اللہ علیہ وسلم النبوۃ)اور خاتم ولایت وہ ولی ہے جس پر حق تعالیٰ نے ولایت ختم کردی ہے جیسے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کردی ہے۔(ویبلغ بہ صلاح الدنیا و الآخرۃ نہایۃ الکمال)اوراس ولی کے واسطے سے اللہ تعالیٰ صلاحِ دنیا وآخرت کواس کے منتہاے کمال پر پہونچاتا ہے۔(ویختل بموتہ نظام العالم وھو المھدی الموعود فی آخر الزمان)اوراس خاتمِ ولایت کے وصال فرماجانے پر نظام عالم خلل پذیر ہوجاے گا اور وہ خاتم ولایت حضرت امام محمد مہدی موعود ہیں یعنی اخیر زمانے میں جن کے ظہور کا وعدہ کیا گیا ہے۔[1]

(ومنھم ولی مستور الحال لا یعرف بعضھم بعضا)انواع اولیامیں بعض مستورالحال ولی ہیں جن کا حال پوشیدہ ہے وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کی شناخت نہیں رکھتے۔بعض ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اپنا حال بھی ان پر مخفی ہوتا ہے یہ خود اپنے کو بھی نہیں جانتے کہ ولی ہیں۔(ولا یعرفھم الا اللہ)اللہ تعالیٰ کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا(وھم اربعۃ آلاف) یہ چار ہزار اشخاص ہیں کما قال اللہ تعالیٰ : "اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری" جیسا کہ خود حق جل وعلانے فرمایا: میرے اولیا میرے زیرقبا ہیں ان کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا (ھم فی الیقظۃ دائماً لا یعرفون النوم کیف ھو) یہ لوگ ہمیشہ بیداری میں ہوا کرتے ہیں۔نیند نہیں جانتے کہ کیسی ہوتی ہے۔

اور کتاب جواہر الاسرار میں ابونعیم کے رسالۂ حلیۃ الاولیا سے ایک حدیث منقول ہے کہ جو مذکورہ بالا اصناف وانواع اولیا پر مشتمل ہے۔تیمن وتبرک اور تقویتِ اسناد کے لیے اس کو پیش کرنا زیادہ لائق اور بہت مناسب معلوم ہورہا ہے۔وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے تین سو بندے ایسے ہیں جن کے قلب حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر

(۱)ظہور امام مہدی کے لیے ص ۲۹۱ پر دیکھیں۔

قلوبهم على قلب ابراهيم ـ وله خمسة على قلب موسى و له سبعة ـ قلوبهم على قلب ميكائيل و له واحد قلوبهم على قلب جبريل ـ وله ثلثة قلوبهم على قلب ميكائيل و له واحد قلبه على قلب اسرافيل ـ

فاذا مات الواحد ابدل الله مكانه من الثلاثة ـ واذا ما ت من الثلثة ابدل الله مكانه من الخمسة ـ واذا مات من الخمسة ابدل الله مكانه من السبعة ـ واذا مات من السبعة ابدل الله مكانه من الاربعين ـ

واذامات من الاربعين ابدل الله مكانه من الثلث مأ ة ـ واذا مات من الثلاث مأة ابدل الله مكانه من العامة ـ بهم يحيى و يميت قال لانهم يسألون اكثار الامة فيكثرون ويدعون على الجبابرة فيعتصمون ويستسقون فيسقون و يسئلون فيُنبت لهم الارض ويسألون فيندفع عنهم البلاء ـ

وایں حدیث را امام یافعی نیز در روضۃ الریاحین آوردہ وفرمود کہ ایں حدیث ازاں احادیث است کہ جماعتے از ائمہ حدیث روایت آں کردہ اند باسنادہاے خویش درکتب خویش ـ

وامام یافعی اقتصار برہمیں کردہ ابدل الله مكانه من يدفع الله بهم البلاء عن هذه الامة وفرمودہ کہ بعضے ائمہ مکان موسیٰ ابراہیم، ومکان ابراہیم جبرئیل، ومکان جبرئیل میکائیل، ومکان میکائیل اسرافیل ومکان اسرافیل عزرائیل صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین آوردہ ـ

ونیز فرمودہ کہ واحد کہ مذکور است دریں حدیث ہمیں قطب است، وہمیں غوث، ومرتبہ اودر اولیا ہمچوں مرتبہ نقطہ از دائرہ است ـ

ہیں، اوران میں چالیس ایسے لوگ ہیں جن کے قلب، قلبِ موسیٰ علیہ السلام پر ہیں، ان میں سات ایسے لوگ ہیں جن کے دل قلبِ ابراہیم علیہ السلام پر ہیں، ان میں پانچ ایسے لوگ ہیں جن کے دل قلب جبرئیل علیہ السلام پر ہیں، اوران کے تین ایسے لوگ ہیں جن کے دل قلبِ میکائیل علیہ السلام ہیں، اوران کے لیے ایک ایساولی ہے جس کا دل قلبِ اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔ تواس ایک کا جب انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر تین میں سے ایک کومقرر کردیتا ہے۔ اور تین میں کسی کا انتقال ہوجاتا ہے توان پانچ میں سے کسی کواس جگہ بدل دیتا ہے۔ اور جب پانچ میں سے کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تواس کی جگہ سات میں سے کسی کو کردیتا ہے۔ اور جب سات میں کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان تین سو میں سے کسی کواس کی جگہ بدل دیتا ہے۔ اور جب تین سو میں سے کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ عام مومنین میں سے کسی کومقرر کردیتا ہے۔ ان ہی کے صدقے میں اللہ تعالیٰ زندگی اور موت عطافرماتا ہے۔ فرمایا: اس لیے کہ یہ امت کی تعداد بڑھانے کا سوال کرتے ہیں توامت کثیر ہوجاتی ہے۔ اور سرکشوں پر بددعا کرتے ہیں تولوگ ان سے پناہ میں رہتے ہیں۔ اور بارش کی دعا کرتے ہیں تولوگوں کو سیرابی حاصل ہوتی ہے اور وہ دعا کرتے ہیں تو زمین میں روئیدگی ہوتی ہے اور وہ رب سے سوال کرتے ہیں تو لوگوں سے بلائیں ٹلتی ہیں۔

اس حدیث کو حضرت امام یافعی نے بھی اپنی کتاب ''روضۃ الریاحین'' میں نقل کیا اور فرمایا کہ یہ ان حدیثوں میں سے ہے جنھیں ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اپنی سندوں کے ساتھ اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ اور امام یافعی نے اتنے ہی پر اقتصار کیا کہ ''ابدل الله مكانه من يدفع الله بهم البلاء عن هذه الامة'' (اللہ تعالیٰ ان کی جگہ پر ایسوں کو بدل دیتا ہے جن کے صدقے میں اللہ اس امت سے بلائیں دور کرتا ہے) انھوں نے فرمایا کہ بعض ائمہ کرام نے موسیٰ کی جگہ ابراہیم، ابراہیم کی جگہ جبرئیل، جبرئیل کی جگہ میکائیل اور میکائیل کی جگہ اسرافیل اور اسرافیل کی جگہ عزرائیل کو اپنی روایت میں نقل کیا ہے۔ (صلوات الله و سلامه عليهم اجمعين)

انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس حدیث میں جو واحد مذکور ہے وہی قطب ہے اور وہی غوث ہے۔ اولیائے کرام میں اس کا مرتبہ ایسے ہی ہے جیسے کہ دائرے میں نقطے کا مرتبہ ہے۔ یعنی مرکز دائرہ کو

....

ونیز از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نقل فرمودہ اند کہ انه قا ل: البدلاء بالشام و النجباء بمصر، و العصابی بالعراق ، والنقباء بخراسان ، والاوتاد بسائر الارض و الخضر علیه السلام سید القوم ۔

ونیز از خضر علیہ السلام نقل فرمودہ اند انه قال :ثلاث مأة هم الاولیاء والسبعون هم النجباء و اربعون هم اوتاد الارض وعشرۃ هم النقباء وسبعة هم العرفاء و ثلاث مأة هم المختار ون ، وواحد هو الغوث ۔

(اختتامیہ : نسخہ الف :)

تم المتن مع الشرح لکن تر کیب الشرح هکذا من غیر علامة التمام

قد وقع الفراغ عن النسخة المیمونة المبارکة المسماة بالحقیقة المحمدیة صلی الله علیه وسلم فی علم التصوف من تصنیف الشیخ المحقق و الحبر المدقق العارف بالله الوا صل مع الله الهادی للمسلمین الی الله امام الواصلین ۔ بند گی حضرت شاہ وجیه الحق و الدین الرضوی العلوی المخاطب بخطاب سبحانی خاتم المحقیقین حیدر علی الثانی طاب الله ثراه و جعل الجنة مثواه بشرح میاں عبد العزیز کہ خلیفہ حضرت ایشاں بودند ، ومندرج بایشاں رحمة الله علیه وقت الضحیٰ یوم الجمعة لاثنین من شهر شعبان المنظوم فی سلك سنة تسع و ستین بعد الالف من هجرة سید الاولین و الآخرین علیه افضل الصلوٰة و السلام و علی آله و اصحابه ۔ بید الفقیر الیٰ رحمة الله الغنی مصطفیٰ بن عبد القائم غفر الله له و لوالدیه و احسن الیهما و الیه بمحض منه و کرمه.

دائرے سے جو نسبت ہے۔

نیز امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل فرمایا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

" البدلاء بالشام والنجباء بالمصر والعصابی بالعراق و النقباء بالخراسان والاوتاد بسائر الارض والخضر علیه السلام سید القوم) بدلا شام میں ہیں، اور نجبا مصر میں، عصابی عراق میں، نقبا خراسان میں ہیں، اور اوتاد تمام روے زمین میں ہوتے ہیں اور خضر علیہ السلام قوم اولیا کے سردار ہیں۔ نیز حضرت خضر علیہ السلام سے انھوں نے نقل فرمایا کہ انھوں نے فرمایا:" ثلاث مأة هم الاولیاء و السبعون هم النجباء و اربعون هم اوتاد الارض وعشرة هم النقباء و سبعة هم العرفاء و ثلاث مأة هم المختارون و واحد هو الغوث) تین سو لوگ یہ اولیا ہیں۔ ستر یہ نجبا ہیں، چالیس لوگ وہ اوتادِ زمین (زمین کی میخیں) ہیں، دس یہ نقبا ہیں، سات عرفا ہیں، تین سو لوگ وہ مختار ہیں، اور ان میں واحد وہی غوث ہے۔

اختتامیہ نسخہ الف:

متن شرح کے ساتھ مکمل ہوا۔ لیکن شرح علامتِ تکمیل کے بغیر اسی طرح ہے۔

علم تصوف کی کتاب حقیقت محمد یہ کے نسخۂ میمونہ مبارکہ سے فراغ حاصل ہوا جو شیخ محقق، عالمِ باریک بیں، عارف باللہ، واصل مع اللہ، مسلمانوں کے ہادی، امام الواصلین بندگی حضرت شاہ وجیہ الحق والدین رضوی علوی کی تصنیف ہے۔ آپ خطاب سبحانی، خاتم المحققین، حیدر علی ثانی سے پکارے جاتے۔ اللہ ان کے مرقد انور کی مٹی کو پاکیزہ اور جنت کو ان کا ٹھکانا بنائے۔

ساتھ ہی وہ شرح بھی مکمل ہوئی جو حضرت کے خلیفہ، میاں عبد العزیز کے رشحاتِ قلم ہیں۔ یہ تکمیل بوقت چاشت، بروز جمعہ ۲/ ماہ شعبان ۱۰۶۹ھ کو فقیر مصطفیٰ بن عبد القائم کے ہاتھوں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے ماں باپ کی مغفرت فرمائے اور اس کے والدین پر اور اس پر احسان فرمائے

بحرمة سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم۔

....

(اختتامیہ نسخہ ب :)

تم المتن مع الشرح لكن التركيب هكذا من غير علامة التمام۔ والله سبحانه هو العليم العلام۔ •

والماتن مخدوم الانام قدوة العلماء الاعلام و مرجع الفضلاء الكرام و شيخ العرفاء الفخام الجسام امام اهل اليقين الشاه وجيه الدين العلوى و الشارح اعز الكرام من اكابر تلاميذه من بين الانام مولانا عبد العزيز الخالدى. تغمّدهما الله بغفرانهما و جعلنا من الناجين بطفيلهما آمين ! يا رب العالمين۔

والحمد لله رب العلمين و صلى الله على خير خلقه محمد و آله و صحبه اجمعين۔

تم شرح الحقيقة المحمدية التى صنفها قدوة العارفين و العاشقين شاه وجيه الحق و الدين لقدوة المحققين ميان عبد العزيز قدس سره العزيز على يد اضعف عبادالله سيف الله و لد مولانا شيخ سعد الله عفى عنهما فى شهر رمضان المبارك سنة ۱۱۰۳ بحمد الله و صلى الله على خير خلقه محمد و على آله و اصحابه و جميع امته اجمعين آمين!

[بلغ المقابلة في يوم عاشوراء سنة ١١٠٤]

محض اپنے احسان وکرم اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت کے طفیل۔

اختتامیہ نسخہ ب :

متن شرح کے ساتھ مکمل ہوا۔ لیکن شرح علامتِ تکمیل کے بغیر اسی طرح ہے۔ اور اللہ سبحانہ ہی علیم علام ہے۔

والحمد لله رب العلمين و صلى الله على خير خلقه محمد و آله و صحبه اجمعين ۔

ماتن: مخدوم انام، پیشوائے علمائے اعلام، مرجع فضلائے کرام، شیخِ عرفائے فخام، امام اہل یقین شاہ وجیہ الحق والدین علوی ہیں

اور شارح: ماتن علام کے اکابر تلامذہ میں معزز ترین حضرت مولانا عبدالعزیز خالدی ہیں۔ اللہ اپنی مغفرت سے انھیں ڈھک لے۔ اور ہمیں ان دونوں کے طفیل نجات یافتہ لوگوں میں بنائے آمین یا رب العلمین!

قدوۃ المحققین میاں عبدالعزیز کی "شرحِ حقیقت محمدیہ" جس کے ماتن کا اسم گرامی قدوۃ العاشقین شاہ وجیہ الحق والدین ہے بندۂ ضعیف ترین سیف اللہ ولد مولانا شیخ سعد اللہ کے ہاتھ سے ماہ رمضان المبارک ۱۱۰۳ھ کو بحمد للہ مکمل ہوئی و صلى الله على خير خلقه محمد و على آله و اصحابه و جميع امته اجمعين آمين

نقل کا نسخہ ماقبل سے مقابلہ روز عاشورا ۱۱۰۴ھ کو مکمل ہوا

اس کا ترجمہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ/ مطابق ۱۷ نومبر ۲۰۰۸ء کو مکمل ہوا۔

مترجم: نصر اللہ رضوی مصباحی (ابن جناب محمد یونس صاحب برکاتی، مرحوم)

استاذ: مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو، (یو۔ پی)۔ انڈیا۔ ﴿۱۷/۱۱/۲۰۰۸ء﴾

حواشی صفحات گزشتہ:

(۱) حاشیہ (ص ۳۱)

لے : الملفوظ میں ہے:

﴿عرض﴾ یہ حدیث ہے؟ "لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوبِيَّةَ"

﴿ارشاد﴾ میں نے حدیث میں نہیں دیکھا، ہاں صوفیہ کی کتاب میں آیا ہے " لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ رُبُوبِيَّتِي " باینہمہ معنی صحیح، اور صحیح حدیث کے موافق ہے۔ صحیح حدیث میں ہے: خَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَ مَنْزِلَتَكَ عِنْدِىْ وَلَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ الدُّنْيَا "اے میرے حبیب! میں نے خلق کو اس لیے پیدا کیا کہ جو عزت اور منزلت تمہاری میرے یہاں ہے میں ان کو پہنچوا دوں، اور اے میرے حبیب! اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا، یعنی اور نہ آخرت کو کہ دنیا دار العمل اور آخرت دار الجزا ہے، جب دار العمل نہ ہوتا دار الجزا کہاں سے آتا یہ تو اس پر متفرع ہے۔ تو جب نہ دنیا ہوتی نہ آخرت تو خدا کا خدا ہونا کس پر ظاہر ہوتا، یہی معنی ہیں اس کے کہ اے میرے حبیب! اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنا خدا ہونا، اپنی الوہیت نہ ظاہر کرتا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ص ٦٦ چہارم رضا اکیڈمی بمبئی)

(۲) حاشیہ (ص ۳۷)

لے : علامہ جامی قدس سرہ

ولادت ۸۱۷ــــــــــــــــــ ۸۹۸ھ

نام: عبد الرحمٰن بن نظام الدین احمد۔ جامی۔ لقب: عماد الدین اور مشہور نور الدین ہے۔ تخلص: جامی ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں:

مولدم جام و رشحۂ قلمم ☆ جرعۂ جام شیخ الاسلامی ست۔
لاجرم در جریدۂ اشعار ☆ بدو معنی تخلصم جامی ست۔

ان کے والد شیخ الاسلام احمد جامی بن محمد دستی ہیں اصفہان کے محلّہ دست کے رہنے والے تھے۔

ولادت ۲۳ر شعبان ۸۱۷ھ بوقت عشا خراسان قصبۂ جام میں ہوئی۔

تعلیم: صرف ونحو اپنے والد سے حاصل کیا۔ پھر ہرات آئے اور نابغۂ روزگار شخصیتوں سے مختلف علوم و فنون حاصل کیے۔ یہاں تک کہ خود نابغۂ روزگار ہو گئے۔

تصانیف: زبان عربی و فارسی میں مختلف علوم وفنون کے اندر کثیر تصانیف یادگار چھوڑیں۔ چند تصانیف درج کی جاتی ہیں:

تفسیر القرآن، شرح فصوص، شرح کافیہ لابن حاجب مسمی بالفوائد الضیائیہ، الدر الفاخرہ۔ (ہدیہ العارفین ۵۴۴/۵ وکشف الظنون)

کہا گیا کہ آپ کے لقب جامی کے عدد کے مطابق تصانیف ۵۴ تک پہونچتی ہیں۔ بعض نے اس سے زیادہ بھی بتائی ہیں۔ اکثر مشائخ صوفیہ کی صحبت اختیار کی، سعد الدین کاشغری سے استفادہ کیا اور طریقۂ نقشبندیہ بھی انھیں سے حاصل کیا۔ نیز خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندی سے فیض حاصل کیا۔ حج وزیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ مدینۂ منورہ روضۂ پاک پر آپ کی حاضری کا منظر بڑا کیف آگیں اور روح پرور ہے۔ جب عمر شریف لفظ کاس کے عدد کے مطابق (جو جام کا عربی ترجمہ ہے) اکیاسی سال کو پہونچی تو راہی راہِ بہشت ہوئے۔ ومن دخلہ کان آمنا سے آپ کی تاریخِ وفات نکلتی ہے۔

۱۸ محرم ۸۹۸ھ کو ہرات میں آپ نے وفات پائی، وہیں مدفون ہوئے۔

(۳) (حاشیہ ص ۴۱)

۲ قاضی عیاض اندلسی: ولادت: ۴۷۶-۵۴۴ھ=۱۰۸۳-۱۱۴۹ء

نسب: حافظ الحدیث امام علامہ قاضی ابو الفضل عیاض بن عمرو یحصبی

کنیت: ابو الفضل۔ عالم مغرب، محدث عصر، حافظ الحدیث، اور محدثین کے امام تھے۔ دیار مغرب کے شہر سَبتہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان اندلس کا رہنے والا تھا۔ آپ سبتہ پھر غرناطہ کے قاضی مقرر ہوئے۔

تصانیف: فقیہ محمد حمادہ سبتی فرماتے ہیں۔ آپ کے زمانے میں ان سے زیادہ کثیر التصانیف کوئی نہ تھا (ذہبی۔ تذکرۃ الحفاظ)

چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

۱۔الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ۔ ۲۔ ترتیب المدارك و تقریب المسالك فی معرفة اعلام مذهب الامام مالك ۔ ۳۔ اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم ۔ ٤۔ شرح حدیث ام زرع ۔ ٥۔التنبیهات المستنبطة فی شرح مشکلات المدونة و المختلطة ۔ ٦۔ مشارق الانوار ۔ ۷۔ الالماع الیٰ معرفة اصول الروایة و تقیید السماع ۔

آپ کی سیرت وحالات پر مشتمل کتاب ازہار الریاض فی اخبار القاضی عیاض تین چار جلدوں میں ہے۔

وفات: مراکش میں داخل انعام بہشت ہوئے۔ان کے فرزند ابوعبداللہ محمد بن عیاض قاضی دانیہ کا بیان ہے کہ ان کا وصال ۹ رجمادی الآخرہ ۵۴۴ھ/ ۱۱۴۹ء بروز جمعہ نصف شب کو ہوا۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ انہیں ایک یہودی نے زہر دیا تھا جس کے اثر سے وفات ہوئی۔

(۴) (حاشیہ ص ۴۱) نمبر ۲

ا: شفا شریف: آپ کی جملہ تصانیف بیش بہا علمی خزانہ ہیں۔علماء وفضلا نے انہیں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے اوران سے استفادہ کیا ہے۔امام علامہ محی الدین بن شرف نووی شرح مسلم میں جگہ جگہ ان کا حوالہ دیتے ہیں۔امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں،علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں جابجا ان سے فوائد ونکات احادیث میں خوشہ چینی کرتے نظر آتے ہیں۔

لیکن سب سے زیادہ مقبولیت ان کی تصنیف الشفا بتعریف حقوق المصطفے کو حاصل ہوئی۔ محققین محدثین نے اس سے اسناد کیا۔سیرت نگاروں نے اسے ماخذ بنایا۔اس کا امتیازی وصف یہ ہے کہ بارگاہ رسالت میں بھی مقبول کتاب ہے۔

صاحب کشف الظنون حاجی خلیفہ فرماتے ہیں: (ترجمہ)

اس کتاب کا نفع عظیم اور فائدہ بہت زیادہ ہے۔تاریخ اسلام میں اس جیسی کتاب کوئی نہیں لکھی گئی۔اللہ تعالیٰ اس کے مولف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے رحم وکرم سے نوازے۔ (کشف الظنون)

مضامین شفا:

شفا شریف چار قسموں پر مشتمل ہے

قسم اول: اللہ تعالیٰ کی جانب سے قول وفعل کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبہ عظیمہ کا اظہار

قسم دوم: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ حقوق جو تمام مخلوق پر واجب ہیں۔ قسم سوم: وہ امور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز ہیں اور وہ امور جو ممتنع ہیں۔ یہ قسم کتاب کی جان اور پہلے ابواب کا نتیجہ ہے۔ اور پہلے ابواب تمہید کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قسم چہارم: سرور ہر دوسرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص و بے ادبی کا حکم۔

شفا شریف کی مقبولیت عامہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ افاضل کی بہت بڑی جماعت نے اس پر شروح و حواشی لکھے۔ (مقدمہ الشفا اردو: از شرف قادری)

(۵) (حاشیہ ص ۴۳) نمبر ۱

ا: ابن حجر مکی ہیتمی: ۹۰۹ ــــ ۹۷۴ھ/۱۵۰۴ ــــ ۱۵۶۷م

نام: احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی سعدی انصاری

لقب: شہاب الدین، شیخ الاسلام۔ کنیت: ابو العباس۔ فقیہ، محقق مصری،

مصر کے محلہ ابی الہیتم میں پیدا ہوئے۔ ازہر میں تعلیم حاصل کی۔ مکہ میں وفات ہوئی۔ صاحبِ تصانیفِ کثیرہ ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ مبلغ الارب فی فضائل العرب ۔۲۔ الجوهر المنظم ۔۳۔الصواعق المحرقة ۔
٤۔ الخیرات الحسان فی مناقب النعمان ۔

(۶) (حاشیہ ص ۴۳) نمبر ۲

۲ : حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ)

نام: جندب بن جنادہ کنیت: ابوذر اعلام و زہادِ صحابہ سے ہیں۔ مکہ میں بہت پہلے اسلام لائے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اسلام لانے میں پانچویں ہیں۔ پھر اپنی قوم میں واپس ہوئے۔ وہاں قیام پذیر رہے یہاں تک کہ خندق کے بعد مدینہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ ربذہ میں سکونت اختیار کی۔ ۳۲ھ خلافت عثمانی میں

وصال فرمایا۔(اکمال فی اسماء الرجال)

(٦) (حاشیہ ص ۴۵) نمبر ا

ا: مجد الدین فیروز آبادی۔

۷۲۹ ـــــ ۸۱۷ھ/۱۳۲۹ ـــــ ۱۴۱۵ء

محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر مجد الدین شیرازی فیروز آبادی۔ائمۂ لغت سے ہیں۔ کارزین، شیراز میں پیدا ہوئے پھر عراق آئے، مصر و شام گئے اور بلاد روم و ہند میں داخل ہوئے پھر ۷۹٦ھ میں زبید چلے گئے وہاں سکونت اختیار کی، قاضی بنے اور ان کا نام آفاق میں پھیلا۔

لغت، حدیث، تفسیر میں مرجعِ عصر ہوئے، زبید میں وفات پائی۔

تصانیف: ان کی مشہور ترین کتاب " القاموس المحیط "ہے۔اور المغانم المطابة فی معالم طابة ، القسم الجغرافی منه ، تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس انھیں سے منسوب ہے۔ان کی ایک کتاب " المرقاة الو فیة فی طبقات الحنفیة "ہے حالانکہ وہ خود شافعی تھے۔ان کے علاوہ اور کثیر کتابوں کے مصنف ہیں۔

(۷) (حاشیہ ص ۴۷) نمبر ا

ا: خواجہ جنید بغدادی: ولادت.........وفات ۲۹۷ھ/=۹۱۰م

نام: جنید بن محمد بن جنید بغدادی خزاز۔کنیت: ابوالقاسم۔علمائے دین کے درمیان عظیم صوفی، زاہد، حنفی، مفتی الثقلین ،سید الطائفہ سے مشہور ہیں۔ (ہدیۃ العارفین)

مولد ومنشا اور وفات: بغداد میں۔باپ کی اصل نہاوند سے ہے۔شیشی بنانے کا کام کرتے تھے اس لیے قواریری کہلائے اور عملِ خز کے سبب جنید خزاز سے معروف ہوئے۔

ایک معاصر نے کہا کہ: ان جیسا میری آنکھوں نے نہ دیکھا۔آپ کی فصاحت وبلاغت سے استفادہ کے لیے شعرا اور نثر نگار آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے۔اور متکلمین گوہر معانی حاصل کرنے کے لیے آتے۔بغداد میں علم توحید پر سب سے پہلے آپ نے کلام فرمایا۔ابن اثیر نے آپ کے وصف میں کہا: امام

زمانہ اور امام دنیا ہیں علما نے آپ کو مذہب تصوف کا شیخ شمار کیا۔ کیونکہ کتاب وسنت کے قواعد سے مذہب تصوف ضبطِ تحریر میں لائے۔

ان کی کچھ نگارشات : توحید، الوہیت، غنا اور کچھ دوسرے مسائل پر آپ کے رسائل ہیں جو طبع ہو چکے ہیں۔ ایک مخطوطہ ہے: دواء الارواح۔ الوعظ من کلام ابی القاسم الجنید بھی آپ کی کتابوں میں بتاتے ہیں۔ امثال القرآن، المقصد الی اللہ تصوف میں۔ (ہدیۃ العارفین ۲۵۸/۵، وغیرہ)

(۸) (حاشیہ ص ۵۱) نمبر ۲

[۱] شیخ ابوالحسن اشعری: ۲۶۰ــــــ ۳۲۴ھ (ہدیۃ العارفین ۶۸۶/۵)

مطابق۔۔۔۔۔۔۔ ۸۷۳ــــــ ۹۳۶ء

نام اور شجرۂ نسب: علی بن اسمٰعیل بن اسحٰق بن اسمٰعیل بن عبداللہ بن بلال بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری۔

ابو موسیٰ اشعری صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ قبیلہ بنو اشعر سے تعلق رکھتے ہیں جو یمن کی ایک قوم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جانب بارادۂ ہجرت مکہ آئے، ایمان لائے اور صحابہ کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت کی۔ پھر انہی صحابہ کے ساتھ رہے، اصحاب سفینہ کے ساتھ مدینہ آئے اور فتح خیبر کے دن مدینہ پہونچے۔ آپ بڑے فضائل کے حامل ہیں۔

اور امام ابوالحسن اہل سنت کے اکثر متکلمین کے سردار ہیں۔ اسی بناء پر ان لوگوں کو اشاعرہ کہتے ہیں۔

کسی صاحب کشف نے حضور ﷺ سے عالم رویا میں اشعری کے متعلق پوچھا۔ فرمایا:

”انا قلت وقولی حق ـ الایمان یمان و الحکمة یمانیة“

ولادت ۲۶۰ھ اور وصال ۳۳۳ کے آس پاس۔ (نبراس ص ۲۸) اور ہدیۃ العارفین میں ۳۲۴ھ ہے۔

(۹) (حاشیہ ص ۵۳) نمبر ۱

الملفوظ امام احمد رضا میں ہے:

﴿عرض﴾ وحدۃ الوجود کے کیا معنی ہیں؟

﴿ارشاد﴾ وجود ہستی بالذات واجب تعالیٰ کے لیے ہے۔اس کے سوا جتنی موجودات ہیں اس کی ظل، پرتو ہیں۔تو حقیقۃً وجود ایک ہی ٹھہرا۔

﴿عرض﴾ اس کا سمجھنا تو کچھ دشوار نہیں، پھر یہ مسئلہ اس قدر کیوں مشکل مشہور ہے؟

﴿ارشاد﴾ اس میں غور و تأمل یا موجب حیرت یا باعث ضلالت، اگر اس کی تھوڑی بھی تفصیل کروں تو کچھ سمجھ میں نہ آئے گا۔ بلکہ اوہام کثیرہ پیدا ہو جائیں گے۔اس کے بعد کچھ مثالیں بیان فرمائیں، ان میں ایک یاد رہی، مثلاً روشنی بالذات آفتاب و چراغ میں ہے۔زمین و مکان اپنی ذات میں بے نور ہیں مگر بالعرض آفتاب کی وجہ سے تمام دنیا منور اور چراغ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے۔ان کی روشنی انہیں کی روشنی ہے۔ان کی روشنی ان سے اٹھالی جائے تو وہ ابھی تاریک محض رہ جائیں۔

(۱۰) (حاشیہ ص ۵۵)

علامہ محقق جامی قدس سرہ (ص ۲۴۴ دیکھیں)۔

(۱۱) (حاشیہ ص ۵۵) نمبر ۲

فصوص الحکم:

مصنف: حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی۔.................وفات ۶۳۸ھ

شیخ اکبر محمد بن علی المعروف بابن عربی الطائی المالکی الاندلسی کی مشہور و معروف کتاب ہے اسی طرز پر ان کی ایک کتاب ''النقوش'' نقوش الفصوص ہے لیکن وہ مختصر ہے۔آغازِ کتاب اس طرح ہے:

الحمد لله منزل الحكم على قلوب الكلم الخ

اس کی ترتیب ۲۷ فصوص پر ہے ۔اس کے خطبے میں ارشاد فرمایا: محرم کے آخری عشرے میں میں دمشق کے اندر ایک بشارت بھرے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شاد کام ہوا۔ان کے دستِ کرم میں ایک کتاب تھی ارشاد فرمایا: یہ فصوص الحکم ہے اسے لو، لوگوں میں اسے لے جاؤ لوگ اس سے نفع اندوز ہوں! میں نے کہا: ایسا ہی کروں گا۔

اس کی شرح ابن زملکانی کمال الدین محمد بن علی انصاری شافعی متوفی ۷۲۷ھ نے،

اور علامہ عبدالرحمٰن بن احمد جامی متوفی ۸۹۸ھ نے، اور سید علی بن شہاب بن محمد ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ،
اور شیخ داؤد بن محمود قیصری متوفی ۷۵۱ھ نے کی ہے۔
اور کمال الدین عبدالرزاق بن احمد ابن ابی الغنائم الکاشی متوفی ۷۳۰ھ نے جمادی الاولیٰ ۷۳۰ھ
میں اس کی شرح مکمل کی۔ (ان کے حوالے کتاب میں دیے گئے ہیں) شارحین مذکور کے علاوہ کثیر لوگوں
نے شرحیں لکھی ہیں تفصیل کشف الظنون وغیرہ میں دیکھیں۔

(۱۲) (حاشیہ ص ۵۵) نمبر ۳

شیخ داؤد بن محمود قیصری متوفی ۷۵۱ھ ان کی مولفات سے اہم شرح حدیث اربعین، مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم ہے۔ (کشف الظنون علم شرح الحدیث)

(۱۳) حاشیہ ص ۵۵) نمبر ۴

۴ : سید شریف جرجانی

۷۴۰ ـــــ ۸۱۶ھ/ ۱۳۴۸ ـــــ ۱۴۱۳ء

نام: علی بن محمد بن علی جرجانی۔ السید السند، سید السادات، سید شریف جرجانی، میر سید کے القاب سے مشہور ہوئے۔ کنیت: ابوالحسن ہے۔

آپ حسینی سید ہیں۔ ۲۲؍شعبان کو جرجان (مملکت خوارزم کے ایک شہر یا تاکونز د استرآباد) میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے اکابر علما سے علم حاصل کیا۔ جب سولہ دفعہ شرح مطالع پڑھ چکے تو آپ کے خیال میں آیا کہ ایک مرتبہ خود قطب الدین رازی سے بھی جو کتاب مطالع کے شارح ہیں، پڑھ لینا چاہیے۔ اس ارادے سے ہرات میں ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے شرح مطالع پڑھنے کی التماس کی، قطب الدین رازی اس وقت ایک سو بیس سال کی عمر کے ہو چکے تھے اور بڑھاپے کے سبب ان کے ابرو آنکھوں پر ڈھلک آئے تھے۔ انھوں نے ہاتھوں سے دونوں ابرو آنکھوں سے اٹھا کر سید شریف کی طرف دیکھا تو یہ عین جوانی میں تھے اور ان کا فکر علم منطق میں مثل روشنی برق کے چمکتا تھا۔ حضرت قطب الدین نے آپ سے کہا کہ تو جوان لڑکا ہے اور میں نہایت بوڑھا ہوں۔ میں تجھ کو پڑھا نہیں سکتا، اگر تو چاہتا ہے کہ مجھ سے

شرح مطالع سنے تو میرے شاگرد خاص اور تربیت یافتہ ''مبارک شاہ'' کے پاس جا، جو اس وقت مصر میں مدرس ہے وہ تجھ کو کتاب مذکور اس طرح پر پڑھائے گا جس طرح اس نے مجھ سے پڑھی ہے۔

پھر آپ ہرات سے بلاد مصر کی طرف متوجہ ہوئے، راستہ میں آپ نے جلال الدین بن محمد اقسرائی شارح موجز کی جو طب میں مشہور ہے شہرت سنی، تو آپ بلاد کرمان کی طرف پھرے، جب قریب پہونچے تو اقسرائی کی شرح کو جو انھوں نے ایضاح خطیب قزوینی پر لکھی تھی کسی کے پاس دیکھا اور آپ کو وہ پسند نہ آئی اور کہا یہ مثل گوشت گائے کے ہے جس کے اوپر مکھیاں بیٹھی ہوں۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ ایضاح ایک مفصل و مبسوط کتاب ہے جو حل کی چنداں حاجت نہیں رکھتی اور اقسرائی نے پہلے اس کے تمام متن کو لکھ لیا، پھر اس پر اپنے کلام سے تعاقب کیا تھا اور متن پر سرخ روشنائی سے لکیر پھیر دی تھی، تو اس سے وہ شرح گویا مثل گوشت گاؤ کے جس مکھیاں بیٹھی ہوں، ہوگئی تھی۔ جب سید شریف نے اس کتاب کے حق میں ایسا کہا تو بعض طالب علموں نے آپ کو کہا کہ آپ اقسرائی کے پاس جائیں اور ان کی تقیریر کو دیکھیں کہ وہ تحریر سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس پر آپ ان کی طرف روانہ ہوئے مگر جب شہر میں پہونچے تو اقسرائی اس وقت فوت ہوگئے تھے۔ آپ نے وہاں مولیٰ شمس الدین محمد فناری سے ملاقات کی اور ان کی رفاقت میں وہاں سے مصر کو کوچ کیا اور وہاں جا کر اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی صاحبِ عنایہ شرح ہدایہ سے فقہ پڑھی، پھر آپ مبارک شاہ کی خدمت میں شرح شمسیہ اور شرح مطالع پڑھنے کے واسطے حاضر ہوئے، انھوں نے فرمایا کہ میں آپ کو مستقل سبق نہیں دے سکتا کیونکہ اتنی فرصت نہیں۔ البتہ اگر تم کو صرف سماعت منظور ہو تو اختیار ہے۔ آپ اسی بات پر راضی ہوگئے۔

ان دنوں اولاد امراء مصر سے ایک شخص نے شرح مطالع مبارک شاہ سے پڑھنی شروع کی تھی۔ تو آپ اس کے سبق کے وقت حاضر ہو کر اس کو سنتے تھے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ مبارک شاہ اپنے گھر کے دروازہ سے نکل کر مدرسہ کے صحن میں ٹہلنے لگے۔ اتفاقاً سید شریف کا مکان بھی مدرسہ کے متصل تھا، سید شریف اس وقت یہ کہہ رہے تھے کہ شارح کا قول یہ ہے، اور استاذ یہ کہتا ہے، اور میں یہ کہتا ہوں۔ پھر اور کلمات لطیف آپ نے پڑھے جن کو مبارک شاہ سن کر نہایت خوش ہوئے یہاں تک کہ خوشی کے مارے رقص

کرنے لگے اور سید شریف کو مستقل سبق پڑھنے اور کلام وغیرہ کرنے کی اجازت دی۔ پھر آپ ایسے رتبۂ کمال کو پہونچے کہ اقران وامثال پر فائق ہو کر علامۂ دہر، وحید عصر، فقیہ زماں، محدث، فصیح، بلیغ، مناظر، جدلی ہوئے۔ پھر شیراز کو آئے۔ اور ۷۷۹ھ میں جب کہ شاہ شجاع الدین بن مظفر قصر زرد میں مقیم تھا تو آپ نے اس سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا اور سپاہیوں کا لباس پہن کر سعد الدین مسعود تفتازانی صاحبِ مطول وشرح تلخیص وغیرہ سے جو بادشاہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے کہا کہ میں ایک غریب اجنبی شخص تیر انداز ہوں، اگر آپ میرے واسطے کوشش کر دیں تو مجھ کو بادشاہ کی ملاقات حاصل ہو جائے۔

تفتازانی نے یہ بات قبول کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر سید شریف کو اپنے ساتھ لیا۔ جب قصر کے دروازے پر پہونچے تو سید شریف کو وہاں ٹھہرا کر خود بادشاہ کے پاس گئے اور سید شریف کے اوصاف بیان کیے۔ اس بادشاہ نے آپ کو طلب کیا اور کہا کہ مجھ کو تیر اندازی میں اپنی کاردانی دکھلا۔ آپ نے اپنے نتائج طبع سے کچھ اعتراضات مصنفین پر تیار کر رکھے تھے ان اعتراضات کے نوشتہ کا غذات کا ایک پلندہ نکال کر بادشاہ کو دیا اور کہا: یہ میرے تیر ہیں۔ اور یہ میری کاردانی ہے۔ بادشاہ آپ کے مرتبہ وفضیلت پر آگاہ ہوا اور آپ کی عزت کی۔ اپنے ہمراہ شیراز لے جا کر دار الشفا کی تدریس آپ کے سپرد کی جہاں آپ دس سال درس وتدریس میں مشغول رہے۔

خواجہ بہاء الدین نقشبندی کے خلیفہ خواجہ علاء الدین محمد ابن محمد عطار بخاری سے تصوف کی تعلیم حاصل کی جو شیخ بہاء الدین کے بڑے عزیز خلیفہ تھے۔ سید کہا کرتے تھے: جب تک میں حضرت عطار بخاری کی خدمت سے مشرف نہیں ہوا تھا اللہ تعالیٰ کو جیسے چاہیے تھا نہیں پہچانا تھا۔

جب تیمور لنگ نے ۷۸۹ھ میں شیراز پر حملہ کیا اور فتح کے بعد لوٹ مار کا بازار گرم ہوا تو ایک وزیر کی سفارش اور آپ کی فضیلت کے سبب سید کو پناہ ملی۔ تیمور انھیں اپنے ساتھ ماوراء النہر لے گیا۔ پھر اس کی اجازت سے میر سید سمرقند میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔

ان دنوں سعد الدین تفتازانی مجالس تیمور کے صدر الصدور تھے۔ لیکن تیمور لنگ سید شریف کو ان پر ترجیح دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اگرچہ فضیلت وکمال کی رو سے دونوں برابر ہیں لیکن سید شریف کو نسب کے لحاظ

سے فضیلت ہے۔اس سے سید شریف کا دل کھل گیا اور آپ کو اس بات کی جرأت ہوئی کہ میں سعد الدین کو مناظرہ میں زک دوں۔ پھر ۷۹۱ھ میں دونوں کے درمیان صاحب تفسیر کشاف کے کلام زیر آیت "اولئك على هدى من ربهم" میں اجتماع استعارۂ تبعیہ وتمثیلیہ کی بحث پر مناظرہ ہوا، اور حَکَم نعمان خوارزمی معتزلی ہوئے (اور حال یہ تھا کہ تفتازانی معتزلیوں کے رد میں تصنیف ومناظرہ کے اندر سعی بلیغ رکھتے تھے) اس نے سید کی رائے کو ترجیح دی، جس سے ہر خاص وعام کے نزدیک تفتازانی پر سید شریف کا غلبہ مشہور ہو گیا۔اس سے تفتازانی کو بڑا غم لاحق ہوا اور اسی غم سے نڈھال ۷۹۲ھ میں سمرقند کے اندر ہی فوت ہو گئے۔

جب تیمور مر گیا تو سید شریف شیراز آئے اور اسی جگہ چہار شنبہ کے روز ۶ / ربیع الاول ۸۱۶ھ میں فوت ہوئے۔ "مشہورِ دارین" تاریخ وفات ہے۔(حدائق الحنفیہ ص ۳۳۸)

الاعلام للزرکلی میں ہے:فيلسوف من كبار العلماء بالعربية ولد في تاكو (قرب استرآباد) و درس في شيراز۔

تصانیف پچاس سے زیادہ ہیں، چند کے نام یہ ہیں:

شریفیہ شرح سراجیہ ، شرح وقایہ ، شرح مفتاح ، شرح ملخص چغمینی ، حاشیہ تلویح ، صغریٰ کبریٰ ، حاشیہ رضی ، نحو میر ، صرف میر، حاشیہ تفسیر بیضاوی ، حاشیہ مشکوۃ ، حاشیہ ہدایہ ۔ وغیرہ

(مقدمہ نحو میر مجلس برکات مبارک پور)

اور حدائق الحنفیہ میں تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱) تفسیر زہراوین (۲) شرح فرائض سراجیہ (۳) شرح مواقف (۴) شرح وقایہ (۵) شرح مفتاح (۶) شرح تذکرۂ طوسی (۷) شرح تلخیص چغمینی [جو ہیئت میں ہے] (۸) شرح کافیہ (۹) حاشیہ تفسیر بیضاوی (۱۰) حاشیہ اوائل تفسیر کشاف (۱۱) حاشیہ مشکوۃ (۱۲) حاشیہ خلاصۂ اصول حدیث مصنفہ طیبی (۱۳) حاشیہ عوارف (۱۴) حاشیہ ہدایہ (۱۵) حاشیہ تجرید طوسی (۱۶) حاشیہ شرح مطالع (۱۷) حاشیہ شرح شمسیہ (۱۸) حاشیہ مطول (۱۹) حاشیہ مختصر (۲۰) حاشیہ شرح طوالع (۲۱) حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ (۲۲) حاشیہ شرح

حکمۃ العین (۲۳) حاشیہ شرح حکمۃ الاشراق (۲۴) حاشیہ تحفہ (۲۵) حاشیہ رضی (۲۶) حاشیہ شرح نقرہ کار کافیہ (۲۷) حاشیہ متوسط (۲۸) حاشیہ خبیصی (۲۹) حاشیہ عوامل جرجانی (۳۰) حاشیہ رسالہ وضع (۳۱) حاشیہ شک الاشارات طوسی (۳۲) حاشیہ تلویح (۳۳) حاشیہ نصاب [جو عجمی لغت میں ہے] (۳۴) حاشیہ متن اشکال التاسیس (۳۵) حاشیہ شرح عضد (۳۶) حاشیہ شرح اقلیدس طوسی (۳۷) حاشیہ قصیدہ کعب بن زہیر (۳۸) رسالہ صرف میر [فارسی میں] (۳۹) رسالہ نحو میر [فارسی میں] (۴۰ و ۴۱) رسالہ صغریٰ و کبریٰ [منطق میں بزبانِ فارسی] (۴۲) شرح مختصر ابہری یعنی ایساغوجی (۴۳) شریفیہ شرح کافیہ (۴۴) رسالہ مناظرہ مسمیٰ بہ شریفیہ (۴۵) رسالہ تعریفات الاشیاء (۴۶) رسالہ تحقیق معانی حروف (۴۷) رسالہ وجود میں (۴۸) رسالہ حروف میں (۴۹) رسالہ صوت میں (۵۰) رسالہ مناقبِ خواجہ نقشبند میں (۵۱) رسالہ وجود وعدم میں (۵۲) رسالہ آفاق وانفس میں (۵۳) رسالہ علم ادوار میں (۵۴) رسالہ اصل صوفیہ میں۔

(ص ۳۳۸)

(۱۴) حاشیہ ص ۵۵) نمبر ۵

شیخ ابوالحسن اشعری: ص ۲۴۹ دیکھیں۔

(۱۵) (حاشیہ ص ۵۷) نمبر ۱

شمس الدین فخری ....وفات ۹۳۵ھ = ۱۵۲۸ء

شمس الدین فخری، اصبہانی (شاید ص ۱۶ پر یہی ہوں مگر ان کی تصنیفات میں رسالہ وجودیہ کا ذکر نہیں اس لیے شبہہ ہے۔ ہوسکتا رسالہ فارسیہ وجودیہ ہو)

شمس الدین ابوالفخر مسعود بن سلیمان، فخری اصبہانی سے مشہور ہیں۔ ادیب، شاعر، عروضی ہیں۔

تصانیف: بدائع الصنائع، رسالۃ فارسیۃ، تحفۃ الحبیب، (فارسی) دیوان شعر فارسی، معیار الجمالی، معیار نصری فی العروض۔

(۱۶) (حاشیہ ص ۵۷) نمبر ۲

عبدالرزاق الکاشی (الکاشانی) ....وفات: ۷۳۰ھ صاحب اصطلاحاتِ کاشیہ

(کشف الظنون ۱/۱۰۷)

نام: عبدالرزاق بن جمال الدین احمد بن ابوالغنائم کاشی۔ صوفی۔ لقب: کمال الدین

تصانیف: الاصطلاحات الصوفیہ، تاویلات القرآن، رسالۃ فی القضاء والقدر، رشح الزلال فی شرح الالفاظ المتداولۃ بین ارباب الاذواق والاحوال، السراج الوہاج فی تفسیر القرآن، شرح فصوص الحکم للشیخ الاکبر، شرح منازل السائرین، کشف وجوہ الغر لمعانی نظم الدر فی شرح التائیۃ لابن الفارض، لطائف الاعلام فی اشارات اہل الافہام فی اصطلاحات الصوفیۃ، (ہدیۃ العارفین ج ۵/۱ ص ۵۷۶)

(۱۷) (حاشیہ ص ۹۶)

درشرح چغمینی چناں نوشتہ: نسبةارتفاع اعظم الجبال الیٰ قطرِ الارض كنسبة سُبُعِ عرضِ شعيرةٍ الیٰ ذراعٍ هواربعة وعشرون اصبعاً كما اعتبره المتأخرون . وذالك لانهم ذكروا أن قُطر الارضِ علیٰ ماوجده المتقدمون الفان وخمسمائة وخمسة واربعون فرسخاًتقريباًوان ارتفاع اعظمِ الجبال فرسخان و ثُلُثُ فرسخ وهو خمس امثال نصف فرسخ تقريباً. ثم بينوا ان نسبة نصفِ فرسخ الیٰ قطر الارضِ كنسبة خُمُسِ سُبُعِ عرضِ شعيرةٍ الیٰ ذراعٍ بان قسموا عدد ضِعْفِ فراسخ القطر وهو خمسة آلاف وتسعون علیٰ عدد شعيرات الذراع وهو مائة واربعة واربعون اذاالاصبع سِتُّ شعيراتٍ معتدلةٍ مضمومةٍ بطون بعضها الیٰ ظهور بعض فخرج خمسة و ثلاثون بالتقريب ولان نسبة الخارج من القسمة الى المقسوم كنسبة الواحد الى المقسوم عليه ابدا يكون نسبة خمسة و ثلاثين الیٰ عدد ضِعْفِ الفراسخ كنسبة الواحد الى عدد شعيراتِ الذراع اعنى نسبة شعيرةٍ الیٰ ذراعٍ بل يكون نسبة خُمُس سُبع خمسة و ثلثين وهو الواحد الى عدد ضعف فراسخ القطر اعنى نسبة نصف فرسخ الى القطر كنسبة خمس سبع عرض شعيرة الیٰ ذراع فنسبة ارتفاع اعظم الجبال الذى هو خمسة امثال نصف فرسخ الیٰ قطر الارض كنسبة سبع عرض شعيرةٍ الى الذراع وهى نسبة الواحد الى الفٍ و ثمانيةٍ و يلزم من ذالك ان يكون نسبة كرةٍ قطرُها مثل ذالك الارتفاع الى كرةِ الارض كنسبة كرةٍ قطرُها

سُبُع عرض شعيرةٍ الىٰ كرةٍ قطرُها ذراعٌ وهى نسبة الواحد الىٰ الفِ الفِ الفِ و اربعة و عشرين الفِ الفِ و مائة و اثنين و تسعين الفا و خمسمائة و اثنى عشر و تكتب بالارقام الهندية هكذا ۱۰۲۴۱۹۲۵۱۲ كما لايخفى على من له ادنى دُرُبَةٌ فى عِلْمَيِ الهَندسة و الحساب ۔(شرح قاضى زاده رومى لملخص الچغمينى . طبع ۱۲۹۰ھ مطبع علوى لكهنؤ ۔)

(۱۸)(حاشیہ ص ۱۰۳) نمبرا

ابو یزید بِسطامی: ۱۸۸-۲۶۱ھ / =۸۰۴-۸۷۵ء

طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن عیسیٰ بن علی بن سروشان بسطامی۔ابو یزید کنیت۔اور بایزید بھی کہا جاتا ہے۔ سلطان العارفین، مشہور زاہد، صوفی بزرگ ہیں اور فضائل و مناقب کثیر ہیں خراسان و عراق کے درمیان واقع شہر بسطام کے رہنے والے تھے۔وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔مذہبِ فنا کے پہلے قائل ہیں۔ان کے اتباع کی شناخت طیفوریہ یا بسطامیہ سے ہوتی ہے۔(انظر طبقات الصوفیۃ)

فرماتے ہیں: مجھے جس قدر مرتبے حاصل ہوئے سب والدہ کی اطاعت و خدمت سے حاصل ہوئے۔

آپ سے پوچھا گیا: آپ نے یہ معرفت کیسے حاصل کی؟ فرمایا: پیٹ کو بھوکا، بدن کو ننگا رکھ کر۔(رسالہ قشیریہ)

آپ ذکر و فکر میں ہمیشہ غرق رہتے تھے۔

ان کی مولفات سے "معارج التحقیق فی التصوف" ہے۔وفات ۲۶۴ھ میں ہے (ہدیۃ العارفین ۵/۶۱۰)

(۱۹)(حاشیہ ص ۱۰۷)

(۱)(مدارک التنزیل ص ۸۹/الرابع)

صاحب مدارک التنزیل

حضرت علامہ نسفی:

کنیت: ابوالبرکات، لقب: حافظ الدین، نام: عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی۔

نسف کے باشندے تھے جو ماوراء النہر میں بلا دسغد سے ایک شہر ہے۔اس نسبت سے انھیں نسفی کہتے ہیں۔شہر نسف کو نخشب بھی کہتے ہیں۔ایک زمانے میں بڑا بارونق اور معمور شہر تھا، حوادث زمانہ سے ویران

ہو گیا۔

آپ بڑے عابد، زاہد، متقی، امام کامل، عالمِ محقق، فقیہ مدقق، فقہ واصول میں سرآمدِ روزگار، یگانۂ زمانہ تھے۔ حدیث اور اس کے معانی میں بارع، زاہد و پرہیزگار تھے۔ مشہور متون نگار مصنفین میں سے ہیں۔ جلیل القدر بلند پایہ محدثین وفقہا سے مثلاً شمس الائمہ محمد بن عبد الستار کردری، حمید الدین ضریری، بدرالدین خوہر زادہ وغیرہ سے تحصیل علوم کی۔ آپ سے علامہ سغناقی وغیرہ نے سماع کیا۔

فقہی مقام: ابن کمال پاشا نے آپ کو فقہا کے چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے۔ جو روایات ضعیفہ کو قویہ سے تمیز کر سکتے ہیں۔ بعض حضرات نے آپ کو مجتہد فی المذہب مانا ہے۔ (حدائق الحنفیہ)

تاریخ وفات میں شدید اختلاف ہے۔ شیخ قوام الدین اتقانی، ملا علی قاری، صاحب کشف الظنون نے ۷۰۱ھ ذکر کیا ہے۔ بعض نے ۷۱۰ھ۔ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے ۷۱۰ھ کے بعد کہا، شیخ حموی نے ان کی وفات ربیع الاول ۷۱۱ھ جمعہ کی شب میں بتائی۔

مقام وفات: علامہ اتقانی نے شہر ایذج بتایا ہے اور جائے دفن ''الجلال'' ۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

صاحب خلاصۃ الاصفیا نے تاریخ وفات کے سلسلے میں یہ قطعہ تحریر کیا ہے جس سے سنہ وفات ۷۱۰ نکلتا ہے:

شد ز دار فنا بخلد بریں ☆ حافظ دین و متقی نسفی

مخزن جود گو بتار تخش ☆ ہم بفرماید دیگر تقی نسفی / (مخزن جود/۷۱۰) (تقی نسفی/۷۱۰)

حدائق الحنفیہ میں ہے کہ آپ کی وفات بغداد میں جمعہ کی رات ماہ ربیع الاول ۷۱۰ھ میں ہوئی۔

''فقیہ شہیر'' تاریخِ وفات ہے۔

تصانیف:

متن نگاری ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ تصانیف سے چند نام یہاں ذکر کیے جاتے ہیں:

فروع میں متن وافی اس کی شرح کافی، فقہ میں کنز الدقائق، اصول میں: متن المنار، اس کی شرح کشف الاسرار، مصفی شرح منظومۂ نسفیہ، مستصفی شرح فقہ نافع، اعتماد شرح عمدہ، عقیدہ حافظیہ، مدارک التنزیل، اور منتخب اخسیکتی پر دو شرحیں تصنیف فرمائیں اور ایک نہایت جید اور معتبر تفسیر مدارک التنزیل کے نام

سے تصنیف کی ۔

جب آپ بغداد میں ۷۰۰ھ میں تشریف لائے تو آپ نے ہدایہ کی شرح بھی لکھی ۔لیکن اتقانی نے غایۃ البیان میں لکھا ہے کہ آپ نے ضرور ہدایہ کی شرح لکھنی چاہی تھی مگر جب آپ کے اکابر ہم عصر تاج الشریعہ نے سنا تو انھوں نے آپ کو کہا کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ اس خفیف امر میں مصروف ہوں ۔ تو آپ اس ارادے سے باز رہے ۔اور آپ نے چاہا کہ کوئی مستقل کتاب مثل ہدایہ کے تصنیف کی جاوے چنانچہ آپ نے وافی اور اس کی شرح کافی ایسی تصنیف کی کہ گویا ہدایہ ہی کی شرح تصنیف کی ۔(حدائق الحنفیہ)

(۲۰) (حاشیہ ص ۱۰۷) نمبر۲

ا :صاحب شرح طوالع الانوار

محمود اصبہانی (۶۷۴ــــ ۷۴۹ھ = ۱۲۷۵ــــ ۱۳۴۹ء)

محمود بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن علی اصبہانی ،شافعی ۔ لقب :شمس الدین ۔

کنیت :ابوالثناء

آپ مفسر ،صوفی ،متکلم ،اصولی ،منطقی ،عروضی اور نحوی سے مشہور ہیں ۔۱۷رشعبان کو اصبہان میں پیدا ہوئے ،دمشق آئے اور جامع اموی سے متعلق رہے ۔ابن زملکانی کے بعد اوراحیہ میں درس دیا پھر قاہرہ آئے ۔قاہرہ میں ذی القعدہ میں وفات پائی اور قرافہ میں دفن ہوئے ۔

تصانیف: تشیید القواعد فی التوحید،شرح مختصر السوال والامل فی علمی الاصول والجدل،انوار الحقائق الربانیه فی تفسیر الآیات القر آنیه،شرح الکافیه لابن الحاجب فی النحو ،شرح الساویه فی العروض (معجم المولفین ج ۱۲۔ص ۱۷۲،۱۷۳۔عمر رضا کحالہ ۔بیروت)

(دوسری شرح)

مولانا عصام الدین اسفرائینی کی ہے: سالِ ولادت ۸۷۳۔ وفات ۹۴۵ھ/ ۱۴۶۸۔۱۵۳۸ء ہے ۔

نام: ابراهیم بن محمد عرب شاہ الاسفرائینی ہے ۔

جواہر الاسرار وبواہر الانوار (تصوف)

از: شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن علی بن یوسف البونی القرشی

وفات: ۶۲۲ھ (ایضاح المکنون ص ۳۷۵۔ ج ۳)

(۲۱) (حاشیہ ص ۱۰۹) نمبرا

۲ : سعد الدین تفتازانی:

۷۱۲یا۷۲۲ ـــــ ۷۹۲ھ / ۱۳۱۲ یا ۱۳۲۲ ـــــ ۱۳۸۹ء

نام ونسب: مسعود بن قاضی فخر الدین عمر بن برہان الدین عبداللہ۔ سعد الدین لقب تھا شہر تفتازان بلادِ خراسان میں پیدا ہوئے۔ سرخس میں قیام فرمایا۔ وہیں مرقد مقدس ہے۔

علوم قطب اور عضد سے حاصل کیے۔ یہاں تک کہ امام اجل، علامہ فاضل، نحو، صرف، معانی، بیان، اصول، منطق میں عارف اکمل، استاذ علی الاطلاق، مشہور آفاق، یکتائے روزگار ہوگئے۔

کفوی نے کہا ہے کہ آنکھوں نے آپ جیسا اعلام واعیان میں کوئی نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ سید شریف مبادی تالیف اور اثنائے تصنیف میں آپ کے بحار تحقیق وتحریر میں غوطے مارتے تھے اور تدقیق وتسطیر کے موتی چنتے تھے۔ اور آپ کی شانِ جلالت وعظمت وفضیلت کے گن گایا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ کا اور سید شریف کا تیمور کی مجلس میں مباحثہ ومناظرہ ہوا تو پھر باہم اتفاق قائم نہ رہا، اور سید شریف آپ کے اقوال کی تردید میں ملتزم ہوگئے۔ (حدائق الحنفیہ ص ۳۲۷)

مختلف علوم وفنون میں گراں قدر کتابیں تصنیف فرمائیں۔

مدت تک امیر تیمور لنگ کے دربار میں مقرب خاص، صدر الصدور اور ملک العلما کے منصب پر فائز رہے۔ ان کے اور سید جرجانی کے درمیان دربار میں مناظرہ ہوا۔ مسئلہ یہ تھا کہ میر سید نے علامہ تفتازانی کے حواشی کشاف پر اعتراض کیا۔ زیر بحث کشاف کی وہ عبارت تھی جس میں " اولئك علی هدی من ربهم " میں بیک وقت استعارہ تبعیہ اور تمثیلیہ قرار دیا گیا ہے۔ نعمان معتزلی حکم تھا۔ اس نے بر بنائے حسد میر سید شریف کے حق میں فیصلہ صادر کردیا۔ سلطان نے ان کا مرتبہ گھٹا دیا اور جرجانی کا مرتبہ بڑھا دیا۔ یہ ماجرا ۷۹۱ھ میں ہوا اور دوسرے سال روز دوشنبہ ۲۲ محرمِ ۷۹۲ھ کو اسی غم میں آپ کا وصال ہوگیا۔ پھر حضرت شیخ

محمد ابن الجزری اور میر سید کے درمیان ۸۰۶ھ میں مناظرہ ہوا اور علامہ جزری غالب ہوئے۔ تیمور نے ان کا مرتبہ بڑھادیا اور سید کا مرتبہ کم کر دیا۔ علامہ عبدالعزیز پرہاروی صاحب نبراس فرماتے ہیں:

"ھذا الکل من سوء فھم الامیر فان الافحام فی مسئلۃواحدۃ لا یوجب نقصانا فی علم العالم"

"یہ سب تیمور لنگ کی کج فہمی کا نتیجہ تھا ورنہ کسی ایک مسئلے میں لاجواب ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کا علم ناقص ہے"۔ (نبراس ص ۳)

سید شریف جرجانی کو امیر تیمور لنگ کے دربار میں آپ ہی نے اپنی وجاہت اور سفارش سے مقرب بنایا تھا۔ ہوا یہ کہ شاہ شجاع الدین بن مظفر جس وقت ۷۷۰ھ میں قصر زرد میں اقامت گزیں تھا تو سید نے اس سے ملاقات اور رفاقت کی خواہش کی۔ اور اس تک رسائی کے لیے عجیب طریقہ نکالا۔ فوجیوں کا لباس پہن کر راستے میں کھڑے ہو گئے۔ علامہ تفتازانی بادشاہ کے پاس جا رہے تھے کہ راستے میں میر سید مل گئے۔ اور کہنے لگے میں مسافر ہوں اور تیراندازی میں مہارت رکھتا ہوں۔ آپ بادشاہ سے سفارش کریں کہ مجھے ملاقات کا موقع دیا جائے۔ علامہ کی سفارش پر بادشاہ نے انھیں طلب کیا اور کہا کہ تیراندازی کا مظاہرہ کرو۔ میر سید نے جیب سے کاغذات کا ایک مجموعہ نکال کر پیش کیا جس میں مختلف مصنفین پر اعتراضات تھے اور کہا کہ یہ میرے تیر ہیں۔ اور یہ میرا فن ہے۔ علامہ تفتازانی کے فضل و کمال کے سامنے اس جرأت کا مظاہرہ کرنا سید ہی کا کام تھا۔ بادشاہ نے سید کا بڑا احترام کیا اور اپنے ساتھ شیراز لے جا کر مدرسہ دارالشفا کا مدرس بنا دیا۔

بعض نے علامہ تفتازانی کو حنفی المذہب اور بعض نے شافعی قرار دیا ہے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ کو فقہ حنفی کی طرف بڑی رغبت تھی۔ اور اس کو آپ نے یہاں تک پسند کیا کہ کثرت سے اس میں تصنیفات فرمائی۔ اور نیز قضائے حنفیہ کے متولی ہوئے۔ اور آپ کے زمانہ میں مذہب حنفیہ اور فنون علمیہ کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی۔ آپ کی زبان میں ذرا لکنت تھی۔ (حدائق الحنفیہ)

علامہ تفتازانی صاحب مصنفات کثیرہ شریفہ ہیں۔

پندرہ سال کی عمر میں اولین تصنیف "تصریف زنجانی" کی شرح لکھی۔ چند تصنیفات ذیل میں ذکر

کی جاتی ہیں:

شرح مراح الارواح (صرف میں) الارشاد (نحو میں) سعدیہ شرح شمسیہ (منطق میں) شرح ایساغوجی ۔شرح مفتاح العلوم للسکاکی ۔شرح مختصر علی تلخیص المفتاح ۔شرح مطول علیہ ۔تہذیب المنطق و الکلام ۔ المقاصد و شرح مقاصد فی الکلام ۔شرح مختصر ابن حاجب فی الاصول ۔ تلویح شرح توضیح ۔شرح عقائد نسفیہ ۔ حاشیہ علی العضدی ۔حاشیہ کشاف تفسیر زمخشری ۔

روضۃ الاخبار المنتخب من ربیع الابرار میں آپ کی تصنیفات کی تواریخ اس طور لکھی ہیں کہ پہلے پہل آپ نے ماہ شعبان ۷۳۸ھ میں سولہ سال کی عمر میں زنجانی کی شرح اور شرح تلخیص مطول سے ہرات میں ماہ صفر ۷۴۸ھ میں، اوراس کے اختصار سے مقام غجدوان میں ۷۵۶ھ میں، اور رسالہ شمسیہ سے ماہِ جمادی الاولیٰ ۷۵۷ھ میں مزار جام میں، اور تلویح حاشیہ توضیح سے ماہِ ذیقعدہ ۷۵۸ھ میں مقام گلستاں ترکستان میں، اور شرح عقائد نسفی سے ماہِ شعبان ۷۶۸ھ میں، اور حاشیہ شرح مختصر الاصول سے ۷۷۰ھ میں، اور رسالہ ارشاد سے ۷۷۴ھ میں، خوارزم میں، اور مقاصد الکلام اور اس کی شرح سے ماہِ ذی قعدہ ۷۷۴ھ میں، اور تہذیب المنطق والکلام سے ماہِ رجب ۷۸۹ھ میں، اور شرح مفتاح سے ماہِ شوال ۷۸۹ھ میں سمرقند میں فراغت پائی۔

فتاویٰ حنفیہ کی تالیف میں یکشنبہ کے روز ۹ر ماہِ ذی قعدہ ۷۶۹ھ کو ہرات میں، اور مفتاح الفقہ میں ۷۷۲ھ کو، اور شرح تلخیص جامع کبیر میں ۷۸۶ھ کو سرخس میں، اور شرح کشاف میں ۸ر ماہِ ربیع الآخر ۷۸۹ھ کو مشغول ہوئے۔ (حدائق الحنفیہ ص ۳۲۸)

(۲۲) (حاشیہ ص ۱۰۹) نمبر ۲

۱: مُثُلِ افلاطونیہ: افلاطون پھر اس کے متبعین اِس کے قائل تھے کہ عالمِ محسوس اور عالم معقول کے درمیان ایک اور عالم ہے جسے عالمِ مثل کہا جاتا ہے۔ وہ نہ مادّی ہے نہ مادّہ سے مجرد، اس میں مجردات اور اجسام واعراض یہاں تک کہ حرکات، سکنات، اوضاع، ہیأت، مزے، بو وغیرہ میں سے ہر موجود کی ایک مثال ہوتی

ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے۔ وہ معلق ہے لیکن کسی مادّہ اور محل میں نہیں۔ جس کے سامنے کسی مظہر مثلاً آئینہ، خیال، پانی، ہوا وغیرہ کی مدد سے رونما ہوتی ہے۔ کبھی ایک مظہر سے دوسرے مظہر میں بھی منتقل ہو جاتی ہے۔ اور کبھی ختم ہو جاتی ہے۔ الیٰ آخرہ شرح مقاصد ۳/۳۷۲/۲ طبع ۱۴۰۹ھ (اس کو افلاطونیہ کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ بات افلاطون نے ہی کہی۔

(۲۴۳) (حاشیہ ص ۱۰۹) نمبر ۳

شیخ شہاب الدین مقتول: صاحبِ حکمۃ الاشراق ۵۴۹ ـــ ۵۸۷ھ/۱۱۵۲ ـــ ۱۱۹۱ء

نام: یحیی بن حبش بن امیرک۔ کنیت: ابو الفتوح۔ لقب: شہاب الدین، سہروردی۔ فلسفی تھا۔ موضع سہرورد میں پیدا ہوا جو عراق میں زنجان کی ایک بستی ہے۔ مراغہ میں پرورش پائی، حلب کا سفر کیا انحلالِ عقیدہ (عقیدہ تناسخ) سے منسوب ہوا۔ ابن خلکان کے بقول اس کا علم اس کی عقل سے زیادہ تھا۔ علما نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا۔ شاہ ظاہر غازی نے اسے گرفتار کیا اور قلعۂ حلب کے قید خانے میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔

چند تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ التلویحات، ۲۔ هیاکل النور، ۳۔ المشارع و المطارحات، ٤۔ الاسماء الادریسیة، ٥۔ الالواح العمادیة، ٦۔ مقامات الصوفیة و معانی مصطلحاتهم، ۷۔ رسالة فی اعتقاد الحکماء، ۸۔ التنقیحات، ۹۔ حکمة الاشراق، المعارج، ۱۰۔ اربعون اسما من اسماء الله الحسنیٰ و خواصها۔

ملفوظات امام احمد رضا میں ہے:

﴿عرض﴾ شیخ شہاب الدین مقتول کے مذہب کا کیا حال ہے؟

﴿ارشاد﴾ فلسفی خیالات باطلہ اس کی طرف منسوب کیے گیے ہیں جس پر اسے قتل کیا گیا، وہ اپنی کتاب حکمۃ الاشراق میں اگر چہ مشائین کے خلاف چلا مگر فلسفہ اشراقیین کا متبع ہوا کہتے ہیں: سیمیا جو ایک نہایت ناپاک علم ہے اسے آتا تھا۔ قصاب سے دنبہ خریدا، دنبہ لے کر چلا۔ اور قیمت نہ دی۔ قصاب پیچھے ہولیا۔ وہ مانگتا ہے یہ چپ چاپ چلا جاتا ہے۔ قصاب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا

کہ ہاتھ اکھڑ آیا۔ وہ بے چارہ ڈرا کہ کہیں گرفتار نہ ہو جائے۔ چھوڑ کر چلا گیا۔ اور حقیقت میں ہاتھ نہ تھا بلکہ آستین تھی۔ اسے یہ فن آتا تھا۔ اسے لکھ کر حضرت جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: ''بداں کسانیکہ چنیں کارہا کنند، بدآں علمیکہ باوایں کارہا آموزند'' (ایسے لوگ برے ہیں جو ایسا کام کریں اور ایسا علم برا ہے جس سے ایسا کام سیکھیں)

(الملفوظ ص ۵۷ حصہ دوم)

(۲۴) (حاشیہ ص ۱۱۱) نمبر۲

شرح مواقف: سید شریف جرجانی کی ہے۔ ان کے حالات صفحہ ۲۵۱ پر دیکھیں۔

(۲۵) (حاشیہ ص ۱۲۵)

۱: حضرت ابو ہریرہ:

نام ونسب میں اختلاف ہے۔ جاہلیت میں عبد شمس یا عبد عمرو تھا۔ اسلام میں عبداللہ یا عبدالرحمٰن ہے۔ حاکم اور ابواحمد نے کہا: ہمارے نزدیک صحیح تر عبد الرحمن بن صخر ہے۔ نام پر کنیت غالب ہے۔ دوسی ہیں، خیبر کے سال اسلام لائے اور غزوۂ خیبر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے اور اس کے بعد بھی ساتھ رہے، اصحابِ صفہ سے ہیں۔ احفظ صحابہ، وہ بیان کرتے ہیں: بارگاہ رسالت میں میں نے عرض کی: آپ کی حدیثیں سنتا ہوں پھر یاد نہیں رکھ پاتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ میں نے پھیلا دی انھوں نے خوب دعائیں کیں اس کے بعد کوئی حدیث میں نے فراموش نہیں کیا۔ اٹھہتر سال کے ہو کر مدینہ میں ۵۷ھ میں وصال فرمایا، یا ایک دو سال بعد۔ کنیت کی وجہ: ان کی ایک چھوٹی بلی تھی جسے اپنے ساتھ اٹھائے رکھتے۔ (اکمال فی اسماء الرجال)

۱: (بخاری ۲/ کتاب الرقاق باب ۳۸ التواضع / حدیث ۶۵۰۲)

(۲۶) (حاشیہ ص ۱۲۷) نمبر۲

۲: علامہ شمس الدین ذہبی نے میزان میں لکھا کہ ''یہ متن اس سند کے سوا کسی اور سند کے ساتھ مروی نہیں۔ اور سوا بخاری کے اسے کسی نے راویت نہیں کیا۔ سوائے اس سند کے کسی دوسری کتاب میں مروی نہیں''۔

مگر سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ذہبی کے اس قول کو مردود بتایا۔ وہ لکھتے ہیں:۔
اس حدیث کے دوسرے بہت سے طریقے بھی ہیں جن سب کا مجموعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے۔

اول:۔ یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے جس کی تخریج امام احمد نے کتاب الزہد میں، ابن ابی الدنیا ابونعیم نے حلیہ میں۔ اور بیہقی نے زہد میں بطریق عبدالواحد بن میمون عن عروہ کی ہے۔ نیز طبرانی نے بطریق یعقوب مجاہد بن عروہ بھی تخریج کی ہے۔

ثانی:۔ یہ حدیث حضرت ابوامامہ سے مروی ہے جسے طبرانی نے اور بیہقی نے زہد میں روایت کیا ہے۔ نیز مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے جسے اسماعیلی نے مسندِ علی میں روایت کیا۔

ثالث:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے جس کی تخریج طبرانی نے کی۔

رابع:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کی تخریج ابویعلیٰ، بزار اور طبرانی نے کی۔

خامس:۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختصراً مروی ہے جس کی تخریج طبرانی نے کی ہے۔

سادس:۔ حضرت معاذ بن جبل سے بھی مروی ہے جس کی تخریج ابن ماجہ نے، اور ابونعیم نے حلیہ میں کی ہے۔

سابع:۔ حضرت وہب بن منبہ سے بھی مقطوعاً مروی ہے جس کی امام احمد نے زہد میں، اور ابونعیم نے حلیہ میں تخریج کی ہے۔

ان میں کچھ حدیثوں کی سند ضعیف ہے لیکن کثرتِ طرق سے ضعف ختم ہوگیا جیسا کہ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ بعض نے کہا کہ یہ حدیث درجۂ حسن تک پہونچ چکی ہے۔ (نزہۃ القاری ۳۰/۹)

(ابن یونس رضوی)

(۲۷) (حاشیہ ص ۱۲۹) نمبر ۲

ان الحق ینطق علی لسان عمر۔ یہاں موجود کتابوں میں اس صیغے سے حدیث نہ ملی البتہ امام ترمذی نے اس کی بالمعنی روایت کیا ہے: عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان

الله جعل الحق علی لسان عمر و قلبه (ترمذی رقم الحدیث ٣٦٨٢)وفی روایة ابی داود عن ابی ذر قال : ان الله وضع الحق علی لسان عمر یقول به ـ وعن علی قال : ما کنا نبعد ان السکینة تنطق علی لسان عمر رواه البیهقی فی دلائل النبوة۔(مشکوٰة ص ٥٥٧ باب مناقب عمر رضی الله عنه) اور امام ابن حجر نے فتح الباری میں ایک جگہ کہا ہے : ولقد کان الحق ینطق علی لسان عمر ـ (فتح الباری ٩ / ٤٨١)

(٢٨) (حاشیہ ص ١٣٣) نمبر ٢

٢ : یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔اس میں آنے والے الفاظ جیسے تقرب، سمع، بصر، رِجل اور تردد سب متشابہات سے ہیں۔ائمہ کرام نے ان کی کئی طرح سے توجیہات وتاویلات کی ہیں۔نزہۃ القاری شرح بخاری میں " ماترددت عن شیء " کے تحت ہے:

اس کا ظاہر مطلب یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تردد میں رہتا ہے کہ بندے کو موت دے یا شفا دے۔ مگر یہ معنی کسی طرح صحیح نہیں۔تردد اسے ہوتا ہے جو قادر نہ ہو اور اسے انجام کا حال معلوم نہ ہو۔اللہ تعالیٰ پر یہ محال ہے۔پھر جب موت کا وقت مقرر ہے یہ وقت موعود آجائے گا تو نہ ایک سکنڈ ادھر ہوگا نہ اُدھر۔پھر اس میں تردد کیسا؟

علامہ خطابی نے اس کی دو تاویلیں کیں۔پہلی یہ کہ بندہ کبھی بیماری وغیرہ کی وجہ سے موت کے قریب ہو جاتا ہے،اس حال میں اللہ سے دعا کرتا ہے۔اللہ اسے شفا دیتا ہے اور اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے۔پہلے اس حال میں مبتلا کرنا کہ وہ موت کے قریب پہونچ گیا، پھر اس کو شفا دینا، دونوں من جانب اللہ ہیں۔تو یہ ایسا ہی ہو گیا جیسے کوئی شخص کسی معاملے میں متردد ہے کہ ایک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے پھر اس پر ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرا کام بہتر ہے اسے چھوڑ کر دوسرا اختیار کرتا ہے۔پہلے بلا نازل کی کہ ہلاک کے قریب پہونچ گیا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اسے زندگی سے محروم کرنا چاہتا ہے۔پھر شفا دیتا ہے،جس سے معلوم ہوا کہ زندہ رکھنا چاہتا ہے۔اس کو تردد سے تعبیر فرمایا۔حالانکہ حقیقت میں تردد نہیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا اپنے محبوب بندوں پر اپنی رحمت اور خصوصی کرم کا اظہار کرتا ہے

کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ دنیا سے منتقل ہو کر میری بارگاہ میں حاضر ہو، تا کہ وہ دنیا کے رنج ومحن سے چھٹکارا پا کر میری بارگاہ میں آ کر ابدی راحت اور سرمدی عیش میں رہے۔ مگر چونکہ وہ بتقاضائے طبعی موت کو ناپسند اور زندگی کو پسند کرتا ہے تو میں اس کی زندگی کے مطابق چھوڑ دیتا ہوں۔

ایک توجیہ یہ ہے کہ میں بندے کے کسی معاملے میں متردد شخص کی طرح توقف نہیں کرتا ہوں سوائے محبوب بندے کی روح کے قبض کرنے میں، کہ میں اس میں اس حد تک توقف کرتا ہوں جب تک وہ موت کا مشتاق نہیں ہوتا کہ اس کے سبب مقربین کے گروہ میں شامل ہو کر اعلیٰ علیین میں جگہ پائے۔

(اس کے علاوہ اور بھی توجیہ ہے۔ مگر) اس کی حقیقی مراد کیا ہے؟ یہ اللہ عزوجل جانے یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں۔ ہم بندوں کو راسخین فی العلم کی طرح یہی کہہ کر گزرنا چاہیے: آمنا به كل من عند ربنا [آیت ۷/سوره آل عمران ۳]

ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ (ص ۳۳/۳۴ جلد ۹)

۱: صاحب شرح طوالع الانوار ص ۲۵۹ پر دیکھیں۔

(۲۹) (حاشیہ ص ۱۳۵) نمبر ۳

(آیتوں کا ترجمہ) ۱۲۶/۴ اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔ ۱۷/۸ اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ ۱۶/۵۰ اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔ یہ کمال علم کا بیان ہے کہ ہم بندے کے حال کو خود اس سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ ورید وہ رگ ہے جس میں خون جاری ہو کر بدن کے ہر ہر جز میں پہونچتا ہے یہ رگ گردن میں ہے معنی یہ ہیں کہ انسان کے اجزا ایک دوسرے سے پردے میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پردے میں نہیں۔ (کنز الایمان وخزائن العرفان) ۲۴/۸ اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے۔

۱ (آسمان وزمین کے اقطار میں سورج، چاند، ستارے، نباتات، حیوان یہ سب اس کی قدرت و حکمت پر دلالت کرنے والے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان آیات سے مراد گزری ہوئی امتوں کی اجڑی ہوئی بستیاں ہیں جن سے انبیا کی تکذیب کرنے والوں کا حال معلوم ہوتا ہے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان نشانیوں سے مشرق ومغرب کی وہ فتوحات مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ اوران کے نیازمندوں کو عنقریب عطا فرمانے والا ہے)

۲ یعنی ان کی ہستیوں میں لاکھوں لطائفِ صنعت، اور بیشمار عجائبِ حکمت ہیں۔

۳ یعنی اسلام وقرآن کی سچائی اور حقانیت ان پر ظاہر ہو جائے۔(خزائن العرفان)

(۳۰)(حاشیہ ص ۱۵۱) نمبرا

ا نبی اور رسول کے درمیان نسبت میں چند مذاہب ہیں۔اول: دونوں متساوی ہیں، یہ شرح عقائد اور شرح مقاصد میں امام نسفی، اور تفتازانی کا مذہب مختار ہے۔مگراس پراللہ تعالیٰ کے اس قول سے اعتراض ہے:و ما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی (۵۲حج ۲۲) کیونکہ عطف مغایرت کا متقاضی ہے۔ دوم: دونوں متباین ہیں: تو رسول وہ ہے جونئی شریعت لے کرآیا، نبی جو یہ نہیں لایا۔مگر یہ حضرت اسمٰعیل اور حضرت موسیٰ دونوں کے حق میں الگ الگ آئے قولِ خدا سے مدفوع ہے:و کان رسولا نبیا (سورۂ مریم ۱۹/آیت ۵۱،اور۵۴) اور متباینان کا ایک مادے میں اجتماع نہیں ہوتا۔واسمٰعیل من الرسل و لیس له شرع مجدد كما صرح به القاضی اور حضرت اسمٰعیل رسولوں میں ہیں حالانکہ ان کی نئی شریعت نہیں قاضی بیضاوی نے اس کی تصریح کی ہے۔ سوم: یہ کہ رسول اعم ہے اور نبی اخص ہے کہ رسول فرشتہ اور انسان دونوں ہیں اور نبی صرف انسان۔ چہارم: یہی قول جمہور ہے کہ نبی اعم ہے پھراس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ رسول کا صاحبِ کتاب ہونا شرط ہے اور نبی میں یہ شرط نہیں۔مگراس پر یہ اعتراض ہے کہ کتابوں کی تعداد ۱۰۴/ اور رسولوں کی تعداد ۳۱۳/مروی ہے۔بعض نے کہا کہ رسول میں شرع جدید کی شرط ہے اور نبی میں نہیں۔اس پر یہ کلام ہے کہ حضرت اسمٰعیل کو رسول کہا گیا ہے حالانکہ وہ حضرت ابراہیم کی شریعت پر تھے۔ایک قول یہ ہے کہ رسول وہ شخص ہے جس کے پاس فرشتہ آئے اور نبی کے لیے ممکن ہے کہ وحی کسی دوسرے طریقے سے آئے جیسے الہام یا خواب میں وحی ہو۔(نبراس ص ۸۰)

رسول، ملائکہ اور انسان دونوں میں ہوتے ہیں۔یہ قرآن سے ثابت ہے " الله یصطفی من الملائكة رسلا و من الناس "(سورۂ حج آیت ۷۵) اللہ فرشتوں اور انسانوں سے رسولوں کو چُن لیتا ہے۔

پھر لفظ رسول کی تعریف میں دو قول بہ نسبت دیگر اقوال کے زیادہ مشہور اور راجح ہیں (۱) رسول وہ ہے جو صاحبِ کتاب ہو (۲) رسول وہ ہے جو صاحبِ شریعت جدیدہ ہو۔ قولِ اول کے لحاظ سے حضرت داؤد علیہ السلام رسول تھے کہ ان پر زبور نازل ہوئی، مگر تعریف دوم ان پر صادق نہیں، اس لیے کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان جتنے پیغمبر آئے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔ انہی میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی ہیں۔ ہاں رسول کا ایک اطلاق ان دونوں سے اعم ہے وہ پیغمبر اور مبعوث من اللہ کے معنی میں ہے۔ اسی کے تحت قرآن کریم میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے درمیانی عرصے میں تشریف لانے والے انبیائے کرام پر رُسُل کا اطلاق ہے۔ غالباً اسی کے پیش نظر ایک گروہ نبی و رسول میں ترادف کا قائل ہے۔ لیکن نصِ قرآن ملائکہ کو بھی رسول کا شمول اور سورۂ حج کی آیت میں رسول و نبی کے درمیان مغایرت کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں میں عموم خصوص من وجہ ہو۔ اس لیے کہ رسلِ ملائکہ پر نبی کا صدق نہیں، کیوں کہ نبی کی تعریف میں انسان کی قید سب کے نزدیک ہے۔ اور انسانوں میں کثیر بلکہ اکثر پیغمبر نہ صاحبِ کتاب تھے، نہ صاحبِ شریعتِ جدیدہ، ان پر نبی کی تعریف صادق ہے، رسول کی کوئی تعریف صادق نہیں، اور بعض حضرات پر رسول و نبی دونوں صادق ہیں جیسے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔
(ماخوذ از مواہب الجلیل لتجلیۃ مدارک التنزیل للاستاذ محمد احمد المصباحی)

(۳۱) (حاشیہ: ص ۱۵۳) نمبر ۴

۴؎ **بلعم باعور:** اس نے محبوبانِ خدا سے عداوت کی۔ بنی اسرائیل میں بہت بڑا عالم تھا۔ مستجاب الدعوات تھا لوگوں نے اس کو بہت سا مال دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے بددعا کردے۔ خبیث لالچ میں آگیا۔ اور بددعا کرنی چاہی۔ جو الفاظ موسیٰ علیہ السلام کے لیے کہنا چاہتا تھا، اپنے لیے نکلتے تھے۔ اللہ نے اس کو ہلاک کردیا۔ (اصحاب کہف رضی اللہ عنہم کا کتا بلعم باعور کی شکل بن کر جنت میں جائے گا۔) الملفوظ حصہ سوم صفحہ ۳۱۔ رضا اکیڈمی بمبئی

<u>برصیصا:</u> بالفتح ہر دو صاد مہملہ: ایک ولی کا نام جو بوسواس شیطان کافر ہوگیا تھا۔ از لطائف۔

(غیاث اللغات)

مشہور ہے: وہ انتہائی خدا پرست ایک عابد تھا، انجام کار شیطان کا فریب کھا کر گمراہ ہو گیا
(برہانِ قاطع)

(۳۲) (حاشیہ ص ۱۵۵) نمبر۲

۲: رئیس حکما بوعلی بن سینا:

نام: حسین۔ کنیت: ابوعلی۔ لقب: شرف الملک۔

سلسلۂ نسب: حسین بن عبداللہ بن حسن بن علی بن سینا۔ بخارا کے نزدیک خرمیش گاؤں میں ۳ر صفر کو پیدا ہوا۔ یہاں اس کے والد نوح بن منصور سامانی کی طرف سے گورنر تھے۔

تحصیل علم: شہر بخارا میں ایک نیک سیرت بزرگ سے قرآن کریم اور عربی صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی۔ اس نے بخاریٰ کے مشہور فقیہ اسماعیل زاہد سے علم فقہ اور محمود مسّاح نامی ایک نامور ہندسہ داں سبزی فروش سے علم ہندسہ اور مساحت کا درس لیا۔ ریاضیات کی تحصیل میں اس کی تیزی طبع اور ذہانت نے کامل استادوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ بخارا میں ایک نامور عالم اور فیلسوف عبداللہ نائلی وارد ہوا۔ باپ نے مہمان بنا کر تعلیم کے لیے بیٹے کو ان کے سپرد کیا۔ نائلی نے منطق کی کتاب ایساغوجی پڑھانی شروع کی مگر اس کی ذہانت سے دنگ رہ گیا۔ اور اس نے ازخود مطالعہ کے ذریعہ منطق میں کمال پیدا کیا۔ اس نے اقلیدس کی چند شکلیں اور کتاب مجسطی کا کچھ حصہ استادوں سے پڑھ کر باقی خود حل کر لیا۔ عبداللہ نائلی بخارا سے چلا گیا اور یہ طب کی طرف راغب ہوا۔

سولہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم وفنون میں کمال حاصل کر چکا تھا۔ اب اس کو شیخ کہا جاتا تھا۔ نہایت طباع، نکتہ رس تھا۔ کسی بھی کتاب کا پورا مطلب، اور کار آمد ماحصل خزانۂ دماغ اور گنجینۂ حافظہ میں جمع کر لیتا۔

تصانیف: سیکڑوں سے متجاوز ہیں۔ جن میں بعض کتابیں کئی کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں: چند تصانیف ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

حاصل ومحصول: (فقہ میں بیس جلدیں ہیں) مگر معدوم ہیں۔ الشفا: (اٹھارہ جلدیں) الانصاف: ۲۰ جلدیں، الاشارات: اکیس برس کی عمر میں لکھی، تمام علوم پر بحث ہے۔ النجات: تین جلدیں، لسان العرب:

دس جلدیں، مختصر اقلیدس، الاجرام السماویۃ، عیون الحکمۃ، مقالہ در ہیئت ارض، القانون: چودہ جلدیں۔
حاشیہ قانون۔

(۳۳)(حاشیہ ص ۱۵۵) نمبر ۳

ملا جلال دوانی:

نام: محمد بن اسعد دوانی صدیقی شافعی۔ علوم عقلیہ میں گہرا رسوخ اور علوم شرعیہ میں کامل دستگاہ رکھتے۔ اصحاب علوم کی جماعت کثیرہ سے احذ علوم کیا جیسا کہ خود انھوں نے اپنے رسالہ انموذج العلوم کے آغاز میں ذکر کیا ہے۔ اول شیوخ میں خود ان کے والد سعد الدین اسعد ہیں جو کازرون کے جامع مرشدی میں استاذ تھے۔ ان سے آپ نے علوم آلیہ، فنون ادبیہ، فقہ، تفسیر اور علوم عقلیہ حاصل کیے۔

علامہ شمس الدین سخاوی نے الضوء اللامع میں کہا کہ: محمد بن اسعد مولانا جلال الدین دوانی کازرون کے ایک قریہ کی جانب منسوب ہیں، شافعی، اقلیم فارس کے قاضی ہیں۔ علم کثیر کے ساتھ یاد کیے جاتے ہیں۔

تصانیف میں: شرح تجرید للقوشجی پر حواشی قدیمہ وجدیدہ، شرح مطالع پر حواشی قدیمہ وجدیدہ، شرح شمسیہ للقطبی کے حواشی، شرح عقائد عضدیہ علم کلام میں، شرح ہیاکل النور حکمت اشراقیہ میں، اور زورا نامی ایک رسالہ اور اس کی شرح حکمت میں، شرح تہذیب المنطق، تفسیر سورہ اخلاص، رسالہ قدیمہ فی اثبات الواجب، اور ایک رسالہ جدیدہ اسی بیان میں، شرح مختصر للعضد اصول میں، اور فقہ شافعی میں فتاوی الانوار پر حواشی، ان کے علاوہ اور بھی مفید تصانیف ہیں۔

تاریخ وفات بعض نے ۹۰۷ھ اور بعض نے ۹۱۸ھ بتائی ہے۔

(ص ۳۹/التعلیقات السنیۃ علی الفوائد البہیۃ۔ مشمولہ ہدایہ۔ مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

(۳۴)(حاشیہ ص ۱۵۵) نمبر ۴

لے ملفوظات امام احمد رضا میں ہے:

﴿عرض﴾ حضور یہ مشہور ہے الولایۃ افضل من النبوۃ

﴿ارشاد﴾ یوں نہیں بلکہ یوں ہے۔ ولایۃ النبی افضل من نبوتہ: نبی کی ولایت اس کی نبوت سے

افضل ہے کہ ولایت کی توجہ الی اللہ ہے اور نبوت کی توجہ الی الخلق ہے۔
﴿عرض﴾ حضور ولی کی ولایت بھی متوجہ الی اللہ ہوتی ہے؟
﴿ارشاد﴾ ہاں! مگر اس کی توجہ الی اللہ نبی کی توجہ الی الخلق کے کروڑویں حصہ کو نہیں پہنچتی۔
(الملفوظ سوم ص ۲۹۳)

(۳۵) حاشیہ ص ۱۵۷ نمبرا

نبوت میں جانبین کی وساطت

ا :اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

وہ (اللہ) تو اس قدر ظاہر ہے کہ اس کا بے غایت ظہور، وہی سبب ہو گیا اس کے بے نہایت بطون کا۔ قاعدہ ہے کہ شیٔ جب تک ایک حدِ معتاد تک ظاہر رہتی ہے مرئی ہوتی ہے اور جب اس حد سے گزرتی ہے نظر نہیں آتی۔ آفتاب طلوع کے بعد کچھ بخارات، سحابات وغیرہ میں ہوتا ہے پوری طرح نظر آتا ہے۔ خوب اچھی طرح اس پر نگاہ جم سکتی ہے۔ اور جتنا بلند ہوتا جاتا ہے نگاہ میں خیرگی آتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جب بالکل نصف النہار پر آجاتا ہے نگاہ کی مجال نہیں کہ اس پر جم سکے، مگر پھر بھی اس کا ظہور ایک حد ہی تک ہے۔ اس لیے اگر چہ ہم اس کو دیکھ نہیں سکتے پھر بھی اس کی روشنی سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ چودہویں شب کو جب آفتاب ہم سے بالکل پوشیدہ ہو جاتا ہے کسی کی طاقت نہیں کہ آفتاب سے روشنی لے سکے۔ اس وقت ماہتاب، آفتاب اور اہلِ زمین کے درمیان متوسط ہو کر آفتاب سے نور لیتا ہے اور اہلِ زمین کو نور پہونچاتا ہے۔ جو چاہے کہ اس ماہتاب سے نور نہ لوں گا بلکہ آفتاب ہی سے لونگا، ہرگز نہیں لے سکتا۔ بلا تشبیہ ذاتِ باری تعالیٰ بے حد ظاہر تھی اور اسی سبب سے بے حد باطن تھی تمام موجودات میں اس سے مستفید ہونے کی استعداد بھی نہ تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ماہتابِ نبوت بنایا کہ آفتابِ الوہیت سے منور ہو کر تمام مخلوقات کو منور کردے۔ (الملفوظ ص ۶۵/ چہارم)

(۳۶) (حاشیہ ص ۱۶۳)

صاحبِ اصطلاحاتِ کاشیہ:

عبدالرزاق الکاشی (الکاشانی)

......وفات: ۷۳۰ھ یا ۷۳۵ھ

نام: عبدالرزاق بن جمال الدین احمد بن ابوالغنائم کاشی۔صوفی۔ لقب: کمال الدین

تصانیف: الاصطلاحات الصوفیہ، تاویلات القرآن، رسالۃ فی القضاء والقدر، رشح الزلال فی شرح الالفاظ المتداولۃ بین ارباب الاذواق والاحوال، السراج الوہاج فی تفسیر القرآن، شرح فصوص الحکم للشیخ الاکبر، شرح منازل السائرین، کشف الوجوہ الغر لمعانی نظم الدر فی شرح التائیۃ لابن الفارض، لطائف الاعلام فی اشارات اہل الافہام فی اصطلاحات الصوفیۃ، (ہدیۃ العارفین ج ۱ ص ۵۷۶)

(۳۷) (حاشیہ ص ۱۶۵) نمبر ۱

التعرف لمذهب التصوف

مصنف: شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری کلاباذی متوفی ۳۸۰ھ

ایک مشہور مختصر کتاب ہے مشائخ نے اس سے اعتنا برتا۔ اور اس کے بارے میں کہا:

لولا التَّعَرُّفُ لَمَا عُرِفَ التَّصَوُّفُ . آغاز کتاب اس جملے سے ہے:

"الحمد لله المحتجب بكبريائه الخ"

اس کی متعدد شرحیں ہیں: انھیں میں "حسن التصرف" کے نام سے خود مصنف کی بھی ایک شرح ہے۔ متن و شرح میں طریق تصوف اور سیرت صوفیہ کا بیان ہے۔ اور توحید وصفات کے بارے میں کلام مشائخ سے ممکن حد تک ابہام دور کیا گیا ہے۔

ایک دوسری شرح شیخ الاسلام عبداللہ بن محمد انصاری ہروی متوفی ۴۸۱ھ کی ہے۔

قاضی علاء الدین علی بن اسماعیل تبریزی ثم قونوی اصولی شافعی متوفی ۷۲۹ھ

اورامام اسماعیل بن محمد بن عبداللہ مستملی متوفی ۴۳۴ھ نے بھی اس کی شرحیں لکھیں ہیں۔

(۳۸) حاشیہ ص ۱۶۵) نمبر ۲

۱ اگر کہا جائے کہ جو باتیں نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ ہوں ان پر اجماع کی حاجت نہیں ہوتی۔ نور

الانوار میں ہے:قیل لایجوز ذالك عند وجود الکتاب و السنة المشهورة لا یحتاج الی الاجماع۔ وفی الحاشیه بل یکون الاجماع لغوا فانه لا یفید الاالتاکید۔

تو جواب یہ ہوگا کہ یہاں مصنف کی مراد یہ ہے کہ آیت سے ثبوت کے باعث عرفا کے درمیان امر تفاضل متفق علیہ ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی دلیل سے اس کا ثبوت نہ تھا اس لیے اجماع عرفا سے اس کا ثبوت ہوا۔

(۳۹) اصطلاحات کاشیہ: یعنی:

کمال الدین عبدالرزاق بن احمد ابن ابی الغنائم الکاشی متوفی ۷۳۰ھ کی تصنیف۔

(۴۰) (حاشیہ ص ۱۷۱) نمبر ۳

مولانا عصام الدین اسفرائینی

۸۷۳-۹۴۵ھ/=۱۴۶۸-۱۵۳۸ء

ابراہیم بن محمد عرب شاہ الاسفرائینی۔ عصام الدین۔ فقیہ کامل، عالم فاضل، صاحب تصانیف کثیرہ تھے، تلخیص المفتاح للقزوینی کی شرح میں ایک کتاب ''اطول'' لکھی یہ علم بلاغت میں ہے۔ ان کی اطول کے علاوہ اور بھی کتابیں ہیں۔ ان میں: میزان الادب، حاشیہ علی تفسیر البیضاوی، شرح رسالہ الوضع للایجی فی اوقاف بغداد۔ شرح عقائد نسفی، شرح وقایہ کی شرح، منطق، توحید، اور نحو میں شروح وحواشی اور رسالے ہیں۔ اخیر عمر میں سمرقند تشریف لے گئے وہیں وفات پائی۔ اور حدائق الحنفیہ میں ہے کہ آپ نے ۹۴۴ھ میں وفات پائی۔ ''فخر دین'' تاریخ وفات ہے۔

(۴۱) (حاشیہ ص ۱۷۳) نمبر ۱

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

۵۶۰ —— ۶۳۸ھ/۱۱۶۵ —— ۱۲۴۰ء

نام: محمد بن علی بن محمد ابن عربی۔ کنیت: ابوبکر حاتمی طائی اندلسی۔ محی الدین ابن عربی سے مشہور ہیں۔ لقب: ''شیخ اکبر''، عظیم صوفی اور صوفیہ کے امام ومقتدا۔ فلسفی، ائمہ متکلمین سے ہیں، مرسیہ/اندلس میں پیدا ہوئے۔ پھر اشبیلیہ منتقل ہو کر نشو ونما پائی۔ وہاں سے شرق کو کوچ کیا۔ شام، بلادِ روم، عراق وحجاز گئے۔ پھر دمشق کو اپنا مستقر بنایا، وہیں وصال فرمایا۔

بقول ذہبی: وہ وحدۃ الوجود کے قائلین کے امام ومقتدا ہیں۔ان کی تقریبا چار سو کتابیں اور رسالے ہیں: ان میں تصوف اور علم نفس میں الفتوحات المکیۃ دس جلدوں میں ہے،

مزید چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

محاضرة الابرار و مسامرة الاخیار ، (ادب میں دوجلدیں)، فصوص الحکم ، مفاتیح الغیب ، التعریفات ، مواقع النجوم و مطالع أهلة الاسرار و العلوم ،مرآة المعانی ، الانوار ، شجرة الکون ، فتح الذخائر و الاغلاق شرح ترجمان الاشواق . التجلیات ، التدبیرات الالهیة فی المملکة الانسانیة ، الاربعون صحیفة من الاحادیث القدسیة ، وغیره

انظر : فوات الوفیات ، جذوة الاقتباس ، مفتاح السعادة ، میزان الاعتدال ، لسان المیزان ، معجم المطبوعات ، الجواهر المضیة ،

(۴۲) (حاشیہ ص۱۷۳) نمبر۲

فصوص الحکم

مصنف: حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی۔.............وفات ۶۳۸ھ

ص ۲۵۰ پر (۱۱) دیکھیں

(۴۳) (حاشیہ ص ۱۷۵)

مولانا علی پیرو: ولادت ۷۷۶---وفات ۸۳۵ھ

نام: شیخ علی بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل مہائمی، ہندی، حنفی، صوفی۔لقب: علاء الدین۔

تصانیف: اجلۃ التائید شرح ادلۃ التوحید، تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان بعض ما یشیر الی اعجاز القرآن، (۲ جلدیں طبع شدہ ہیں)، الزوارف فی شرح عوارف المعارف، شرح النصوص للشیخ صدر الدین قونوی، شرح الفصوص للشیخ الاکبر۔ (ہدیۃ العارفین ۷۳/۵)

(۴۴) (حاشیہ ص ۱۷۷) نمبر۱

شیخ داؤد بن محمود قیصری متوفی ۷۵۱ھ

تصنیفات: شرح الحدیث الاربعین علی مشرب اہل التحقیق، مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم۔
(کشف الظنون علی شرح الحدیث۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۴۵)(حاشیہ ص ۱۷۷) نمبر ۲

خواجہ محمد بن علی۔ حکیم ترمذی ....تقریباً ۳۲۰ھ/= ....تقریباً ۹۳۲ء

نام: محمد بن علی بن الحسن بن بشر۔ کنیت: ابو عبداللہ، حکیم ترمذی۔ محقق، صوفی، حدیث و اصول دین کے عالم، ترمذ کے باشندے تھے۔ یہ وہی ترمذ ہے جہاں کے امام ابوعیسیٰ محمد بن سورہ بن موسیٰ ضحاک سلمی بوغی ترمذی (ولادت ۲۰۹ھ۔ وفات ۲۷۹ھ) اور ابوبکر وراق باشندے تھے۔ یہ ترمذ نہر جیحون کے کنارے ایک قدیم شہر ہے جس کو مدینۃ الرجال کہا جاتا ہے۔ لفظ ماوراء النہر سے اکثر یہ نہر مراد لی گئی ہے۔

مورخین کے درمیان ان کی تاریخ وفات کے تعلق سے اضطراب ہے: کسی نے ۲۵۵ھ کہا، اور کسی نے ۲۸۵ھ بتایا، مگر ان میں کوئی درست نہیں۔ اول: اس لیے صحیح نہیں کہ سبکی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ۲۸۵ھ میں نیشاپور میں حدیث بیان کی۔ قولِ دوم بھی صحیح نہیں کیونکہ ابن حجر کہتے ہیں کہ انباری نے ۳۱۸ھ میں ان سے سماعت حدیث کی۔

ان کی چند کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

نوادر الاصول فی احادیث الرسول، ۲۔ الریاضة و ادب النفس، ۳۔ الفروق: اس میں وہ فرق بیان کرتے ہیں مدارات اور مداہنت کے درمیان، محاجہ اور مجادلہ کے درمیان، مناظرہ و مغالبہ کے درمیان، انتصار اور انتقام کے درمیان، ٤۔ المناھی، ٥۔ شرح الصلاة (الصلاة و مقاصدھا) ٦۔ بیان الفرق بین الصدر و القلب و الفؤاد و اللب،

(۴٦)(حاشیہ ص ۱۷۷) نمبر ۲

سعد الدین حموی:

ولادت.................وفات ۶۵۸ھ/= ....وفات ۱۲۶۰ء

محمد بن مؤید بن احمد بن محمد۔ حموی ان کی جدہ حمویہ کی طرف نسبت ہے۔ سعد الدین ابن حمویہ جوینی

حموی۔ صوفی، صاحبِ احوال وریاضات۔ شیخ قاسیون میں مدتوں رہے پھر بحرآباد خراسان لوٹے، وہیں وفات پائی۔

تصنیف: محبوب القلوب، کشف الغطاء ورفع الحجاب۔

(۴۷) (حاشیہ ص ۱۸۱) ۲ وص ۱۸۳) نمبرا

ملفوظات امام احمد رضا قدس سرہ میں ہے:

﴿عرض﴾ غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے؟

﴿ارشاد﴾ بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ (اول۔ص ۱۱۵)

﴿عرض﴾ غوث کے انتقال کے بعد درجۂ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے؟

﴿ارشاد﴾ غوث کی جگہ امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے۔ اور امامین کی جگہ اوتاد اربعہ سے، اور اوتاد کی جگہ بدلا سے، بدلا کی جگہ ابدال سبعین سے، اور ان کی جگہ تین سو نقبا سے، پھر اولیا سے، اور اولیا کی جگہ عامۂ مومنین سے کر دیا جاتا ہے۔ کبھی بلالحاظ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں، ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہے۔ (اول ص ۱۱۷)

(۴۸) حاشیہ ص ۱۸۱) ۲ و (حاشیہ ص ۱۸۳) نمبر۲

﴿حاشیہ﴾: ملفوظات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ میں ہے:

﴿عرض﴾ غوث کو مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں؟

﴿ارشاد﴾ نہیں! بلکہ انہیں ہر حال میں یوں ہی مثل آئینہ پیش نظر ہے (اس کے بعد ارشاد فرمایا) ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ غوث کا لقب عبداللہ ہوتا ہے، اور وزیر دستِ راست عبدالرب، اور وزیر دستِ چپ عبدالملک۔ اس سلطنت میں وزیر دستِ چپ، وزیر دستِ راست سے اعلیٰ ہوتا ہے، بخلاف سلطنتِ دنیا کے۔ اس لیے کہ یہ سلطنت قلب ہے، اور دل جانبِ چپ۔

غوثِ اکبر اور غوثِ ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق اعظم وزیر دست راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجۂ غوثیت پر امیر المومنین

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم وعثمان غنی رضی اللہ عنہما کو عطا ہوئی۔اس کے بعد امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی ،اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ ومولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم وزیر ہوئے ۔پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے۔پھر مولیٰ علی کو،اور امامین محترمین رضی اللہ عنہما وزیر ہوئے۔پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث ،حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے ،حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب تک ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب نائبِ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں گے۔پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ کو غوثیتِ کبریٰ عطا ہوگی۔(اول ص ۱۰۵ ارضا اکیڈمی)

﴿عرض﴾ درجات فقر ترتیب وار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اول کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے؟ پھر کون سا؟

﴿ارشاد﴾ صلحا، سالکین، قانتین ، واصلین ۔اب ان واصلین کے مراتب ہیں: نجبا،نقبا،ابدال ، بدلا ، اوتاد، امامین ،غوث ،صدیق ، نبی ، رسول ۔تین پہلے سیر الی اللہ کے ہیں ، باقی سیر فی اللہ کے،اور ولی ان سب کو شامل ہے۔(چہارم ص ۱۹ ناشر رضا اکیڈمی)

(۴۹) (حاشیہ ص ۱۸۳)

ا : ﴿حاشیہ﴾ : ملفوظات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ میں ہے:

﴿عرض﴾ غوث کو مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں؟

﴿ارشاد﴾ نہیں! بلکہ انہیں ہر حال میں یوں ہی مثل آئینہ پیش نظر ہے۔(اول ص ۱۰۵) (اس پر تفصیل سے حاشیہ ص ۲۵۷ پر گزر چکا)

(۵۰) حاشیہ ص ۱۸۷) نمبر ۲

الفتوحات المکیة فی معرفة اسرار المالکیة و الملکیة

مصنف: حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ)۔ ان کی تصانیف میں سب سے عظیم اور آخری تالیف ہے۔

ان کا پورا نام: شیخ محی الدین محمد بن علی المعروف بابن عربی الطائی المالکی ہے ان کی یہ مشہور و معروف کتاب ہے۔

آپ اس میں تحریر فرماتے ہیں: میں نے حج و عمرہ کا ارادہ کیا، جب ام القریٰ (مکہ مکرمہ) پہونچا اللہ نے میرے دل میں ڈالا کہ میں اپنے غائبانے میں حاصل شدہ فنونِ معارف کے ذریعہ ولی کو پہچانوں ایک مرتبہ میں طواف کعبہ میں مصروف تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اس سلسلے میں فتح باب فرمایا۔

اس کے باب نمبر ۴۸ میں ارشاد فرمایا: فتوحات کے ابواب کی ترتیب میرے اپنے اختیار اور نظرِ فکر سے نہ تھی بلکہ حق تعالیٰ فرشتۂ الہام کی زبان پر ہماری تمام تحریر املا کراتا۔ کبھی ہم دو باتوں کے درمیان ایسا کلام ذکر کریں گے جس کا آگے پیچھے سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ جیسے قرآن میں طلاق و نکاح اور عدت و وفات کی آیات کے درمیان آیت حافظوا علی الصلوات و الصلاۃ الوسطی (البقرہ / ۲۳۸) ہے۔

آغازِ کتاب میں ایک مقدمہ ہے جس کی فہرست میں ۵۶۰ باب کا ذکر ہے۔ اور باب نمبر ۵۵۹ ایک عظیم باب ہے جس میں ساری فتوحات کے اسرار جمع کر دیئے ہیں۔

شیخ عبدالوہاب بن احمد شعرانی (متوفی ۹۷۳/یا ۹۷۰ھ) نے اس کا اختصار کیا ہے جس کا نام "لواقح الانوار القدسیة الملتقاۃ من الفتوحات المکیة" رکھا ہے۔ آپ اس اختصار کی تالیف سے ۹۶۰ھ میں فارغ ہوئے۔ پھر اس تلخیص کی دوبارہ تلخیص کی اور اس کا نام " الکبریت الاحمر من علوم الشیخ الاکبر " رکھا۔ اس میں بھی حسب سابق ۵۶۰ باب بترتیب شیخ برقرار رکھے۔

امام شعرانی نے اپنی مختصرِ فتوحات میں کہا: اختصار کے وقت مجھے متعدد مقامات پر توقف و تردد ہوا۔

ان میں ایک یہ ہے کہ بعض مقامات مجھے عقائد اہل سنت و جماعت کے موافق نہ ملے۔ میں نے اُس کو اس مختصر سے حذف کر دیا۔ کبھی مجھے سہو ہوا تو میں نے کتاب میں تلاش کیا۔ جیسا کہ زمخشری کے سلسلے میں

بیضاوی کو واقع ہوا۔ میں اسی گمان میں رہا کہ وہ مواضع جنھیں میں نے حذف کر دیا ہے وہ شیخ ابن عربی سے ثابت ہیں۔

اسی اثنا میں عالمِ شریف شمس الدین سید محمد بن سید ابی الطیب مدنی (متوفی ۹۵۵ھ) تشریف لائے۔ میں نے ان سے تذکرہ کیا، انھوں نے فتوحات کا ایک نسخہ دیا جسے انھوں نے اس نسخے سے مقابلہ کیا تھا جس پر خود شیخ محی الدین کی تحریر تھی، اس میں مجھے وہ سب کچھ نہ ملا جس پر مجھے توقف تھا اور حذف کر دیا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ اب مصر کے موجودہ نسخے میں دسیسہ کاری ہوئی ہے اور شیخ کی طرف منسوب وہ باتیں لکھ دی گئی ہیں جو عقائد اہل سنت کے خلاف ہیں۔ جیسا کہ یہی معاملہ ان کی کتاب فصوص کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ جس سے سید شریف مدنی نے آگاہی بخشی اور بخطِ شیخ تحریر شدہ قونیہ کا نسخہ دکھایا جس کے اندر فصوص الحکم میں الحاق شدہ عبارتیں نہ تھیں۔ حاصل یہ ہے کہ دونوں کتابوں میں دسیسہ کاری ہوئی ہے۔

(۵۱) (حاشیہ ص ۱۸۹) نمبر ۲

شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات میں اقطاب اور ان کی سورتوں کی ترتیب اس طرح بیان فرمائی ہے:
(۱) سورۂ یٰس (۲) سورۂ اخلاص (۳) سورۂ اذا جاء نصر اللہ (۴) سورۂ کافرون (۵) سورۂ اذا زلزلت (۶) سورۂ بقرہ (۷) سورۂ مجادلہ (۸) سورۂ آل عمران (۹) سورۂ کہف (۱۰) سورۂ انعام (۱۱) سورۂ طٰہٰ (۱۲) سورۂ ملک۔ پھر فرمایا ہے کہ سورۂ مجادلہ والے قطب کی سورت سورۂ واقعہ ہے اور اسے اس سورہ سے خاص شیفتگی ہے۔

(فتوحات مکیہ ج ۴ ص ۷۸۔ مطبع میمنیہ مصر ۱۳۲۹ھ) (محمد احمد مصباحی)

(۵۲) (حاشیہ ص ۱۹۹)

اشبیلیہ:۔

اندلس کا مشہور شہر، بنی عباد کا دار السلطنت، تجارتی اور ثقافتی مرکز ہے۔ مرابطین اور موحدین کے زمانے میں ایک شاداب اور گلزار شہر تھا۔ مندرجہ ذیل اشیا کے لیے مشہور ہے:
شراب، روغنِ زیتون، اسلحے، عطر و خوشبو، تمباکو، کپڑے۔

حضرت منصور حلاج:

الحلاج ۔۔۔ .... ۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۹ھ/= .... ۔۔۔۔۔۔۔ ۹۲۲م

حسین بن منصور حلاج ۔کنیت: ابومغیث ۔ آبائی وطن بیضاے فارس ہے۔عراق کے شہر واسط (یا تُستر) میں پرورش پائی۔بصرہ منتقل ہوئے ، حج کیا۔اور بغداد آئے پھر تستر واپس ہوئے۔ان کا معاملہ ۲۹۹ھ میں ظاہر ہوا۔کچھ لوگ توحید وایمان میں ان کے طریقے کے تابع ہوئے۔لوگاں کا بیان ہے کہ وہ کم کھاتے ، نمازیں زیادہ پڑھتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔یہ چند کتابیں ان کی جانب منسوب ہیں:

الظل الممدود و الماء المسکوب و الحیاۃ الباقیۃ، ۲۔ قرآن القرآن و الفرقان، ۳۔ السیاسۃ و الخلفاء و الامراء، ٤۔ علم البقاء و الفناء، ٥۔ مدح النبی و المثل الاعلیٰ، ٦۔ القیامۃ القیامات، ۷۔ ھو ھو، ۸۔ کیف کان و کیف یکون، ۹۔ الکبریت الاحمر، وغیرہ

(الاعلام للزرکلی)

(۵۳) (حاشیہ ص ۱۹۹)

علم سیمیا:

شیخ شہاب الدین مقتول کے تعارف میں ص ۲۵۷ پر دیکھیں۔

(۵۴) (حاشیہ ص ۲۰۱)

قاضی زادہ رومی: شارح چغمینی

وفات: تقریباً ۸۴۰ھ/=۱۴۳۶ء تقریباً

نام:۔موسیٰ پاشا، لقب صلاح الدین، قاضی زادہ رومی سے مشہور ہیں۔والد کا نام محمد بن محمود ہے۔

بڑے عالم فاضل، جامع علوم وفنون، اور ماہر ریاضی تھے۔

تحصیل علوم: ابتدائی علوم اپنے وطن روم میں حاصل کیے۔اساتذۂ عجم کے کمال کا شہرہ سنا تو وہاں جانے کا قصد کیا لیکن اس ارادے کو اپنے اقارب سے پوشیدہ رکھا۔آپ کی ہمشیرہ بڑی عقیلہ تھی، اس نے آپ کا یہ ارادہ بھانپ کر آپ کی کتابوں میں اپنا کچھ زیور رکھ دیا۔تاکہ آپ مسافرت میں کچھ تنگ نہ ہوں۔پھر آپ عجم میں آکر خراسان گئے۔وہاں کے مشائخ سے استفادہ کیا۔اس کے بعد ماوراء النہر پہونچے اور تکمیل علوم کی۔یہاں تک کہ

آپ کے فضائل مشتہر ہوئے اور دور دور تک آپ کی کمالیت کا شہرہ ہوا اور قاضی زادہ رومی سے ملقب ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ میر سید شریف کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے تھے۔ مگر ان کی آپ سے بنی نہیں چھوڑ کر چلے آئے۔

شاہی دربار تک رسائی: جوہر فضل وکمال نے آپ کو شاہ سمرقند امیر اعظم الغ بیگ بن شاہ رخ بن امیر تیمور لنگ کے یہاں پہونچایا۔ اس نے نہ صرف احترام کیا بلکہ ریاضی اور دیگر علوم کی تعلیم بھی لی۔

درس وتدریس: مدرسہ سمرقند میں رئیس المدرسین رہے۔ کبھی کبھار امیر اعظم الغ بیگ بھی شریک درس ہوتا۔ علاء الدین علی بن محمد قوشجی شارح تجرید جیسا ماہر علوم ریاضی اسی قاضی زادہ کا مایۂ ناز علمی فرزند ہے۔

قاضی زادہ کو علم ریاضی میں کامل دسترس تھی۔ نہایت دل چسپی رکھتے یہاں تک کہ اس فن میں اپنے اقران سے کیا بلکہ متقدمین سے بھی بڑھ گئے۔

شرح چغمینی ریاضی وہیئت میں بلند پایہ کتاب ہے جو ۸۱۴ھ کی تصنیف ہے۔ اور ۸۱۵ھ میں کتاب اشکال التاسیس کی جو ہندسہ میں ہے، شرح تصنیف فرمائی۔ ۳؍رمضان ۸۹۹ھ میں وفات پائی۔

(حدائق الحنفیہ)

تصانیف: ۔شرح چغمینی، حاشیۃ التحریر للمحقق نصیر الدین طوسی (م ۶۷۲ھ) احمد زادہ بن محمود ہروی کی شرح ہدایۃ الحکمۃ للابہری کا حاشیہ، علم ہندسہ میں اشکال التاسیس کی شرح۔/ شرح چغمینی کے محشین میں شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی (۹۹۸ھ) کا بھی نام ہے۔

قاضی زادہ رومی: موسیٰ بن محمد ابن القاضی محمود رومی۔ صلاح الدین معروف بہ قاضی زادہ موسیٰ چلپی۔ ریاضیات، فلکیات اور حکمت کے زبردست عالم ومحقق تھے۔ خراسان اور ماوراء النہر کا سفر کیا۔ ۸۱۱ھ میں شیراز اور ۸۱۵ھ میں سمرقند رہے۔ امیر تیمور کے پوتے امیر الغ بیگ نے غیاث الدین جمشید کو رصد گاہ بنانے کا کام سپرد کیا مگر اس کے مکمل ہونے سے پہلے ہی غیاث الدین کا انتقال ہو گیا تو قاضی زادہ کے سپرد کیا۔ مگر اس کی تکمیل سے پہلے ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ جسے ان کے بعد علی قوشجی (متوفی ۸۷۹ھ) نے مکمل کیا۔

قاضی زادہ کی ساری تصانیف عربی میں ہیں، ان میں چند یہ ہیں:

۱۔ شرح التذکرۃ (مخطوطه) فی الفلك

۲۔ شرح اشکال التاسیس للسمر قندی (مخطوطه) فی الهندسة ۔ سمرقند کے اندر ۸۱۵ھ میں مکمل کیا۔

۳۔ حاشیه شرح الهدایة (مخطوطه) هدایة الحکمت للابهری کی شرح الہروی پر تعلیق ہے۔

۴۔ شرح الملخص فی الهیئة ۔ (شرح چغمینی) (مطبوعه)

انظر : الشقائق النعمانیة ، کشف الظنون ، معجم المطبوعات ، تاریخ العراق بین احتلالین ۔

ا۔ صاحب ملخص چغمینی نام محمود بن محمد بن عمر، کنیت ابو علی، لقب شرف الدین ۔ خوارزم کے ایک قریہ چغمین کی طرف منسوب ہیں ۔ آپ فلکیات، ہیئت اور حساب کے زبردست عالم اور طب کے ماہر کامل تھے۔ ہیئت بسیطہ میں ,, الملخص ،، نہایت مقبول ہے۔ جو ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ اقسام جسم، پہلا مقالہ اجرام علویہ اور دوسرا مقالہ بسائط سفلیہ میں ہے۔

تصانیف :۔ ابن سینا کی کتاب القانون سے ماخوذ قانونچہ، حساب میں ایک رسالہ، قوۃ الکواکب وضعفہا شرح طرق الحساب فی مسائل الوصایا۔ ۶۱۸ھ میں وفات پائی۔ (کشف الظنون)

ملخص چغمینی کے شارحین :سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی ۔ ۲۔ موسیٰ پاشا بن محمد مشہور بہ قاضی زادہ رومی ۔ ۳۔ شیخ فضل اللہ العبیدی ۔ ۴۔ شیخ کمال الدین ترکمانی ۔ ۵۔ شیخ سنان الدین یوسف مشہور بہ قرہ سنان۔ ۶۔ شیخ محمد بن حسین بن رشید مشہدی خوارزمی ۔ وغیرہ ۔۔۔ ۔ شرح چغمینی کے محشین میں شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی (۹۹۸ھ) کا بھی نام ہے۔

(۵۵) (حاشیہ ص ۲۰۷)

مجسطی :

:لغوی تحقیق: المجسطی :بکسر المیم و الجیم و تخفیف الیاء : کلمة یونانیة معناها :الترتیب اصله ماجستوس ، معناه البناء الاکبر۔ مؤنثه : ماجستی۔

زبردست ہیئت دان حکیم بطلیموس قلوذی کی ہیئت و افلاک میں نادرۂ روزگار کتاب ۔ یہ اس فن کی اولین

تصنیف ہے، اس فن کی ام الکتاب بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسی سے اس فن کی ساری کتابیں استخراج شدہ ہیں۔ عہد اسلام میں مسلمانوں نے اس کتاب کوفراہم کر کے عربی میں ترجمہ کیا۔سب سے پہلے یحیی بن خالد نے ترجمہ کیا۔اس کتاب کے جو ترجمے مقبول ہوئے وہ تین ہیں، ایک حجاج بن مطر کا، دوسرا حنین بن اسحاق کا، تیسرا ثابت بن قرہ کا۔مامون کے عہد میں اس کتاب کے ترجمےاور تجرید کا کام عمل میں آیا۔

اس کتاب میں وہ قواعد ذکر ہیں جو فلکی اور ارضی اوضاع کے اثبات کے ذرائع و وسائل ہیں۔جن کا اثبات تفصیلی دلیلوں سے مذکور ہے۔

حکمائے اسلام نے اس کا اختصار کیا۔شیخ محقق یحیی بن محمد بن ابی الشکر المغربی الاندلسی نے اس کا ملخص تیار کیا۔ابوریحان محمد بن احمد البیرونی (متوفی ۴۴۰ھ) نے اس کا اختصار لکھا۔ابہری نے اس کی تلخیص و تعریب کی۔ابن سینا نے اس کو ملخص کر کے ''شفا'' میں جگہ دی۔حکمائے اندلس ابن رشد اندلسی، ابن السمح۔ ابراہیم ابن الصلت نے اس کا خلاصہ لکھا۔ابن فرغانی نے ہیئت میں سے براہین ہندسیہ کو حذف کر کے اس کا خلاصہ لکھا۔

جس کی ایک شرح حکیم محقق نصیر الدین محمد بن حسن طوسی (م ۶۷۲ھ) نے اور دوسری تبریزی نے لکھی۔ اس کتاب میں بارہ مقالے ہیں۔اس پر علامہ قاضی زادہ رومی کا حاشیہ ہے۔علامہ سید شریف جرجانی نے بھی اس کا حاشیہ لکھا۔یہ دونوں حواشی شرح کا درجہ رکھتے ہیں۔

(۵۶) حاشیہ ص ۲۰۹) نمبر ۳

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی (بانی سلسلۂ قادریہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید السادات، شیخ الاسلام والمسلمین، شیخ شیوخ العالم، غوثِ صمدانی، قطبِ ربانی، حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بن ابی صالح موسیٰ بن ابی عبداللہ بن یحییٰ الزاہد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن حسن بن علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

۴۷۰ ـــــ ۵۶۱ھ/ ۱۰۷۷ ـــــ ۱۱۶۶ء

نام: عبدالقادر ۔ کنیت: ابو محمد۔ لقب: محی الدین، محبوب سبحانی۔

یکم رمضان بروز جمعہ بمقام گیلان پیدا ہوئے، (گیلان یا جیلان یا جیل طبرستان سے کچھ آگے بحیرۂ اخضر کے قریب واقع ہے) آپ والد کی طرف سے حسنی، اور والدہ کی طرف سے حسینی یعنی نجیب الطرفین سید ہیں۔آپ کے والد ماجد سید ابو صالح ولی کامل تھے۔ جنگ و جہاد سے بہت انس رکھنے کے سبب جنگی دوست سے مشہور تھے۔ نانا بزرگوار سید عبداللہ صومعی ہیں جب کہ آپ کی ماں کا نام: امۃ الجبار، ام الخیر سیدہ فاطمہ ہے۔

۴۸۸ھ عالم شباب میں بغداد تشریف لائے، اس وقت خلیفہ مستظہر باللہ عباسی بغداد کا خلیفہ تھا۔ اور اسی سال سیدنا ابو محمد رزق اللہ بن عبدالوہاب بن عبدالعزیز بن حارث بن اسد کا وصال ہوا۔ آپ نے یہاں بغداد میں علم وفنون حاصل کیے، بڑے عابد وزاہد تھے، اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے۔ بغداد میں تدریس وافتا کے فرائض انجام دیئے ہدایت وارشاد، تزکیۂ قلوب اور تربیتِ باطن سے ایک عالم کو سیراب کیا۔ آپ کا سلسلۂ فیض دنیا کے ہر خطے میں آج بھی جاری ہے۔ ۵۶۱ھ میں وفات پائی۔ باب الازج میں مزار پُر انوار مرجعِ خلائق ہے۔

فرزندانِ غوث الاعظم

بہجۃ الاسرار شریف میں آپ کی اولاد پاک اور ان میں سے مشاہیر زمانہ بزرگوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ ہم یہاں ان میں سے صرف چند کے نام وغیرہ ذکر کریں گے۔

(۱) الشیخ الاصیل، بقیۃ السلف ابو عبداللہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ:

ولادت ۵۰۸ھ/ وصال ۲۷ رصفر ۵۸۷ھ بغداد میں وصال ہوا۔ یہ سرکار غوث اعظم کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ (ص ۱۱۵)

(۲) شیخ الانام سیف الدین ابو عبداللہ عبدالوہاب رضی اللہ عنہ :

ولادت: شعبان ۵۲۲ھ : وصال: ۲۵ رشوال ۵۹۳ھ بغداد میں وصال ہوا وہیں مقبرۂ حلبہ میں تدفین ہوئی۔ (ص ۱۱۴) آپ کے مزار پر عظیم مقبرہ بنا ہوا ہے۔ (ص ۵۶ ترجمۂ زبدۃ الآثار ناشر مکتبہ جام نور دہلی)

(۳) شیخ الامام تاج الدین ابو بکر عبدالرزاق سراج العراق رضی اللہ عنہ:

ولادت: ذی قعدہ ۵۲۸ھ ۔ وصال: ۶؍شوال ۶۰۳ھ کو بغداد میں ہوا اور باب حرب میں تدفین ہوئی۔ (ص ۱۱۵)

(۴) زین الفقہا جمال المسندین ابو اسحٰق ابراہیم رضی اللہ عنہ:

ولادت: وصال: ۵۹۲ھ

(۵) شیخ امام الائمہ شرف الدین ابو محمد عیسیٰ ، شرف الاسلام، جلال العلما، سراج العراق والمصر صاحب جواہر الاسرار ولطائف الانوار۔ آپ مصر تشریف لے گئے، وہیں ۵۷۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

(زبدۃ الآثار مترجم)

(۶) واسع العلم عزیز الفضل شمس الدین ابو بکر عبد العزیز رضی اللہ عنہ

جمال العراق اور فخر العلما آپ کے خطابات تھے (زبدہ الآثار مترجم)

(۶) فقیہ جلیل ابو زکریا یحییٰ رضی اللہ عنہ:

ولادت: ۶؍ربیع الاول ۵۵۰ھ وصال: نصف شعبان ۶۰۰ھ بغداد میں ہوا۔ یہ سرکار غوث اعظم کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ (بہجۃ الاسرار)

تصانیف: الفتح الربانی ، ۲۔ الغنیة لطالبی طریق الحق ، ۳۔ فتوح الغیب ، ٤۔ الفیوضات الربانیة ،

سرکار غوثیت مآب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اور کرامات وخوارق اعداد وشمار سے باہر ہیں۔

(۵۷) حاشیہ ص ۲۱۵) نمبر ۲

امام یافعی صاحب روض الریاحین۔

۶۹۸-۷۶۸ھ/ =۱۲۹۸-۱۳۶۷م

عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی۔ مورخ، محقق، صوفی۔ مذہب شافعی پر عامل یمن کے باشندے تھے۔ یافع بن حمیر کی طرف نسبت کے سبب یافعی کہلاتے ہیں۔ عدن میں پیدا ہوئے، وہیں نشو ونما پائی، ۷۱۲ھ میں

حج کیا یمن واپس ہوئے پھر ۷۱۸ھ میں مکہ لوٹے، اور یہیں کے ہو کے رہ گئے اور یہیں وفات پائی۔

تصانیف: مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ حوادث الزمان، نشر المحاسن الغالیۃ فی فضل مشایخ الصوفیۃ اصحاب المقامات العالیۃ، الدر النظیم فی خواص القرآن العظیم، روض الریاحین فی مناقب الصالحین، اسنی المفاخر فی مناقب الشیخ عبد القادر۔

(۵۸) حاشیہ ص ۲۲۱

حضرت ابوسلیمان دارانی:

......۲۱۵ھ/......۸۳۰م

عبد الرحمٰن بن احمد بن عطیہ عنسی مذحجی۔ کنیت: ابوسلیمان۔ مشہور زاہد وصوفی بزرگ۔ اہلِ داریا (دمشق/شام) سے ہیں۔ بغداد کو کوچ کیا، مدت تک وہیں اقامت گزیں رہے پھر شام واپس لوٹے اور اپنے شہر میں وفات پائی۔

کبارِ صوفیہ سے ہیں۔ زہد میں ان کے بڑے فضائل ہیں۔ ان کے کلام سے ہے: بہتر سخاوت وہ ہے جو حاجت کے موافق ہو۔

انظر: طبقات الصوفیۃ، وفیات الاعیان، حلیۃ الاولیاء، تاریخ بغداد، تاریخ داریا، اس میں اور اس کے حاشیے میں ہے کہ ان کی وفات میں اختلاف ہے: ۲۱۵ھ، یا ۲۰۵ھ، یا ۲۰۴ھ، یا ۲۳۵ھ؟

(۵۹) حاشیہ ص ۲۲۳

سہل تُستُری

۸۱۶ —— ۸۹۶ھ/۱۴۱۳ —— ۱۴۹۰ء

تستر (اہواز) میں پیدا ہوئے۔ بصرہ میں قیام فرمایا۔ وہیں وفات پائی۔ متکلمین میں ہیں، صوفی ہیں، ان کا کہنا ہے: قرآن کی ہر آیت کے چار معانی ہیں۔ ظاہر، باطن، حد، مطلع۔

ان کی تعلیمات کو محمد بن سالم نے نقل کیا جس سے مذہبِ سالمیہ پیدا ہوا۔ ان کی قرآن عظیم کی ایک تفسیر ہے جو مصر میں چھپ چکی ہے۔

(۶۰)(حاشیہ ص ۲۲۵)

مخدوم سید علی ہجویری معروف بہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ........صاحبِ کشف المحجوب۔

نام: علی بن عثمان جلابی یا علی بن عثمان بن علی جلابی غزنوی ہے۔

آپ غزنیں (غزنی) کے قریب قریہ جلاب و ہجویر کے رہنے والے تھے۔

آپ کا سال ولادت ۴۰۰ھ بتایا جاتا ہے۔

تصوف میں حضرت جنید کا مذہب رکھتے تھے۔ حضرت شیخ حُصَری کے راز دار مرید تھے۔ جو حضرت شیخ ابو بکر شبلی کے مرید ہیں۔ عمر کا بڑا حصہ صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی میں بسر ہوا۔ عراق، شام، لبنان، آذر بائیجان، خراسان، کرمان، خوزستان، طبرستان، ترکستان اور ماوراء النہر کا دورہ کیا۔ آپ کی مشہور ترین شاہکار تصنیف کشف المحجوب ہے۔ چند اور تصانیف کے نام یہ ہیں: (جو دستیاب نہیں)

فنا و بقا، اسرار الخرق والمؤنات، الرعایۃ لحقوق اللہ تعالیٰ، کتاب البیان لاہل العیان، نحو القلوب، منہاج الدین، شرح کلام منصور حلاج۔ وغیرہ

عمر کا کافی حصہ سیر و سیاحت میں بسر کرتے ہوئے لاہور کا قصد فرمایا۔ اس وقت سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی (۴۳۱ھ) لاہور کا حاکم تھا۔ مگر سالِ ورود کا تعین دشوار ہے۔

(۶۱) حاشیہ ص ۲۲۷) نمبر ۲

ابو علی دقاق:

اپنے زمانے کے عالم، فاضل، فقیہ، کامل، زاہد، متورع تھے۔ علم موسیٰ بن نصر رازی تلمیذ امام محمد سے حاصل کیا اور آپ سے ابی سعید بردعی نے تفقہ کیا۔ آپ کی تصنیف سے کتاب الحیض یادگار ہے۔ دقاق آپ کو اس لیے کہا کرتے تھے کہ آپ آٹا فروخت کیا کرتے تھے۔ (حدائق الحنفیہ ص ۱۸۸)

(۶۱)(حاشیہ ص ۲۲۹)

امہات صفات:

شرح عقائد میں صفاتِ ازلیہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ تفتازانی فرماتے ہیں: "فثبت ان لله تعالیٰ صفات ثمانیة" پھر ان ہی مندرجہ بالا صفات کو شمار کرایا اور "صفتِ تکوین" کا اضافہ کیا تو کل آٹھ ہوئیں۔ پھر آگے چل کر "تکوین" کے صفتِ ازلی ہونے پر دلیلیں ذکر کیں پھر فرمایا:" ومبنی هذه الادلة علی ان التكوين صفة حقيقية كالعلم و القدرة و المحققون من المتكلمين علی انه من الاضافات و الاعتبارات العقلية"

شرح عقائد کی شرح نبراس میں ہے کہ تکوین میں اہل سنت کا اختلاف ہے، اس میں تین قول ہیں: (۱) ایک اشعریہ کا قول ہے کہ صفات حقیقیہ سات ہیں: (۱) حیات (۲) علم (۳) قدرت (۴) ارادہ (۵) سمع (۶) بصر (۷) کلام۔ اور تکوین اضافی اور اعتباری صفت ہے۔ ﴿محققین متکلمین کا یہی قول ہے جن میں خود شارح (تفتازانی) بھی ہیں﴾ (۲) دوسرا امام ابومنصور ماتریدی اور ان کے متبعین کا قول ہے جن میں مصنف بھی ہیں کہ تکوین صفتِ ثانیہ ہے اس لیے کہ قدرت مقدور کے صدور کے لیے صفت مصححہ اور ارادہ صفت مرجحہ ہے اور تکوین صفتِ مؤثرہ ہے۔ (۳) تیسرا قول بعض ائمۂ ماوراء النہر کا ہے کہ ترزیق، احیاء، وغیرہ صفاتِ حقیقیہ ہیں اور کسی ایک صفت کی طرف راجع نہیں۔ اس بنیاد پر صفتیں شمار سے باہر ہوں گی۔ اور یہی بعض صوفیہ کا مذہب ہے۔ (نبراس ص ۲۳۵)

(۶۳) (حاشیہ ص ۲۳۳)

یعنی دار آخرت کی کہ وہ لوگوں کو اسی کی یاد دلاتے ہیں اور کثرت سے اس کا ذکر کرتے ہیں۔ محبتِ دنیا نے ان کے قلوب میں جگہ نہیں پائی۔ (خزائن العرفان)

(وانّهم عند نا لَمِنَ المُصطفينَ الاخيار) (آیت ۴۷/سورہ ص ۳۸)

"اور بیشک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں" (کنز الایمان)

(۶۴) حاشیہ ص ۲۳۵)

لے: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ملفوظات میں ہے:

﴿عرض﴾ حضور افراد کون اصحاب ہیں؟

غوثیت کے بعد فردیت۔
﴿ارشاد﴾ اجلۂ اولیاے کرام سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجات ہیں۔
ایک صاحب اجلۂ اولیاے کرام سے کسی نے پوچھا: حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ فرمایا: ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی۔ فرماتے تھے: میں نے جنگل میں ٹیلے پر ایک نور دیکھا جب میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کمبل کا نور ہے۔ ایک صاحب اسے اوڑھے سورہے ہیں۔ میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا. اور جگا کر کہا: اٹھو مشغول بخدا ہو! کہا آپ اپنے کام میں مشغول رہیں. مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے. میں نے کہا کہ میں مشہور کیے دیتا ہوں کہ یہ ولی اللہ ہے. کہا: میں مشہور کردوں گا کہ یہ حضرت خضر ہیں۔ میں نے کہا میرے لیے دعا کرو. کہا: دعا تو آپ ہی کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دعا کرنی ہوگی. کہا: "وَفَّرَ الله حظك منه" اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے اور کہا: میں اگر غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمائیے گا اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے حالانکہ کسی ولی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔ وہاں سے آگے بڑھا ایک اور اسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خیرہ کرتا ہے۔ قریب گیا تو دیکھا ٹیلے پر ایک عورت کمبل اوڑھے سورہی ہے۔ وہ اس کے کمبل کا نور ہے میں نے پاؤں ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا غیب سے ندا آئی: اے خضر! احتیاط کیجیے. اس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا: حضرت نہ رکے یہاں تک کہ روکے گئے۔ میں نے کہا اٹھ مشغول بخدا ہو. کہا حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں. مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں۔ میں نے کہا تو میں مشہور کیے دیتا ہوں "یہ ولی اللہ ہے" کہا: میں مشہور کردوں گی کہ یہ حضرت خضر ہیں۔ میں نے کہا میرے لیے دعا کرو. کہا: دعا تو آپ کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دعا کرنی ہوگی. کہا "وَفَّرَ الله حظك منه" اللہ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے پھر کہا: اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمائیے گا۔ میں نے دیکھا یہ بھی جاتی ہے۔ کہا یہ تو بتائے جاتی تو اسی مرد کی بیوی ہے؟ کہا: ہاں! یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہو گیا تھا اس کی تجہیز و تکفین کا ہمیں حکم تھا اور میری نگاہ سے غائب ہو گئی۔ حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ لوگ افراد ہیں۔ میں نے کہا: وہ بھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع لاتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! شیخ عبد القادر جیلانی۔ الملفوظ ص ۱۰۶ حصہ اول۔

اور حصہ چہارم میں رجال الغیب کے بارے میں ہے:

﴿عرض﴾: رجال الغیب بھی سلسلے میں ہوتے ہیں۔

﴿ارشاد﴾: ہاں یہ بھی سلسلے میں ہوتے ہیں، البتہ افراد سوائے حضور اقدس ﷺ کے اور کسی کے ماتحت نہیں، اسی واسطے فرد کہلاتے ہیں، سلسلے میں کسی کے نہیں، لیکن حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع سے چارہ نہیں۔ الملفوظ ص ۱۱ چہارم۔ ناشر رضا اکیڈمی

(۶۵) حاشیہ ص ۲۳۷

ل ﴿عرض﴾: حضور ظہور امام مہدی کب ہوگا؟

﴿ارشاد﴾: امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں۔ مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں۔ اور بعض علوم کے ذریعہ مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (الملفوظ ص ۹۱/اول)

اور اسی میں صفحہ ۹۲ پر ہے:

"میں نے یہ دونوں وقت (۱۸۳۷ھ میں سلطنت اسلامی کا مٹنا اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا) سید المکاشفین حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کے کلام سے اخذ کیے ہیں۔ اللہ اکبر! کیسا زبردست واضح کشف تھا کہ سلطنت ترکی کا بانی اول عثمان پاشا حضرت کے مدتوں بعد پیدا ہوا مگر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے اتنے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر قریب زمانہ آخر تک جتنے بادشاہ اسلامی اور ان کے وزرا ہوں گے رموز میں سب کا مختصر ذکر فرمایا۔ ان کے زمانے کے عظیم وقائع کی طرف اشارے فرمادیئے............ ختم سلطنت اسلامی کی نسبت لفظ "ایقظ" فرمایا اور صاف تصریح فرمائی کہ لا اقول ایقظ الھجریۃ بل ایقظ الجفریۃ" میں نے اس ایقظ جفری کا جوحساب کیا تو ۱۸۳۷ھ آتے ہیں اور انہیں کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ ظہور امام مہدی کے اخذ کیے ہیں، وہ فرماتے ہیں: رباعی:

اِذَا دَارَ الزَّمَانُ عَلٰی حُرُوْفٍ ۔۔۔ بِسْمِ اللّٰہِ فَالْمَهْدِیُّ قَامَا

وَیَخْرُجُ فِیْ الْحَطِیْمِ عَقِیْبَ صَوْمٍ ۔۔۔ اَلَا فَا قْرَاْہُ مِنْ عِنْدِیْ سَلَامَا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شرح کے مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنفین
۱	صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بخاری (۱۹۴ـــ۲۵۶ھ)
۲	شرح چغمینی	موسیٰ بن محمد ابن القاضی محمود، قاضی زادہ رومی وفات: ۸۴۰/ = ۱۴۳۶ء تقریباً
۳	شرح چغمینی	علی بن محمد بن علی معروف بہ سید شریف جرجانی ۷۴۸ ـــ ۸۱۶ھ/ ۱۳۴۸ ـــ ۱۴۱۳ء
۴	روض الریاحین	عبداللہ بن اسعد بن علی معروف بہ امام یافعی ۶۹۸-۷۶۸ھ/=۱۲۹۸-۱۳۶۷م
۵	فتوحات مکیہ۔	شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی المعروف با بن عربی الطائی المالکی ۵۶۰ ـــ ۶۳۸ھ/ ۱۱۶۵ ـــ ۱۲۴۰ء
۶	نفحات الانس	نورالدین عبدالرحمن بن احمد جامی ۸۱۷ـــ۸۹۸ھ
۷	اشعۃ اللمعات	نورالدین عبدالرحمن بن احمد جامی ۸۱۷ـــ۸۹۸ھ
۸	شواہد النبوۃ	نورالدین عبدالرحمن بن احمد جامی ۸۱۷ـــ۸۹۸ھ
۹	لمعات	نورالدین عبدالرحمن بن احمد جامی ۸۱۷ـــ۸۹۸ھ
۱۰	فصوص الحکم	شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی المعروف با بن عربی الطائی المالکی ۵۶۰ ـــ ۶۳۸ھ/ ۱۱۶۵ ـــ ۱۲۴۰ء
۱۱	شرح فصوص الحکم	مولانا علی پیرو (شیخ علی بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل مہائمی) ولادت ۷۷۶---وفات ۸۳۵ھ
۱۲	شرح فصوص	شیخ داؤد بن محمود قیصری متوفی ۷۵۱ھ
۱۳	رسالہ طوالع الانوار	قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی سنہ ۶۸۵ھ
۱۴	کشف المحجوب	مخدوم سید علی ہجویری معروف بہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ۔ سال وفات ۴۰۰ھ بتایا جاتا ہے۔
۱۵	اصطلاحات کاشیہ	عبدالرزاق بن جمال الدین احمد بن ابوالغنائم کاشی ....وفات: ۷۳۰ھ یا ۷۳۵ھ
۱۶	مجسطی	زبردست ہیئت دان حکیم بطلیموس فلوزی
۱۷	مروج الذہب ومعدن الجواہر	

۱۸	حاشیہ بیضاوی	مولانا عصام الدین ابراہیم بن محمد عرب شاہ الاسفرائینی ۸۷۳-۹۴۵ھ/ = ۱۴۶۸-۱۵۳۸م ء
۱۹	شرح گلشن راز	سید محمد لاہ.جی
۲۰	شرح عقائد عضدی	ملا جلال محمد بن اسعد دوانی صدیقی شافعی وفات ۹۰۷ھ
۲۱	شرح لمعات	نورالدین عبدالرحمٰن بن احمد جامی ۸۱۷ــــ۸۹۸ھ
۲۲	شرح مواقف	علی بن محمد بن علی معروف بہ سید شریف جرجانی ۷۴۸ ــــ ۸۱۶ھ/ ۱۳۴۸ ــــ ۱۴۱۳ء
۲۳	شرح مقاصد	مسعود بن عمر معروف بہ علامہ سعد الدین تفتازانی ۷۱۲ ــــ ۷۹۲ھ
۲۴	شرح طوالع	محمود بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن علی اصبہانی، شافعی۔ (۶۷۴ــــ ۷۴۹ھ = ۱۲۷۵ــــ ۱۳۴۹ء)
۲۵	مدارک التنزیل	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی وفات ۷۱۰ھ
۲۶	شرح جام جہاں نما	سید وجیہ الدین علوی گجراتی ۹۱۱ــــ۹۹۸ھ
۲۷	رسالہ وجودیہ	شمس الدین ابوالفخر مسعود بن سلیمان، فخری اصبہانی ....وفات ۹۳۵ھ = ۱۵۲۸ء
۲۸	رسالہ آداب المریدین	ابوالنجیب عبدالقاہر بن عبداللہ بن محمد البکری الصدیقی السہر وردی (۴۹۰ــــ ۵۹۲ھ / ۱۰۹۷ــــ ۱۱۶۸ء)
۲۹	الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ	حافظ الحدیث امام علامہ قاضی ابوالفضل عیاض بن عمرو یحصبی مالکی اندلسی ولادت: ۴۷۶-۵۴۴ھ = ۱۰۸۳-۱۱۴۹ء
۳۰	التعرّف	شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری کلابادی متوفی ۳۸۰ھ
۳۱	جواہر الاسرار	تقی الدین ابوالعباس احمد بن علی بن یوسف البونی القرشی وفات: ۶۲۲ھ
۳۲	رسالہ حلیۃ الاولیا	ابونعیم اصبہانی: احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحٰق بن موسیٰ بن مہران الاصبہانی الحافظ ولادت: ۳۳۶ھ ــــ وفات ۴۳۰ھ/ ۹۴۷ ــــ ۱۰۳۸ء
۳۳	حکمۃ الاشراق	شیخ شہاب الدین مقتول: یحیی بن حبش بن امیرک ۵۴۹ ــــ ۵۸۷ھ/ ۱۱۵۲ ــــ ۱۱۹۱ء
۳۴	کتاب جعفر	
۳۵	رسالہ سراللہ	

فہرست مضامین کتاب شرح حقیقتِ محمدیہ

مترجم کا سوانحی خاکہ

نام: نصر اللہ رضوی مصباحی

ولدیت: محمد یونس برکاتی

ولادت: ۳ر رجب ۱۳۷۵ھ/ ۱۵ر فروری ۱۹۵۶ء

وطن: آستانہ بھیرہ، پوسٹ ولید پور، ضلع مئو۔ یوپی۔ انڈیا

تعلیم: ابتدائی تعلیم پرائمری و درجۂ فارسی۔ مقامی مدرسہ رحیمیہ بھیرہ

درجات عربی و فارسی تا فضیلت: دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ ۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۴ء

فراغت: درجۂ فضیلت سال جشن افتتاح الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ۱۹۷۴ء ۔ ۱۹۷۳ء

تدریس: مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم ادری ضلع مئو (بحکم حافظ ملت) ۱۹۷۴ء ۱۹۷۵ء

" دار العلوم غوثیہ نظامیہ ذاکر نگر جمشید پور بہار ۷۷۔۱۹۷۶ء

" مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو از ۱۹۷۸ء تا حال

مشاغل: تدریس، تصنیف، تالیف، مضمون نگاری، مقالہ نگاری، متعدد سمیناروں میں شرکت اور مقالہ نگاری، تحقیقی مضامین، حاشیہ نگاری۔ ترجمہ نگاری

رشحات قلم: برکات السراج لحل اصول السراجیہ (حاشیہ سراجی) رسم الفرائض یعنی قواعد میراث، بہار جاوداں حاشیۂ گلستاں، ضوفشاں حاشیۂ بوستاں، ایضاح حقیقت، مجلس شرعی کے فقہی سمیناروں میں (دوسرے سمینار سے سترہویں سمینار تک) فقہی مقالے، امین شریعت ٹرسٹ فقہی کونسل دہلی کے ساتویں سمینار کے لیے فقہی تحقیقی مقالے، اس کے علاوہ چھوٹے بڑے مضامین اور مقالے۔

تعلیمی لیاقت: منشی، منشی کامل، مولوی، عالم، فاضل دینیات، فاضلِ ادب، فاضلِ طب الہ آباد، عربی و فارسی امتحانات بورڈ، اتر پردیش، ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل،

بیعت وارادت: حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان۔

مطبوعات

المجمع الاسلامی مبارکپور

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند (عقائد)	۲۳۰	المصباح الجدید (عقائد علمائے دیوبند)	۱۰
الکشف شافیا (عربی) (فونوگرام کی آواز کا فلسفہ اور شرعی حکم)	۵۰	المبین (خصوصیات زبان عربی)	۶۰
اسلامی اخلاق وآداب	۱۰۰	اہمیت زکوٰۃ وصدقات (دو رسائل کا مجموعہ)	۱۲
اسلامی معاشرت مع بندوں کے حقوق	۱۶	باغی ہندوستان (جنگ آزادی کی تاریخ)	۱۲۰
اسلامی نظام اخلاق اور خلفائے راشدین	۱۰	بزم اولیا (حکایات صالحین)	۱۶۰
اسلام اور امن عالم	۱۰۰	تذکرۂ میلادِ رسول ﷺ	۱۰
اسلام اور خمینی مذہب (رد روافض)	۱۲۰	تذکرہ ائمہ اربعہ (چاروں اماموں کی سوانح حیات)	۲۰
اسلام اور تربیت اولاد	۱۵	تذکرہ مولانا حافظ عبد الرؤف (بلیاوی)	۲۰
امام احمد رضا اور تصوف	۴۰	تذکرہ علمائے بستی (تذکرہ علمائے اہل سنت)	۵۰
امام اہل سنت (مختصر سوانح امام احمد رضا)	۱۶	تذکرہ مشائخ عظام (بانیان سلاسل کا تذکرہ)	۱۲۰
اجالا (سوانح اعلیٰ حضرت کا مختصر خاکہ)	۱۲	تقدیر اور تدبیر (دو رسائل کا مجموعہ)	۱۰
انوار ساطعہ (بیان مولود وفاتحہ)	۱۳۰	تصور شیخ (شغل برزخ کا تحقیقی ثبوت)	۱۰
اصلاح رسوم (غلط رسوم کے خلاف قلمی جہاد)	۲۵	تدوین قرآن (جمع وترتیب قرآن کی تاریخ)	۶۰
امتیاز حق (جنگ آزادی کا ایک باب)	۶۰	تنقید معجزات کا علمی محاسبہ	۵۰
الرحیل (انقلابی نظموں کا مجموعہ)	۶۰	توحید اور شرک	۸
انتخاب اعلیٰ حضرت (حدائق بخشش کا انتخاب)	۱۲	حقوق والدین	۱۶
ایصال ثواب کے شرعی طریقے	۶۰	تحقیق الفتویٰ (رد تقویۃ الایمان)	۸۰
الحق المبین (مسئلہ تکفیر اور عقائد اہل سنت کا بیان)	۱۳۶	ثبوت ہلال کے طریقے	۱۰

المجمع الاسلامی کی نئی اور اہم کتابیں

ثبوت ہلال کے طریقے (چاند کے مسائل)	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ	۱۲
تصور شیخ (تصوف)	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ	۱۲
معانقۂ عید و مصافحہ بعد نماز	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ	۲۰
ندائے یارسول اللہ کا ثبوت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ	۴۰
فضل العلم والعلما (علم اور علماء کی فضیلت)	والد ماجد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ	۱۰
مسئلہ ختم نبوت مع رد تحذیر الناس	غزالی دوراں / غلام علی اکاڑوی	۴۰
اجالا (سوانح اعلیٰ حضرت)	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۶
رہبر و رہنما (اعلیٰ حضرت کا علمی تعارف)	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۲
الحق المبین (حق و باطل کی پہچان)	غزالی دوراں احمد سعید کاظمی	۳۰
نور الایمان (آثار و تبرکات کی تعظیم)	مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی / افتخار احمد	۵۰
فضائل قرآن	مولانا افتخار احمد قادری مصباحی	۷۰
وسیلہ: دلائل کی روشنی میں	علامہ زاہد الکوثری مصری	۱۲
شیخ عبد الحق محدث دہلوی	مولانا عارف اللہ فیضی مصباحی	۱۶
سوانح حافظ ملت (مختصر)	مولانا اختر حسین فیضی	۲۵
ملفوظات حافظ ملت	مولانا اختر حسین فیضی	۳۵
تذکرہ ائمہ اربعہ (حالات ائمہ مجتہدین)	مولانا اختر حسین فیضی	۲۰
فضائل نماز	محمد عبد المبین نعمانی	۱۲
کلام رضا کا ادبی جائزہ	نظیر لدھیانوی	۳۰
عرفان رضا (اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری)	ڈاکٹر الٰہی اختر اعوان	۲۶
شمع راہ (میاں بیوی کے حقوق)	مفتی رضوان الرحمٰن	۲۶
اسلامی معاشرت مع بندوں کے حقوق	مفتی رضوان الرحمٰن	۱۶
اختیارات مصطفیٰ (چالیس حدیثیں)	مولانا سبحان اللہ امجدی	۱۶
فتنوں کا ظہور (گمراہ فرقوں کا تعارف)	علامہ محمد احمد مصباحی / مولانا عبد الغفار	۸۰
اصلاح رسوم (غلط رسموں کا علاج)	مولانا عبد الغفار نوری	۲۶

المجمع الاسلامی
ملت نگر مبارکپور اعظم گڑھ ۲۷۶۴۰۴
ALMAJMA-UL-ISLAMI
Millat Nagar, Mubarakpur
Azamgarh-276404